کفر والحاد سے متعلق قرآنی آیات کا توضیحی مطالعہ

(مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

رشیدہ بی بی

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

رجسٹریشن نمبر:24-Mphi/IS/S22

شعبہ اسلامی فکر وثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن:۲۰۲۳ء

کفر والحاد سے متعلق قرآنی آیات کا توضیحی مطالعہ

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

رشیدہ بی بی

ایم فل سکالر علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 24-Mphi/IS/S22

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل اسلام آباد

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: ۲۰۲۳ء

رشیدہ بی بی

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **کفر والحاد سے متعلق قرآنی آیات کا توضیحی مطالعہ**

Explanatory study of Quranic verses related to Kufr and Ilhaad

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: رشیدہ بی بی

رجسٹریشن نمبر: 24-Mphi/IS/S22

ڈاکٹر نور حیات خان

(نگران مقالہ) ____________________ نگران مقالہ کا دستخط

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(صدر، شعبہ علوم اسلامی فکر و ثقافت) ____________________ دستخط صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ____________________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ ____________________

حلف نامہ

(Candidate Declaration Form)

میں رشیدہ بی بی بنت مسعود اللہ

رول نمبر:MP-IS-S22-318 رجسٹریشن نمبر: 24-Mphi/IS/S22

طالبہ، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: کفر والحاد سے متعلق قرآنی آیات کا توضیحی مطالعہ

Explanatory study of Quranic verses related to Kufr and Ilhaad

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، ڈاکٹر نور حیات خان کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: رشیدہ بی بی

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(Abstract)

It is affirmed that Kufr and Ilhaad are the biggest sins in Islam, a monotheistic religion. The concept of Kufr, which equates to Infidelity or Negativism, is used in the Quran with the sense of being ungrateful towards Allah Almighty. Similarly, the concept of Ilhaad equates to the terms Apostasy or Atheism and is used in the Quran in the sense of comparing Allah to anything or denying any of Allah's attributes or qualities. Islam has prohibited its followers from Kufr and Ilhaad. Furthermore, many types of Kufr and Ilhaad and their manifestations in various forms have been elaborated in the Quran, Hadees, and jurisprudence. Likewise, the causes of Kufr and Ilhaad are categorized in this dissertation. Notwithstanding, prevention from Kufr and Ilhaad has been formulated in the guidance of Quranic verses. This study is qualitative research based on past literature and conducted through a literature review. Kufr and Ilhaad are pandemics nowadays, and even Muslims are the victims of it due to their lack of analytical studies on the said topic. An analysis of the past literature substantiated by reliable references from different Islamic resources and different Tafasirs of the Quran-e-Majeed has been carried out to filter the true meaning of Kufr and Ilhaad and to highlight all the causes of Kufr and Ilhaad that exist in its various manifestations in today's world. Conclusively, skepticism towards the attributes of Almighty Allah, rejecting Islamic beliefs such as resurrection, doomsday, etc., and interpreting Quranic verses as per pertinent wishes are the manifestations of Kufr and Ilhaad. Moreover, renouncing and denouncing the orders of Allah and tampering with the meanings of Quranic verses are various forms of Kufr and Ilhaad. Thus, various dimensions and remedies to tackle Kufr and Ilhaad are discussed in this study. The outcomes of the dissertation are making people aware of thevarious forms of Kufr and Ilhaad and saving them from their adverse impacts. This study recommends further analysis of the relevant terms of Kufr and Ilhaad and the causes of the said disease. All the manifestations of Kufr and Ilhaad should be framed so that people could be well aware of the sins. In a nutshell, this topic should be part of the curriculum of Islamic studies taught at all degree levels in the country.

Keywords:

Kufr, Ilhaad, Causes, Prevention, and Quranic verses.

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
I	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance form)	1
II	حلف نامہ(Declaration)	2
III	ملخص مقالہ(Abstract)	3
IV	فہرست عنوانات(Table of Contents)	4
VI	**اظہار تشکر**(Acknowledgement)	5
VII	انتساب(Dedication)	6
VIII	مقدمہ(Preface)	7
1	**باب اول: کفر والحاد کا تعارف اسباب وسدباب اور وجوہات**	8
3	**فصل اول: کفر والحاد کا مفہوم، اقسام اور مترادفات**	9
4	مبحث اول: کفر کا مفہوم اور اقسام	10
11	مبحث دوم: الحاد کا مفہوم اور مترادفات	11
18	**فصل دوم: الحاد کے اسباب اور وجوہات**	12
19	مبحث اول: بڑھتے ہوئے الحاد کے اسباب وسدباب	13
29	مبحث دوم: بڑھتے ہوئے الحاد کے وجوہات اور علاج	14
35	**باب دوم: کفر و الحاد سے متعلق قرآنی آیات کا تفسیری جائزہ**	15
36	**فصل اول: کفر سے متعلق آیات**	16
37	مبحث اول: کفر پر براہ راست دلالت کرنے والی قرآنی آیات	17
79	مبحث دوم: کفر پر بالواسطہ دلالت کرنے والی قرآنی آیات	18
89	**فصل دوم: الحاد سے متعلق آیات**	19
90	مبحث اول: الحاد پر براہ راست دلالت کرنے والی آیات	20

95	مبحث دوم: الحاد پر بالواسطہ دلالت کرنے والی آیات	21
102	**باب سوم: کفر کی قرآنی تعبیرات اور متعلقہ آیات کی تفسیر**	22
103	**فصل اول: کفر تکذیب، کفر گمان (کفر شک)**	23
104	مبحث اول: کفر تکذیب	24
116	مبحث دوم: کفر گمان	25
122	**فصل دوم: کفر تکبر، کفر اِعراض**	26
123	مبحث اول: کفر تکبر وانکار	27
137	مبحث دوم: کفر اِعراض	28
144	**فصل سوم: کفر نفاق اور اقسام**	29
145	مبحث اول: نفاقِ اعتقادی اور صورتیں	30
163	مبحث دوم: نفاقِ عملی اور صورتیں	31
169	**خلاصہ بحث**	32
170	**نتائج بحث**	33
171	**سفارشات**	34
172	**فہرست قرآنی آیات**	35
179	**فہرست احادیث**	36
180	**فہرست اعلام**	37
181	**فہرست مصادر و مراجع**	38

اظہار تشکر

سب سے پہلے رب کریم کا شکر ادا کرتی ہوں۔ جس نے مجھ ناچیز بندہ کو تحقیق جیسے اہم کام کے لیے قلم اٹھانے کی توفیق بخشی اور بھرپور طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مجھے صلاحیت عطا کی۔ اور ہزاروں درود وسلام محمد رسول ﷺ اور ان کی آل اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام پر جن کی محبت و تکریم مسلمانوں کے دین کی بنیاد ہے، اس کے بعد میں ڈاکٹر نور حیات خان صاحب کی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے انتخاب موضوع سے لے کر مقالے کی تکمیل تک اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی شفقت سے سپروائز کیا اس تحقیقی کام کو میں نے انہی کی زیر نگرانی میں سرانجام دیا، تحقیق کے اصول انہی سے سیکھے اس کے ساتھ میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کی بے حد شکر گزار ہوں، جن سے میں نے ایک سال تک مختلف مضامین پڑھے، ان میں ڈاکٹر نور حیات خان، ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری، ڈاکٹر امجد حیات، ڈاکٹر ریاض محمود ، ڈاکٹر ریاض احمد سعید، ڈاکٹر منزہ سلطانہ شامل ہیں۔ ان تمام اساتذہ نے جس خوش اسلوبی سے ہمیں سکھایا اور علم کے مواقع فراہم کئے وہ بے مثال ہیں اور اس کے ساتھ میں مشکور ہوں ڈاکٹر مستفیض علوی صاحب (سابق صدر شعبہ) اور ڈاکٹر نور حیات خان صاحب (سابق صدر شعبہ) کی جنھوں نے موضوع کے انتخاب کے حوالے سے میری خصوصی راہنمائی فرمائی۔ اس کے ساتھ میں ڈیپارٹمنٹ کے دیگر اساتذہ کرام کی بھی بے حد شکر گزار ہوں، جنھوں نے دوران تحقیق میری رہنمائی اور مدد کی۔

علاوہ ازیں میرے والدین، میرے شوہر، بہن بھائی سب میرے شکریہ کے مستحق ہیں جن کی دعاؤں، نیک تمناؤں کے ساتھ ساتھ گھر کی ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر لے کر مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا اور ہر تعاون اور حوصلہ افزائی سے نوازا۔

میں ان تمام لائبریریوں کے عملہ کے تعاون کی ممنون ہوں جنھوں نے دوران تحقیق ہر طرح کا تعاون کیا۔ بالخصوص نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، پبلک لائبریری اسلام آباد کی انتظامیہ کی جنھوں نے کتب تک رسائی میں میری مدد کی۔

اس کے علاوہ میں اپنے مہربان و شفیق دوستوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جنھوں نے قدم قدم پر مفید مشوروں اور بے لوث تعاون سے مستفیض کیا۔ اور آخر میں ہر اس شخص کے لیے دعا گو ہوں، جنھوں نے اس تحقیقی کام کو سہل بنانے میں میری معاونت کی۔ اللہ ان کے ہر کام میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین

رشیدہ بی بی

انتساب

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔

میں اپنی اس حقیر کاوش کو رسول اللہ ﷺ کے بعد ان تمام ہستیوں کے نام کرتی ہوں۔ جن کی کدوکاوش سے انسانوں کی زندگیاں بدلیں اور راہ ہدایت پائی۔

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف(Introduction to the Topic)

کفر و الحاد دو علیحدہ علیحدہ الفاظ ہیں لیکن دونوں کو جوڑنے سے ایک اصطلاح وجود میں آتی ہے جن کی وضاحت درج ذیل ہے قرآن میں کفر سے اخذ کیے گئے اصطلاحات کا ذکر پانچ سو بار اور لفظ کفر پچیس بار آیا ہے۔ کفر ایمان کی اصل (جڑ اور بنیاد) کی ضد ہے کیونکہ ایمان کی ایک اصل ہوتی ہے اور باقی فروع ہوتی ہیں اور کفر اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک ایمان کی اصل ہی ختم نہ ہو جائے، کفر کا لفظ کئی ایک گناہوں پر بولا جاتا ہے جن میں شرک باللہ، نبوت کا انکار، اللہ کی حرام کردہ چیز وں کو حلال کرنا وغیرہ شامل ہے۔ کفر کی کئی اقسام ہیں خدا کا انکار کفر، توحید کا انکار کفر، فرشتے، جنت و دوزخ، حشر و نشر، نماز، روزہ، قرآن کی آیاتیں غرض کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے، اسی لیے قرآن مجید میں کافروں کی تردید فرمائی گئی ہے۔

قرآن مجید میں لفظ الحاد کا اطلاق سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی پر ہوا ہے یہ کلمہ کبھی لغوی اور کبھی اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے مجموعی طور پر قرآن میں لفظ الحاد کجروی، پناہگاہ، اور انحراف کی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں آیات قرآنی سے عُدُول واِنْحِرَاف کو الحاد کہتے ہیں لغوی معنی کے اعتبار سے تو یہ عام ہے صراحۃ کھلے طور پر انکار وانحراف کرے یا تاویلات فاسدہ کے بہانہ سے انحراف کرے لیکن عام طور سے الحاد ایسے انحراف کو کہتے ہیں کہ ظاہر میں تو قرآن اور اس کی آیات پر ایمان و تصدیق کا دعوی کرے مگر ان کی معانی اپنے طرف سے ایسے گھڑے جو قرآن و سنت کی نصوص اور جمہور امت کے خلاف ہوں اور جس سے قرآن کا مقصد ہی الٹ جائے۔ دراصل الحاد کفر کی ایک قسم ہے۔

کفر والحاد دور حاضر کا ایک اہم موضوع بحث ہے۔ قرآنی آیات زیادہ تر انسان کو جس چیز کی طرف توجہ دلاتی ہے، وہ کفر والحاد کا مسئلہ ہے۔ جس کے بارے میں انسان نے غلط تصور قائم کر لیا ہے۔ اس کی غلط تفسیر و تشریحات سے معاشرے پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اس قسم کے غلط تصورات سے معاشرے کو بچانے اور قرآنی آیات کی صحیح توضیحات کی ضرورت ہے ان کے حل کے لیے میں نے مستند تفاسیر سے رجوع کیا ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت (Significance of the Study)

اسلامی نقطہ نظر سے قرآن مجید انسانی زندگی کا ضابطہ اور راہنما کتاب ہے اس کی آیات کی روشنی میں کفر والحاد کے اسباب کو تلاش اوراجاگر کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو واضح کرنا بھی بہت ضروری ہے کہ کفر والحاد کی وجہ سے انسان کی زندگی پر جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس سے بچنے اور ان کے تدارک کی کوشش کرنا ضروری ہے، تاکہ اس کے مضمرات وخطرات سے آگاہی ہو اور خود کو اس سے بچا کے زندگی کو مثبت رخ پر ڈالنا اصل کامیابی ہے۔

قرآن مجید ہمارے لیے راہنمائی کا معتمد ذریعہ ہے،اس سے براہ راست کم ہی مسائل کا حل اور راہنمائی لی جاتی ہے اس اہم موضوع پر قرآن مجید سے براہ راست راہنمائی لی جانے کی کوشش کی جائے گی۔ علاوہ ازیں اردو تفاسیر میں مستند تفاسیر کی تشریحات وتوضیحات پر اعتماد کیا جائے گا۔ تاکہ زیر مطالعہ موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ رہ نہ جائے۔

اس اہم موضوع کو اس لیے بھی وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ دور حاضر میں قرآنی آیات کی غلط تفسیر کر کے ہر بات کو شرک ،بدعت، کفر ثابت کرتے ہیں تاکہ ان خطرات اور نقصانات سے پوری طرح آگاہی حاصل ہو جائے اور نقصانات سے بچا جاسکے۔ اس موضوع کا سب سے زیادہ قابل توجہ پہلو کفروالحاد کی وجوہات واسباب ہیں اور دوسرا پہلو اس کے معاشرے پر غلط اثرات اور ہلاکت خیز نتائج ہیں۔ یہ مقالہ کفر والحاد کے انہی پہلوؤں کو سامنے لانے اور سدباب کی ایک کاوش ہے جو قرآن کی روشنی میں دعوت غور وفکر دیتا ہے۔ اور انشاء اللہ کفر والحاد کی مختلف صورتوں سے نمٹنے اور ہدایت کی راہ دکھانے کا سبب بھی بنے گا۔

موضوعِ تحقیق سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

اس موضوع پر جو سابقہ تحقیقی کام کیا گیا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ "عصر حاضر میں ترویج الحاد کے اسباب وعوامل اور اثرات: تجزیاتی مطالعہ "ایم فل" مقالہ نگار فرحان احمد بن محمد اعتبار عباسی، شعبہ علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ،۲۰۲۲ء۔

اس مقالہ میں فکری و نظریاتی گمراہی یعنی الحاد ولادینیت کے اسباب وعوامل اور اثرات وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ اس موضوع سے ملتا جلتا تو ہے لیکن جس ایریا پر میں تحقیق کر رہی ہوں وہ اس میں ذکر نہیں ہے۔

۲۔ "عقیدہ توحید کو درپیش جدید الحادی چیلنج اور اس کا تحقیقی جائزہ "ایم فل"، مقالہ نگار حافظ محمد آصف، لیڈیز یونیورسٹی ،مین کیمپس کماہاں لاہور۔

اس مقالہ میں مقالہ نگار نے عقیدہ توحید کو درپیش جدید الحادی چیلنجز کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ یعنی عقیدہ توحید کو جو مسائل درپیش ہے وہ جدید الحاد کی وجہ سے ہے۔ یہ تحقیقی کام بھی میرے موضوع تحقیق سے مختلف ہے۔

۳۔ "عقیدہ طحاویہ اور عصری الحادی نظریات وقومی بیانیہ: تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ" مدثر صدیقی {ایم فل سکالر}، شعبہ علوم اسلامیہ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد۔

اس تحقیقی مقالہ میں عقیدہ طحاویہ اور عصری الحادی نظریات کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔ کہ اسلام کے عقائد کیا ہے اور عصر حاضر میں جو الحادی نظریات ہے ان کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ اس ایریا کو بحث نہیں کر رہے جس کو میں نے موضوع تحقیق بنایا ہے۔

۴۔ "فکر اسلامی اور الحاد سے متعلقہ ویب سائٹس کا کردار: پاکستانی معاشرے کے حوالے سے تجزیاتی مطالعہ" محمد عزیز طارق، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد۔

اس مقالہ میں محقق نے فکر اسلامی اور الحاد سے متعلق ویب سائٹس کے کردار اور پاکستانی معاشرے کے حوالے سے بحث کیا ہے۔جو میرے عنوان سے ملتا جلتا تو ہے لیکن جس ایریا پر میں تحقیق کر رہی ہوں یہ ان سے مختلف ہے۔

۵۔ "فلسفہ مابعد جدیدیت اور الحاد: تحقیقی و تقابلی جائزہ" طاہر سلطان،ایم فل سکالر،شعبہ علوم اسلامیہ منہاج یونیورسٹی لاہور۔

اس مقالہ میں مقالہ نگار نے جدید فلسفہ اور الحاد کا تحقیقی و تقابلی جائزہ کو زیر بحث لایا ہے۔جو میرے موضوع سے ملتا جلتا تو ہے لیکن مقالہ نگار نے جس گوشہ پر کام نہیں کیا ہے اس کو میں نے موضوع تحقیق بنایا ہے۔

٦۔ "مغربی الحاد(لادینیت) کی تاریخ:نشاۃ ثانیہ تا بعد جدیدیت" محمد فیصل ریاض،ایم فل، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

یہ مقالہ مغربی الحاد کی تاریخ اور اس کے بعد یعنی جدیدیت سے متعلق ہے کہ مغربی الحاد یعنی لادینیت کی تاریخ کیا ہے؟اور جدید الحاد کیا ہے؟یہ میرے موضوع تحقیق سے ملتا جلتا ضرور ہے لیکن میرا کام اس سے بالکل مختلف ہے۔

جواز تحقیق(Rationale of the Study)

موضوع منتخب کرنے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱. کفر و الحاد سے متعلق قرآنی آیات کی تشریحات کی صحیح سمت کا تعین اور موضوع کو قابل سمجھ بنانے کے لیے سعی کرنا۔
۲. کفر و الحاد کا جو فساد اس دور میں پھیل رہا ہے، معاشرے میں اس کے خلاف ایسی قوت مدافعت پیدا کرنا کہ اس میں انسان آسانی سے مبتلا نہ ہو سکیں، جس طرح کسی بیماری سے بچاؤ کے لیے ویکسین دی جاتی ہے۔
۳. موضوع کو منتخب کرنے کی ایک وجہ کفر و الحاد کا تدارک ہے جس کے ذریعے مسئلہ کا تعین اور پھر خاتمہ ممکن ہو سکے۔
۴. علاوہ ازیں اس موضوع پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کام نہیں ہوا ہے اس ضرورت کے پیش نظر مقالہ ہذا کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔

مسئلہ تحقیق کی وضاحت(Statement of the Problem)

زیر تحقیق موضوع کا بنیادی مسئلہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

- ہر بات کو کفر، شرک اور بدعت ثابت کرنا ایک خطرناک عمل ہے لہذا ان جیسے چیزوں کا قرآن سے براہ راست سمجھنا اور متعلق تفاسیر سے اس سلسلہ میں معاونت لینا ضروری معلوم ہوتا تھا۔
- اس بنیادی مسئلے کو قرآن مجید سے سمجھ لینا کہ کون کونسی چیزیں کفر میں آتی ہیں اور کونسی چیزیں الحاد میں آتی ہیں؟
- کفر و الحاد کے اسباب کو تلاش کرنا اور سدباب کے لیے ممکن کوششیں بروئے کار لانا۔
- اس موضوع سے متعلق براہ راست قرآنی آیات اور اس کا مدعا اچھی طرح واضح کرنا۔

- ان جیسے نکات کو مقالہ کے تشریحات میں جگہ دینا اور اس پر متعلقہ مواد کو جمع کرنا اس مقالے میں شامل ہے۔

مقاصد تحقیق(Research Objectives)

اس تحقیق کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱. اس مطالعہ کے ذریعے کفر والحاد کے تصورات کے جہات کو واضح کرنا

۲. کفر والحاد کے اسباب و سد باب کو تلاش کرنا

۳. مستند تفاسیر جیسے تفسیر حقانی کی روشنی میں قرآنی آیات کا جامع مطالعہ پیش کرنا

سوالات تحقیق (Research Question)

اس تحقیق سے متعلق سوالات درج ذیل ہیں:

۱. کفر والحاد کے اسباب کیا ہیں اور سد باب کیوں کر ممکن ہے؟

۲. کفر والحاد کے تصور کا قرآن مجید سے براہ راست تعین کیسے ممکن ہے؟

۳. کفر والحاد سے متعلق قرآنی آیات کی معتبر تشریحات کہاں سے مل سکتی ہیں؟

تحدید اور طریقہ کار موضوع

کفر والحاد کے تذکرہ پر مشتمل آیات کا توضیحی مطالعہ اس تحقیق کا خاص میدان ہے۔ توضیحات و تشریحات کے لیے منتخب کتب تفاسیر مثلاً

۱۔ تفسیر حقانی (مولانا عبد الحق حقانی) (پیدائش: ۲۰ اپریل ۱۸۷۰ء وفات: ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء)

۲۔ تفسیر معارف القرآن (مولانا مفتی محمد شفیع) (پیدائش: ۶ اگست ۱۸۸۳ء وفات: ۱۴ مارچ ۱۹۶۳ء)

۳۔ تدبر قرآن (مولانا محمد امین احسن اصلاحی) (پیدائش: ۱۹۰۴ء وفات: ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء)

۴۔ تفسیر ضیاء القرآن (پیر کرم شاہ الازہری) (پیدائش: ۱ جولائی ۱۹۱۸ء وفات: ۷ اپریل ۱۹۹۸ء)

منہج تحقیق(Research Methodology)

اس تحقیق کے لیے درج ذیل اسلوب اور طریقہ کار کو اختیار کیا گیا ہے۔

۱. مقالہ ہذا میں تجزیاتی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔

۲. مواد موضوع کو بنیادی مصادر: جیسے قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اس کے اہم تفاسیر سے اخذ کیا گیا ہے۔

۳. ضرورت کے پیش نظر ثانوی کتب مسئلہ ایمان اور کفر، لامذہبی دور کا پس منظر، الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشروں پر اثرات، الحاد ایک تعارف، مذہب اور جدید چیلنج کی طرف بھی رجوع کیا گیا۔

۴. اصطلاحات کی لغوی تشریح کے لیے لغت کی بنیادی کتب اور اصطلاحی مفہوم کے لیے کتب اصطلاحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۵. حوالہ جات اور حواشی کے لیے نمل یونیورسٹی کے منظور شدہ فارمیٹ کو ملحوظ خاطر رکھ کر شکاگو مینول کو اختیار کیا گیا ہے۔

٦. آیات قرآنی کے ترجمے کے لیے درج ذیل تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مولانا عبد الحق حقانیؒ

مولانا مفتی محمد شفیع

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

مولانا محمد امین احسن اصلاحیؒ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۷. مقالہ ہذا میں تحقیق کے جدید ذرائع (انٹرنیٹ، سافٹ ویئر) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جن میں درج ذیل نمایاں ہیں:

www.kitabasunnat.com

www.almaktabatulwaqifiya.com

www.maktabashamila.com

www.almaktabanoor.com

ابواب وفصول کی ترتیب و تقسیم

باب اول: کفر والحاد کا تعارف اسباب وسدباب اور وجوہات

باب دوم: کفر و الحاد سے متعلق قرآنی آیات کا تفسیری جائزہ

باب سوم: کفر کی قرآنی تعبیرات اور متعلقہ آیات کی تفسیر

ذیلی فصول ومباحث

باب اول: کفر والحاد کا تعارف اسباب وسدباب اور وجوہات

فصل اول: کفر والحاد کا مفہوم واقسام اور مترادفات

مبحث اول: کفر کا مفہوم اور اقسام

مبحث دوم: الحاد کا مفہوم اور مترادفات

فصل دوم: الحاد کے اسباب اور وجوہات

مبحث اول: بڑھتے ہوئے الحاد کے اسباب وسدباب

مبحث دوم: بڑھتے ہوئے الحاد کے وجوہات اور علاج

باب دوم: کفر و الحاد سے متعلق قرآنی آیات کا تفسیری جائزہ

فصل اول: کفر سے متعلق آیات

مبحث اول: کفر پر براہ راست دلالت کرنے والی قرآنی آیات

مبحث دوم: کفر پر بالواسطہ دلالت کرنے والی قرآنی آیات

فصل دوم: الحاد سے متعلق آیات

مبحث اول: الحاد پر براہ راست دلالت کرنے والی آیات

مبحث دوم: الحاد پر بالواسطہ دلالت کرنے والی آیات

باب سوم: کفر کی قرآنی تعبیرات اور متعلقہ آیات کی تفسیر

فصل اول: کفر تکذیب، کفر گمان (کفر شک)

مبحث اول: کفر تکذیب

مبحث دوم: کفر گمان

فصل دوم: کفر تکبر وانکار، کفر اِعراض

مبحث اول: کفر تکبر وانکار

مبحث دوم: کفر اِعراض

فصل سوم: کفر نفاق اور اقسام

مبحث اول: نِفاقِ اعتقادی اور صورتیں

مبحث دوم: نِفاقِ عملی اور صورتیں

مقالہ نگار: رشیدہ بی بی

تاریخ:

باب اول

کفر والحاد کا تعارف اسباب و سدباب اور وجوہات

فصل اول: کفر والحاد کا مفہوم، اقسام اور مترادفات

فصل دوم: الحاد کے اسباب اور وجوہات

فصل اول

کفر والحاد کا مفہوم، اقسام اور مترادفات

مبحث اول: کفر کا مفہوم اور اقسام

مبحث دوم: الحاد کا مفہوم اور مترادفات

مبحث اول

کفر کا مفہوم اور اقسام

لغوی مفہوم:

اردو میں کفر کا لفظ بولا جاتا ہے جبکہ غیر عجمی زبان (عربی) میں کَفَرَ کا لفظ مستعمل ہے۔ جو ک ف ر کا مرکب ہے۔

عربی لغات کی روشنی میں:

معجم مقاییس اللغۃ میں ابن فارس(۱) نے کفر کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

''وَالْكُفْر ضِدُّ الْإِيمَانِ سُمِّيَ لِأَنَّهُ تَغْطِيَةُ الْحَقِّ وَكَذَلِكَ كُفْرَانُ النِّعْمَةِ جُحُودُهَا وَسَتْرُهَا'' (۲)

''کفر کو ایمان کی ضد قرار دینے کی وجہ سے یہ نام دیا جاتا ہے کیونکہ ایمان سچائی کا احاطہ کرتا ہے اسی طرح کسی نعمت کی ناشکری کرنا اور اسے چھپانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔''

- راغب اصفہانی[۳] (۹۵۴ء-۱۱۰۸ء) نے کفر کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اَلْكُفْرُ فی اللُغةِ سترُ الشئ وَوَصْفُ اللَيلِ بِاالكَافِرِ لِستَرهُ الاشخَاصَ والزَراع لِستَرِهِ البذر فِی الارضِ وَ لَیسَ ذَلِکَ بِاسمٍ لهُمَا کَمَا"۔ (۴)

''کفر کی لغوی معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں شب کو بھی کافر اس لیے کہا جاتا ہے چونکہ وہ ساری چیزوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اسی باعث کاشتکار بیج کو زمین کے اندر چھپاتا ہے اس لیے کسان کو بھی کافر کہتے ہیں۔'' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ﴾ (۵)

''کسانوں کے لیے اس کی پیداوار مفید ظاہر ہوتی ہے''۔

۱۔ ابن فارس کا پورا نام ابو الحسین احمد بن فارس زکریا القزوینی الرازی ہے، آپ کی پیدائش ۳۲۹ھ اور وفات ۳۹۵ھ ہے آپ نے بہت سے تصانیف لکھی ہے۔

۲۔ ابن فارس،احمد بن فارس بن زکریا،معجم مقاییس اللغة(دار الفکر :۱۳۹۹ھ۱۹۷۹)۱۹۱/۱

۳۔ راغب اصفہانی پانچویں اور چھٹی صدی کے علماء میں شامل کیے گئے ہیں اصفہانی کا مکمل نام حسین بن محمد بن مفضل بن محمد ہے اور امام راغب اصفہانی کے نام سے معروف ہیں صاحب کشف الظنون میں لکھا گیا ہے۔ کہ امام راغب ۵۰۰ھ کے بعد رحلت فرما گئے ہیں مگر امام سیوطیؒ نے ''بغیتہ الوعاۃ'' میں لکھا ہے کان فی اوائل المائتہ الخامسۃ۔ معلوم ہوتا ہے کہ راغب اصفہانی کی تحصیل علم اور پیدائش کے حوالے سے معلومات نہیں ہے۔ اور امام سیوطیؒ اور ان کے بالتبع طاش کبریٰ زادہ نے ان کا نام مفضل بن محمدؒ لکھا ہے مگر صحیح نام حسین بن محمد ہے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ راغب اصفہانی شعیہ تھے لیکن پھر صاحب وضاحت لکھتے ہیں کہ ان کی کتاب محاضرات الادبار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنی تھے اور امام کی علمی زندگی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ وہ مسلکاً سنی شافعیؒ تھے امام موصوف علمائے سنت سے تھے۔ (راغب اصفہانی، المفردات القرآن، ص۱۸)

۴۔ امام راغب اصفهانی ،حسین بن محمد ، ا لمفردات فی غریب القرآن ، (الدراسات والبحوث:نزار مصطفی الباز) ، ۵۵۹/۱

۵۔ سورہ الحدید:۲۰

سید شریف الجرجانی[۱] کے مطابق کفر سے مراد

''الکُفْرَانَ: سَتْرُنعمَةَالمنْعَمِ بِالجحُوْدِ اَو بِعَمَل هُوْ كَاالجَحُودِ فِی مُخَالِفَةُ المنْعَمِ'' [۲]

''کفر: نعمت کو چھپانا جس کو عطا کیا گیا ہے ناشکری کے ساتھ یا کسی ایسے عمل سے جو عطا کرنے والے کے نافرمانی کے مترادف ہے۔''

﴿فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِۦ﴾ [۳]

''تو اس کی کوششوں کی ناقدری نہیں ہو گی۔''

- تاج العروس کے مطابق لفظ کفر کی تفصیل کچھ یوں ہے:

''اَلکُفْرُ بِالضَم ضِدُ الاِیمَانِ و یَفتحُ بِا لفَتْحِ مَصْدَرُ کَفَرَ بمَعنِی السَتْرُ'' [۴]

''کفر ضمہ کے ساتھ ایمان کا ضد ہے، اور اگر ''ک'' پر فتحہ ہو تو مصدر بنتا ہے، جس کا معنی ہے چھپانا۔ یعنی جب کفر کے ''ک'' پر ضمہ ہو تو مطلب ہے، ایمان کا ضد اور اگر ''ک'' پر فتحہ کے ساتھ کَفَر مصدر بنتا ہے جس کا معنیٰ چھپانا۔''

اسی طرح

"کُفْرُ وَ فِیْ مُقَابِلَةِ الاِیْمَانِ سَتْرُ الحَقِ"[۵]

''یعنی کفر جب ایمان کے مقابلے میں بولا جائے تو معنیٰ ہے حق کو چھپانا۔''

- لسان العرب میں ابن منظور[۶] کے نزدیک کفر کا لغوی معنیٰ ہے:

"کفر نعمت اللہ جحدھاسترھا" [۷]

''کفر اللہ کی نعمت کا انکار کرنا اور چھپانا ہے''۔

۱۔ الجرجانی کا پورا نام علی بن محمد علی الجرجانی الحسینی الحنفی ہے۔ سید شریف الجرجانی مشہور عالم دین اور فلسفی ۱۳۳۹ عیسوی کو تاجو استر آباد میں پیدا ہوئے۔ کتاب التعریفات ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ۱۴۱۳ عیسوی میں وفات پائی، (اردو جامع انسائکلوپیڈیا، ۱/۲۳۹)

۲۔ الجرجانی، علی بن محمد السید ،معجم التعریفات(القاھرہ:دارالفضیلة) باب الکاف، ۱۵۵

۳۔ سورہ الانبیاء:۹۴

۴۔ الزبیدی، محمد بن محمد ،تاج العروس،(کویت:التراث العربی)، ۱۴/۵۰

۵۔ ایضاً، تاج العروس، ۱۴/۵۲۶

۶۔ ابن منظور کا پورا نام و نسب محمد بن مکرم علی بن احمد منظور افریقی الخزرجی جمال الدین ہے آپ کی پیدائش ۱۲۳۰ بمطابق ۶۳۰ھ قاہرہ میں ہوئی۔ آپ نے لغت شعر و ادب کی تعلیم قاہرہ سے حاصل کی۔ دیوان انشاء میں ملازمت ملی اس کے بعد طرابلس کے قاضی بن گئے آپ کی وفات ۷۱۱ھ میں قاہرہ میں ہوئی آپ کی مشہور کتاب لسان العرب عربی زبان میں سب سے جامع ہے جو ۲۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۷۔ ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر ۱۹۵۵ء) ۵/۱۴۴

اردو لغات کی روشنی میں

- تدریس لغۃ القرآن میں کفر کی لغوی معنی: "کفر لغت میں کسی چیز کو ڈھانکنے یا چھپانے کو کہتے ہیں۔ کفران نعمت کے معنی ناشکر گزاری کے ہیں۔ مجازی طور پر رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے۔ چونکہ وہ روشنی کو چھپاتا ہے۔ کاشتکار بیج کو زمین میں چھپاتا ہے۔ اسی بنا پر کاشتکار کو بھی کافر کہا گیا ہے"۔[1]
- جامع اللغات میں کفر کی لغوی تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

"کفر (ع۔ مذکر) انکار، خدا کو نہ ماننا، سچے دین سے انکار کرنا، بے دینی، بے اعتقادی، اعتقاد بد سے نہ پھرنا، ضد، ہٹ، ناشکری، ناسپاسی کے ہیں"۔[2]

- المنجد کے مطابق:

"کفر کے معانی طریقہ، ایمان کی ضد، ناشکری کرنا، چھپانا، کفر کی طرف نسبت کرنا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا، کافر مومن کی ضد، ہتھیار میں چھپا ہوا، وہ احسان کرنے والا جس کی ناشکری کی گئی ہو۔ کے معانی مذکور ہوئے ہیں"۔[3]

"فیروز آبادی[4] کے مطابق کفر سے مراد (بضم اول و سکون دوم و سوم) (ع۔ ا۔ مذ) ناشکری، خدا کو نہ ماننا، بے دینی، ہٹ، ضد، آڑ ہے"۔[5]

المنجد میں کفر کے معنی کچھ یوں بیان ہوئے ہیں:

کفر۔ كَفَرَ- كَفْرًا و كُفْرًا الشيئَ: **کسی چیز کو چھپانا، ڈھانکنا، کہا جاتا ہے۔** كَفَرَ ذِرْعَهٗ بِثَوبه: **اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا۔** الجهل على فلان: **فلاں کے علم پر جہالت کا غالب آنا۔** كَفَرَ ۔ كَفْرًا-وكُفْرًا وكَفُوْرًا وكُفْرانًا: **بڑا ناشکرا۔** كُفْرًا وكُفُوْرًاو كُفْرَانًا نِعِمَ الله و بِنِعَمِ الله: **اللہ کے دیئے ہوئے نعمتوں کی ناشکری کرنا۔** كفر الشيئ الرجل: **آدمی کا چیز کو چھپانا۔** الله له الذنب: **اللہ کا بندے کے گناہوں پر پردہ ڈالنا۔** كَافَرَمكافرةً فلاناً حقّةُ: **فلاں کے حق کا انکار کرنا۔** اَكْفَرَ: **ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا۔** اكرجُلَ: **آدمی کو کافر کہنا، کفر کی طرف منسوب کرنا، کافر بنانا،** اَلْكُفْرُ: **ایمان کی ضد۔ کفر۔** اَلْكَفَرُ والكَفرّى والكُفُرّى والكِفِرّى: **کھجور کے شگوفے کا غلاف۔** اَلكُفْرَانُ: **منعم کی نعمت کی ناشکری اور انکار، ایمان کی ضد۔** اَلْكَافَرُ (فا) ج كَافِرُوْنَ وَكَفَرَة وَ كُفّار وَ كِفَار- **خدا کی نعمتوں کا انکار کرنا** (كُفَّار **کافر کی جمع میں اکثر استعمال ہوتا ہے جو مومن کی ضد**

ا۔ علوی، ابو مسعود حسن، تدریس لغۃ القرآن، (راولپنڈی: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ۱۹۹۷ء) ۱/۱۲۸

۲۔ خواجہ عبد المجید، جامع اللغات، ۲۹۹ (لاہور: اپر مال) (طبع اوّل، ۱۹۸۹ء)، ۲/۱۵۳۲

۳۔ لوئیس معلوف، المنجد (مترجم: عبد الحفیظ بلیاوی)، (لاہور: مکتبہ قدسیہ، ۲۰۰۹)، ۷۵۷

۴۔ فیروز آبادی کا پورا نام ابو طاہر مجید الدین محمد بن یعقوب الشیرازی الفیروز آبادی ہے۔ جو محمد بن یعقوب الفیروز آبادی کے نام سے مشہور ہیں۔ نسبتی نام "الشیرازی" اور "الفیروز آبادی" بالترتیب فارس کے دو شہر شیراز اور اور فیروز آباد کے شہروں کی نسبت کرتے ہیں، آپ کی پیدائش ۷۲۹ء (۱۳۲۹ء) کو شیراز کا ایک علاقہ کازرین میں ہوئی۔ فیروز آبادی فرہنگ نویس تھے، اور القاموس المحیط کے مصنف تھے، جو عربی لغت کا مشہور اور پانچ صدیوں سے استعمال ہونے والی کتاب ہے۔ فیروز آبادی کے معروف تصانیف تقریباً پچاس کے لگ بھگ ہیں، جو لغت عربی، تفاسیر اور احادیث کے متعلق لکھے گئے ہیں، امام فیروز آبادی اٹھاسی سل کی عمر میں ۸۱۷ھ (۱۴۱۵ء) کو یمن کے شہر زبید میں وفات پاگئے۔ (محمد بن علی شوکانی، البدر الطالع، ۸۳۶)

۵۔ الحاج مولوی فیروز الدین، **فیروز اللغات**، (اردو جامع)، (راولپنڈی، لاہور، کراچی، فیروز سنز، ۲۰۰۴ء)، ۱۰۷۴

ہے اور کَفَرَۃ کا استعمال اکثر اس کافر کی جمع میں استعمال ہوتا ہے جو بمعنی ناشکر گزار ہے"۔[1]

اصطلاحی معانی

اصطلاحی اعتبار سے کفر کی معنی ناشکری کرنا، احسان کو چھپانا، انکار کرنا، تکذیب کرنا، کفران نعمت یعنی کسی نعمت کے کفر سے مراد اس نعمت کا شکر ادا نہ کر کے چھپایا جائے۔ اور اس کی نعمتوں کی ناشکری اور پردہ پوشی بھی کفر ہے۔ ہر وہ قول و فعل جو ایمان کے منافی ہو کفر کہلاتا ہے۔

کفر کے اصطلاحی معانی کے حوالے سے اہل علم حضرات کی آراء درج ذیل ہیں:

- ابو ہلال عسکری (۹۲۰ء-۱۰۵۰) کے نزدیک کفر کا اصطلاحی مفہوم کچھ اس طرح ہے:

"اِن الْکُفرِ اَسْمَ یَقَعَ عَلَی ضَرُوْبِ مِنَ الذَنُوب فَمِنْهَا:الشِرْکِ بِاللهِ وَمِنْهَا الجَحدَ لِلنَبُوْۃِ وَمِنْ اِسْتِحْلاَلِ مَا حَرَمَ اللهِ وَغَیْرِ ذَلِکَ مِمَا یَطَوِّلِ الْکَلاَمِ فِیهِ وَاَصْلَهُ التَغْطِیَة" [2]

"کفر کا لفظ کئی ایک گناہوں پر بولا جاتا ہے جن میں شرک باللہ، نبوت کا انکار، خدا کی جائز کردہ اشیاء کو ممنوع کرنا وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ اس کا اصل کسی چیز پر پردہ ڈالنے کے معنی میں بولا جاتا ہے"۔

- امام راغب اصفہانی کے نزدیک کفر کی اصطلاحی مفہوم کچھ اس طرح ہے:

"و کُفْرُالنِعْمَةِ وَ کُفْرَانُهَا سَتْرُهَا بشرک اداء شُکْرِهَا"۔[3]

کفران نعمت یعنی کسی نعمت کے کفر کا مطلب یہی ہے، کہ اس نعمت کا شکر ادا نہ کر کے چھپایا جائے۔ اور اس کی نعمتوں کی ناشکری اور پردہ پوشی بھی کفر ہے شکر ادا کرنے والوں کو نوازتا ہے۔

رب کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرِۭ﴾[4]

"یعنی اس کا انکار کرنے والے اور اسے چھپانے والے نہ بنو"۔

- امام قرطبیؒ (۱۲۱۴ء-۱۲۷۳ء) کفر کا معنی ڈھانپنے، پردہ ڈالنے کے معنی میں لیتے ہیں، اس کی وضاحت آپ یوں کرتے ہیں:

"عرب کلام میں کفر کی اصل ڈھانپنا اور پردہ ڈالنا ہے۔ شاعر کا قول ہے: فی لیلة کفر النجوم غمامها-(رات کے بادلوں نے ستاروں کو چھپا دیا) اسی بنا پر رات کو کافر کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی تاریکی کے ساتھ ہر چیز کو چھپا لیتی ہے۔ کافر

۱۔ المنجد (عربی، اردو مترجم: عصمت ابو سلیم)، (لاہور: مکتبہ دانیال)، ۶۸۸

۲۔ العسکری، الحسن بن عبداللہ بن سهل بن سعيد، الفروق في اللغوية العسكري، (القاهره: دارالعلم والثقافت)، ۲۲۸

۳۔ راغب اصفهانی، المفردات في غريب القرآن، ۵۵۹/۱

۴۔ سورۃ البقرہ: ۴۱

دریا اور بڑی نہر کو کہتے ہیں کافر کسان کو بھی کہتے ہیں، کافر کی جمع کفار ہے۔"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ﴾[2]

"مثال ایک بارش کے ہے خوش کیا کسانوں کو"۔

- **محمد اشرف تھانوی[3] (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) کفر کی اصطلاحی معنی کچھ یوں بیان کرتے ہیں:**

"عَدَمَ تَصْدِيْقُ الرَّسُوْلَ فِيْ بَعْضِ مَا عَلَمَ مُجِيْئَهُ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللهِ ضَرُوْرَةً"[4]۔

اللہ کے نبی ﷺ جن واضح باتوں کو لایا ہے، ان بدیہیات میں سے بعض کی تکذیب کرنا، یعنی اس کو جھوٹ سمجھنا۔ ان کی تصدیق نہ کرنا کفر کہلاتا ہے"۔

- **حافظ مبشر حسین کفر کا اصطلاحی مفہوم لکھتے ہیں:**

"اسلامی اصطلاح میں کفر کا لفظ ایمان کے بالمقابل (اس کے برعکس) استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ کافر اسے کہتے ہیں جو دین حق کو پوری طرح سے قبول کرنے اور اس کا اقرار کرنے کی بجائے اسے چھپاتا ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے کسی چیز کو چھپانے سے مراد اس کا انکار ہے۔ اس وجہ سے ے لفظ کفر کا معنی ''انکار'' بھی کیا جاتا ہے"۔[5]

مفتی محمد شفیع کفر کا وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کفر کی لغوی مفہوم پوشیدہ کے ہیں شکر نہ کرنے کو بھی کفر کہتے ہیں۔ کیونکہ محسن کے احسان کو چھپانا ہی ناشکری ہے شرعی اصطلاح میں جس شے پر یقین رکھنا لازم ہے اس میں سے کسی ایک کا نہ ماننا کفر ہے"۔[6]

شرعی مفہوم

- **مفتی محمد شفیع (۱۸۹۷ء-۱۹۷۶ء) کفر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

"کفر ان تمام چیزوں کا انکار ہے جن پر ایمان لانا شریعت کا تقاضا ہے۔ مثال کے طور پر ایمان کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس بات کا دلیل یہ ہے کہ ایمانداری کے ساتھ ان تمام باتوں کا ماننا، تصدیق کرنا، حقیقت سے واقف ہونا، اس لیے جو آدمی نبی

۱۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، (مترجم: پیر محمد کرم شاہ الازہری) (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز) ۱/۲۰۰

۲۔ سورۃ الحدید: ۲۰

۳۔ اشرف علی تھانوی بھارتی حنفی عالم چشتی مرشد، صوفی بہشتی زیور اور بیان القرآن جیسی کئی اور کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی پیدائش ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء کو ہوئی۔ آپ کی تصانیف اور رسالوں کی تعداد آٹھ سو ہے۔ جیسے تفسیر البیان، اعمال قرآنی، احیاء السنن، امداد الفتاوی، بہشتی زیور زیادہ مشہور ہیں۔ آپ ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو ۸۰ سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے رحلت کر گئے۔

۴۔ تھانوی، اشرف علی، موسوعۃ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (بیروت: مکتبہ لبنان، ۱۴۲۳ء) ۲/۱۳۶۸

۵۔ حافظ، مبشر حسین، انسان اور کفر، (لاہور: مبشر اکیڈمی، ۲۰۰۸ء)، ۴۳

۶۔ مفتی شفیع، محمد شفیع، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ المعارف القرآن ۱۴۲۹ء) ۱/۱۱

کریم ﷺ کی ان تعلیمات میں سے جن کا ثبوت یقینی اور قطعی ہے، اگر وہ کم از کم ان میں سے کسی ایک کو بھی سچ نہ مانے اور اس کی صحیح ہونے کی تائید نہ کرے وہ کافر تصور ہو گا"۔[۱]

- ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے کفر کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"قرآن میں کفر کا کلمہ تسلیم نہ کرنے کی معنی میں مستعمل ہے۔ انکار کی دو اقسام ہے۔ ایک یہ کہ فقط انکار ہو، ایک انکار جارحانہ ہیں"۔[۲]

کفر کے اقسام

مولانا امین احسن اصلاحی کفر کے مختلف معنوں میں استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں لفظ کفر قرآن مجید میں بہت سے معنوں میں مستعمل ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

کفر بالمقابل ایمان

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَأَنذَرۡتَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تُنذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾[۳]

"بے شک جو کفر کرنے والے ہیں ان کے لیے دونوں برابر ہے، ان کے لئے چاہے تم انہیں خوف دلائیں یا نہ دلائیں، وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں"۔

کفر بمعنی ناشکری

﴿فَٱذۡكُرُونِيٓ أَذۡكُرۡكُمۡ وَٱشۡكُرُواْ لِي وَلَا تَكۡفُرُونِ﴾[۴]

"پس اگر تم میرا ذکر کروں گے تو میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرے شکر گزار بنو، اور ناشکری نہیں کرنا"۔

کفران نعمت (مطلقاً انکار)

﴿وَفَعَلۡتَ فَعۡلَتَكَ ٱلَّتِي فَعَلۡتَ وَأَنتَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾[۵]

"اور ایک اور کام تو نے کیا تھا جو کیا، اور تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو"۔

﴿إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا﴾[۶]

"ہم نے انسان کو رستہ بتا دیا، کہ وہ شکر گزار ہو یا خواہ ناشکر ابن جائے"۔

۱۔ ایضاً، ۱/ ۱۱۷

۲۔ آزاد، محی الدین ابو کلام احمد، **ترجمان القرآن** (لاہور: مکتبہ قدسیہ) ۱/ ۱۵۲

۳۔ سورۃ البقرہ: ۶

۴۔ سورہ البقرہ: ۱۵۲

۵۔ سورۃ الشعراء: ۱۹

۶۔ سورۃ الدھر: ۳

کفر بمعنی فسق

﴿وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ﴾[1]

"اور جو اس کے بعد انکار کرے پس وہ لوگ فاسقین میں سے ہیں"۔

اس مطالعہ سے ثابت ہوا کہ کفر کے کئی معانی ہیں: جن میں سے ایک ایمان کی ضد، دوسرا ناشکری اور تیسرا کفرانِ نعمت، جب کہ ایک معنی فسق کا بھی آتا ہے۔ کفر جس معنی میں بھی مستعمل ہو، اس سے اپنے آپ کو بچانا لازمی ہے، کیوں کہ ہر ایک میں مبتلا ہونے کا نقصان ہے۔

۱۔ سورۃ النور:۵۵

مبحث دوم

الحاد کا مفہوم، اقسام اور مترادفات

لغوی مفہوم:

عربی کی طرح لفظ الحاد اردو میں بھی مستعمل ہے جس کا مادہ ل ح د ہے[1]۔ الحاد کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے:

- مثلاً امام الماوردی[2] کے مطابق الحاد کی تفصیل کچھ یوں ہے:

"فِيْهِ خَمْسَةُ تَأوِيْلَاتٍ :أحَدُهَا يَكْذِبُوْنَ بِآيَاتِنَا،الثانی: يَمِيْلُوْنَ عَنْ آيَاتِنَا، الثَالِثَ يَكْفُرُوْنَ بِنَا، الرابع يَعْانِدُوْنَ رُسُلَنَا ،الخَامِسْ: هُوْ الْمَكَاءُ وَالتَصْفِيْقُ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ"[3]۔

"اس کی پانچ تاویلیں ہیں۔ پہلا: وہ ہماری آیتوں کا تکذیب کرتے ہیں دوسرا: ہماری آیتوں سے منہ موڑتے ہیں تیسرا وہ ہمارا انکار کرتے ہیں، چوتھا ہمارے رسولوں سے عناد کرتے ہیں، پانچواں تلاوتِ قرآن کی وقت آوازیں نکالتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں"۔

- امام طبرانی کے مطابق:

"واللَّحْدُ واللِّحَادُ بمعنى وَاحِدٍ وَهُوْ الْمَيْلُ وَمِنْهُ الْمُلْحِدُ لَعَدُوْلِهِ عن الحْقِ ومنهُ اللَّحْدُ الّذي في القَبرِ لأنه في جانبٍ مِنْهُ"[4]

"لحد اور الحاد کی ایک معنی ہیں جو کہ میلان ہے اور اس سے ملحد بنا ہے کیونکہ ملحد حق سے منہ موڑتا ہے اور اس سے لحد بھی نکلا ہے، جو کہ قبر میں ایک طرف پر ہوتا ہے"۔

- لویس معلوف (۱۸۶۷ء-۱۹۴۶ء) نے الحاد کے لغوی معانی کچھ اس طرح بیان کیے ہیں:

"حق سے انحراف کرنا ہے، لحد- یلحد-لحدافی الدین، یعنی مذہب سے پھر جانا، دین میں جگڑا کرنا، اللہ کے احکام کو چھوڑنا، ظلم کی جانب متوجہ ہونا اور اللہ کے بارے میں گمان کرنا، حلال کو حرام سمجھنا، عیب

۱۔ ولا يقال: لَحَدَ: إذا ترك القصد ومال، إلى الظلم، ومنه قولُه تعالى: مَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ (الفراهيدي،الخليل بن احمد(المتوفى: ۱۷۰ھ)كتاب العين ،تحقيق ،مهدى المخزومى ،ابراهيم السامرانى،دارلمكتبه الهلال ،۳/۱۸۳

۲۔ الماوردی کا پورا نام ابو الحسن علی بن محمد حبیب البصری الماوردی ہے۔ آپ ۳۶۴ھ میں پیدا ہوئیں۔ علامہ الماوردی اپنی تفسیر النکت والعیون اور مشہور تصنیف الاحکام السلطانیہ کی وجہ سے مشہور ہوئیں، اس کے علاوہ آپ کی کتب میں ادب الدنیا والدین، قانون الوزارۃ، سیاستۃ اعلام النبوۃ شامل ہیں، الماوردی ۸۴ سال کی عمر میں ۴۵۰ھ کو بغداد میں وفات پا گئے۔ (تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبری، ۵/۲۶۷)

۳۔ الماوردى،ابو الحسن على بن محمد بن محمد ،وا لكتاب لنكت والعيون،۵/۱۸۰

۴۔ امام طبرانی، سليمان بن احمد ابو القاسم الطبراني ،(المتوفى: ۳۶۰ھ)، القرآن العظيم،۷/۲۶۷

لگانا، کفر، بے دینی، جائے پناہ، کافروں کی ایک جماعت جس کو دہریہ کہتے ہیں"۔[1]

اور آیت کریمہ:

﴿ لِّسَانُ ٱلَّذِی يُلۡحِدُونَ ﴾[2]

"اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں۔"

میں یَلْحِدُوْنَ لَحَدَ **سے ہے، اور ایک قرات میں** یَلْحِدُوْنَ (اَلُحَدَ **سے) ہے کہا جاتا ہے** ،اَلْحَدَ فُلانٌ **فلاں حق سے ہٹ گیا ہے۔**

- **الحاد کی تفصیل المنجد میں کچھ یوں بیان کی گئی ہے:**

لحد: لَحَدَ-لَحْدًا المیْتَ: **میت کو دفن کرنا**۔للمیت: **میت کے لئے بغلی قبر کھودنا**۔السھمُ عن الھدف: **تیر کا نشان سے چوک جانا**۔الی فلانٍ: **کی طرف جھکنا، مائل ہونا**۔فِیْ الدین: **مذہب سے پھر جانا، ملحد ہو جانا**۔علّی فی شھادته: **میرے خلاف گواہی میں گنہگار ہونا**۔لاَحَدَمُلاحَدَةً صاحِبَهُ: **ہر ایک کا دوسرے سے کجی اختیار کرنا**۔اَلْحَدَ اِلْحَادًا اَلْمیتَ و اللحد و للمیتِ: **مردے کو دفن کرنا، لحد کھودنا، مردے کے لئے بغلی قبر کھودنا**۔عن الدین **دین سے ہٹ جانا، دین کو برا بھلا کہنا، لڑائی کرنا، اللہ کے حکم کو ترک کرنا ناانصافی کی جانب راغب ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں شک وشبہ کرنا**۔فی الحَرَم **حرم کی بے حرمتی کرنا، عیب لگانا**۔لِاِلْحَاداَلْحَدَ **کا مصدر کفر**۔اللَحُود **مائل ہونا، جھکنا** الملاحدة **ملحدین، دہریہ، نیچری (کفار کا ایک فرقہ) جو دہریئے اور نیچری کہلاتے**۔لمِلْتَحَد **ملحد، جائے پناہ**۔اِلْتَحَدَعن الدین **دین سے پھر جانا**۔[3]

- **مولوی فیروزالدین الحاد کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں:**

اِلحاد (اِل۔حاد) (ع۔ا۔مذ) صحیح راستے سے کتر جانا، دین حق سے ہٹ جانا۔ ملحد ہو جانا۔"[4]

مفتی شفیع کے مطابق الحاد کی معنی:

"الحاد کے معنی جس چیز کو ضروری کہا گیا ہے، اس کا ارادہ ہی نہ کرنا، کسی کو اللہ کے ساتھ جوڑنا،، ظلم کرنا اور خوراک کی ذخیرہ اندوزی ہے"۔[5]

اصطلاحی مفہوم

قرآن کی آیات سے انحراف کو الحاد کہتے ہیں کھلے عام انکار اور جھوٹی تاویلات کے بہانے رد کرنا، لیکن عام طور سے الحاد ایک انحراف ہے کہ انسان کا ظاہری طور پر یہ اعلان کرنا کہ وہ قرآن اور اس کی آیات کو مانتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا

---

۰۱ لویس معلوف،المنجد،(مترجم:عبد الفیظ بلیاوی)،(لاھور:مکتبه قدسیه،۲۰۰۹)، ۷۸۲

۲۔ سورۃ النحل:۱۰۳

ا۔ ابو سلیم، **المنجد** (عربی، اردو: مترجم عصمت ابو سلیم)، (لاہور: مکتبہ دانیال)، ۱۲،۷

۴۔ فیروزالدین، **فیروز اللغات** (اردو جامع، راولپنڈی، لاہور، کراچی فیروز سنز، ۲۰۰۴)، ۱۲۰

۵۔ مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، ۷/ ۶۵۸۔۶۵۹

ہے لیکن ایسا نہیں کرتا مگر ان کے معانی ایسے گھڑتا ہے۔ جو قرآن وحدیث کے دلائل اور اکثریت امت کے منافی ہوں۔ اور قرآن کے معنی کے خلاف ہوں۔ ذیل میں آپ کو متعدد اہل علم حضرات کی آراء ملیں گی، جو الحاد کی اصطلاح کے معنی کی وضاحت کرتے ہیں:

- تفسیر ابن کثیر میں الحاد سے مراد

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْإِلْحَادُ وَضْعُ الْكَلَامِ عَلَى غَيْرِ مَوَاضِعِهِ وَقَالَ قِتَادَةِ هُوْ الْكُفْرُ وَالعِنَادُ''(١)۔

''ابن عباس نے کہا الحاد الفاظ کو غیر مناسب جگہوں پر ڈالنا ہے، قتادہ نے کہا یہ کفر اور عناد ہے۔''

- تفسیر قرطبی کے مطابق الحاد کی تفصیل کچھ یوں ہے:

''وَالْإِلْحَادُ هو الْمَيْلُ وَالنفور وَمِنْهُ اللَّحْدُ فِي الْقَبْرِ لِأَنَّهُ أُمِيلَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنْهُ يُقَالُ أَلْحَدَ فِي دِينِ اللَّهِ أَيْ حَادَ عَنْهُ وَعَدَلَ. وَلَحَدَ لُغَةٌ فِيهِ وَهَذَا يَرْجِعُ إِلَى الَّذِينَ قَالُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ وَهُمُ الَّذِينَ أَلْحَدُوا فِي آيَاتِهِ وَمَالُوا عَنِ الْحَقِّ فَقَالُوا لَيْسَ الْقُرْآنُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ أَوْ هُوَ شِعْرٌ أَوْ سِحْرٌفَالْآيَاتُ آيَاتُ الْقُرْآنِ قَالَ مُجَاهِدٌ يُلْحِدُونَ فِي آياتِنا أَيْ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ بِالْمُكَاءِ وَالتَّصْدِيَةِ وَاللَّغْوِ وَالْغِنَاءِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ تَبْدِيلُ الْكَلَامِ وَوَضْعُهُ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ وَقَالَ قَتَادَةُ يُلْحِدُونَ فِي آياتِنا يَكْذِبُونَ فِي آيَاتِنَا '' (٢)

''الحاد کی معنی میلان اور عدول کے ہیں۔ ان میں سے قبر کے لحد بھی ہے، جو ایک طرف مائل ہوتی ہے کہتے ہیں۔ وہ خدا کے دین سے ملحد ہو گیا، یعنی اس سے ہٹ گیا، اور ظالم ہے۔ لحد کی لغوی معنی یہاں یہ ہے۔ یہ بات ان لوگوں کی طرف لوٹتی ہے، جنھوں نے کہا، کلام الٰہی کو مت سنو، اور اس کی معنی میں تبدیلی کرو۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور حق سے سرکشی کی، چنانچہ انہوں نے کہا، قرآن اللہ کی جانب سے نہیں اترا ہے۔ اور یہ شاعری اور جادو ہے آیات قرآن۔ مجاہد نے کہا وہ ہماری آیات کے بارے میں ملحد ہیں یعنی دعا کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے وقت مناجات کرتے ہیں بے ہودہ باتیں کرتے ہیں۔ ابن عباس نے کہا یہ کلام کو بدل کر غلط جگہ پر ڈالتے ہیں قتادہ نے کہا وہ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں۔ مفہوم ایک جیسا ہے۔''

- امام راغب اصفہانی الحاد کی اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
- ''تَرَکَ الْقَصْدُ فِيمَا اَمْرَبِهِ، أَشْرَکَ بِاللهِ أَوْ ظُلْمًا اَوْ اِحْتَکَرَ الطُعَامَ'' (٣)

''اوامر میں اعتدال کو ترک کرنا، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، یا ظلم کرنا اور یا ذخیرہ اندوزی کرنا ہے۔''

١۔ ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، ٢/٢٦٥

٢۔ تفسیر قرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، ١٥/٣٦٦

٣۔ راغب اصفہانی، **مفردات القرآن**، ٣١٥

- تاج العروس میں الحاد کی اصطلاحی معنی کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے:

''أشرکَ باللہ تعالیٰ ھکذا فی سائِر النُّسخ التی بأیدینا ونقلہ المصنِّف فی البصائرِ عن الزَّجَّاج والذی فی اُمّھات اللغۃ وقیل الالحادُ فیہ الشَّکّ فی اللہ قالہ الزّجَّاجُ ھکذا نقلَہ فی اللسان فلْیُنظر أو ألْحَدَ فی الحَرَم ظَلَمَ وھو أیضاً قولُ الزّجّاج أو الْحُدَ فی الحَرَمَ احتَکَرَ الطَّعَامَ فیہ وھو مأخُوذ من الحدیث عن عُمر احتِکارُ الطعامِ فی الحَرَمِ إلْحاد'' (۱)

''کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا الحاد ہے۔ ہمارے پاس جس قدر بھی نسخے ہیں وہ البصائر کے مصنف زجاج اور لغت کی بڑی کتب یہی معنی بیان کرتی ہیں۔ اور اس کی معانی یہ بھی ہے کہ اللہ کے وجود میں شک کرنا، اس کو زجاج نے بیان کیا اور لسان العرب میں بھی اس طرح نقل کیا گیا ہے تو غور و فکر مطلوب ہے اور اس کا معنی یوں بھی ہے اللہ کے ساتھ کسی کو جوڑنا ظلم ہے، حرم میں ذخیرہ اندوزی الحاد ہے۔ یہ معنی حضرت عمر کے کلام اور روایت سے ماخوذ ہے کہ حرم میں خوراک کی ذخیرہ اندوزی الحاد ہے''۔

- منظور افریقی نے الحاد کی وضاحت یوں کی ہے:

''اَلْمُلْحِدْ العَادِل عَنِ الحَقِ الْمُدخِلَ فِیْہِ مَا لَیسَ فِیْہِ وَ قَدْ ذَکَرَ لِھٰذَا مَعْنِی اَخِر یُلْحِدُونَ اَیْ یُعْتَرِضُوْنَ''(۲)

''دوسرے الفاظ میں ملحد وہ شخص ہے جو حق سے روگردانی کرے اور جو چیز اس میں نہیں اس چیز کو اس میں داخل کرنا اور دوسری معنی اعتراض کرنے کے ہیں''۔

- مفتی شفیع الحاد کی اصطلاحی معنی کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''قرآنی آیات سے انحراف کو قرآن وسنت کی اصطلاح میں الحاد کہا جاتا ہے لغوی معنوں میں جھوٹی تاویل کے بہانے کھلے انکار اور انحراف کے ذریعے انحراف وسیع پیمانے پر ہوتا ہے اپنے عقیدے کی وجہ سے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ قرآن اور اس کی آیات پر عقیدہ رکھتا ہے حالانکہ وہ اس کا مطلب اس طرح نکالتا ہے جو قرآن، سنت اور امت کے عقائد سے متصادم ہو اور اس طرح قرآن کے مقصد کو پلٹ دیتا ہے''۔(۳)

According to Axford Dictionary:

> "Atheism means the belief that God does not exist, and its opposite is monotheism."[4]

''الحاد کا مطلب یہ عقیدہ رکھنا ہے، کہ کوئی خدا موجود نہیں ہے، اور اس کا مخالف لفظ توحید پرستی ہے''۔

۱۔ محمد بن محمد، زبیدی، **تاج العروس** (بیروت، دارالکتب المورد، ۱۹۳۴ء)، ۳۱۵

۲۔ ابن منظورافریقی، محمد بن مکرم ،**لسان العرب** (بیروت: دار الصادر، ۱۹۵۵ء)، ۱۴۰

۳۔ مفتی شفیع، مولانا محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: ادارہ المعارف، ۱۹۴۸)، ۷/ ۶۵۸۔۶۵۹

۴۔ Simon Black Burn, Oxford DictionarLondon, Oxford University Press,2008,35

الحاد کی اقسام:

موضوع الحاد اتنا وسیع ہے کہ دور حاضر کے مفکرین نے اس کو درج ذیل تین اقسام میں تقسیم کر دیا ہے:

ا۔الحاد مطلق(Gnosticism)

محمد دین جوہر الحاد مطلق کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحاد مطلق (Gnosticism)سے مراد ہے علم یا معرفت رکھنا۔یہ لوگ روح ،دیوتا،جنت ودوزخ، فرشتے اور مذہب سے متعلقہ روحانی اُمور اور مابعد الطبیعاتی(Meta Physical)امور کو کسی صورت تسلیم نہیں کرتے۔یہ ملحدین خدا کے انکار کے معاملے میں شدت کا رویہ رکھتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ان کو یہ علم ہے کہ انسان اور کائنات کی تخلیق میں کسی خالق کس کمال نہیں ہے بلکہ یہ دنیا خود وجود میں آئی ہے۔اس نقطہ نظر کے حامل لوگوں کو لادری(Gnostic Athiest) کہا جاتا ہے۔عام طور پر جب ملحدین کا ذکر ہوتا ہے تو ملحدین سے مراد یہی طبقہ ہوتا ہے۔[۱]

۲۔لادریت(Agnosticism)

اس طبقے کے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ خدا ہے یا نہیں، ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں اس عقیدے کے ماننے والے لوگ خدا کے انکار و اقرار دونوں سے دور رہتے ہیں۔ان کا یہ سوچ ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے خدا کے بارے میں۔ان لوگوں کو(Agnostic Athiest) کہا جاتا ہے۔[۲]

۳۔ڈیزم(Deism)

ملحدین کا یہ گروہ خدا کو صرف ایک خالق کائنات کی حد تک ماننے کا اقرار کرتے ہیں۔اس نظریے کے قائل لوگوں کے مطابق خدا کائنات کو وجود میں لا کر اور اس کے لیے مقررہ قوانین بنا کر خود کو معطل کر چکا ہے۔لہذا نظام کائنات میں اب کسی ہستی کی مداخلت نہیں ہے اور اس کائنات کا نظام چلانے والا کوئی نہیں ہے۔[۳]

مترادفات:

ذیل میں الحاد کے کچھ مترادفات ہیں، جو عربی اور اردو زبانوں میں مستعمل ہیں:

عُدُول: عدول کا لفظ الحاد کے ہم معنی کے طور پر مستعمل ہے۔یہ لفظ بھی مطلوبہ راستے سے انحراف کے معنی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ڈکشنری میں وضاحت ہے۔کہ عدول کا مطلب منہ پھیرنے اور انکار

۱۔ جوہر، محمد دین، الحاد ایک تعارف، (لاہور: محل دربار مارکیٹ، ۲۰۱۷)، ۸۶

۲۔ ایضاً۔۸۷

۳۔ ایضاً۔۸۷

کرنے کا ہے۔[1] قرآن مجید میں بھی عدول لفظ کا استعمال ہوا ہے، جیسے:

﴿فَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُواْ﴾[2]

"سو تم ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو"۔

الکفر: "کفر کا لفظ اصطلاحی طور پر الحاد کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے کفر کا مطلب حق کا انکار کرنا بھی ہے اور حق سے انکار کرنا الحاد ہوتا ہے۔" آیت مبارکہ:

﴿إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ﴾[3]

"جب تم اللہ کی آیتوں کو سنتے ہو تو انکار کرتے ہو"۔

انحراف: الحاد کے مترادف کے طور پر لفظ ''انحراف'' استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح منحرف کا لفظ راستے سے بھٹکنے والے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کا دین کے اصولوں اور دین کے طریقوں سے ہٹ کر نئی راہ تلاش کرنا ایک بدعت ہے۔ اسے انحراف کہتے ہیں۔ لفظ الحاد کی لغوی بحث کے سلسلے میں اردو لغت میں بھی لفظ ''تحریف'' کا ذکر آیا ہے۔[4] عربی زبان میں اس معنی میں استعمال ہونے والا لفظ التحریف ہے جس کا مادہ ح ر ف رہے۔ تحریف سے مراد بھی ہٹے ہوئے کے ہیں ۔جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ فرماتا ہے:

﴿ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ ﴾[5]

"وہ الفاظ کو ان کے مواضع سے بدلتے ہیں"۔

دہری اور زندیق: لغت کی کتابوں میں دہریہ اور زندیق الحاد کے مترادف الفاظ ہیں علم الکلام کے ماہرین نے الحاد کی اصطلاح کے ساتھ زندیق کا لفظ اس کے مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے جس کے معنی بے دین ہونا، بد اعتقاد ہونا نیز باطن میں کفر اور ظاہر میں ایمان بیان ہوئے ہیں۔ مصری مفکر احمد امین فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں زندیق کا لفظ نہیں تھا، عرب لوگ جب اس مفہوم کو ادا کرنا چاہتے تو ملحد یا دہری کہا کرتے تھے[6]۔ اس سے واضح ہوا کہ لفظ زندیق بھی الحاد سے ملتا جلتا ایک قسم کا کفرِ نفاق ہے۔ الغرض یہ کہ

۱۔ فیروز الدین، فیروز الغات، ۱۱۰۵

۲۔ سورہ النساء:۱۳۵

۳۔ سورہ النساء:۱۴۰

۴۔ علمی لغت، ۱۲۳۹ وارث سرہندی، علمی کتب خانہ، فروری ۱۹۷۹ء

۵۔ سورہ النساء:۴۶

۶۔ احمد امین، فجر الاسلام، باب ۲ (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۷۱ء ۳۳۵۔

زنادقہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے فکری و عملی دونوں صورتوں میں اسلام سے انحراف کیا اور الحاد کے راستے میں پڑ گئے۔

خلاصہ بحث

اہل علم اور عربی وار دو لغات کی آرا پر مبنی کفر لفظ کے بنیادی معنی چھپانے اور ڈھانکنے کے ہیں کفر کو ایمان کی ضد ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا جاتا ہے، کیونکہ ایمان سچائی کا احاطہ کرتا ہے۔ ہر قول و فعل جو ایمان کے خلاف ہو کفر کہلاتا ہے ایمان یہ ہے کہ وہ دل سے ہر اس چیز کی تصدیق کرتا ہے جو حضور ﷺ اللہ کی جانب سے لائے ہیں اور مانتے ہیں۔ کہ وہ سچے ہیں، اور جو کوئی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو نہیں مانتا، ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ وہ اسے درست اور سچ نہ مانے اس کی صحیح ہونے کی تائید نہ کرے وہ کافر کہلاتا ہے۔ بے دینی، گمراہی، اسلام کی ضد وغیرہ کے الفاظ کفر کے مترادفات کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں اس طرح لفظ الحاد کا معنی انکار وانحراف، اصل مطلوب و مقصود راستہ سے ہٹنا ہے، الحاد اصل میں ایسا انحراف ہے کہ ظاہری طور پر قرآن کی آیات پر عقیدہ رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کے معنی ایسے نکالتا ہے، جو قرآن کے نصوص اور امت کے متصادم ہو۔ عدول، کفر، انحراف، بے دینی، لامذہبیت اور گمراہی کے الفاظ الحاد کے مترادفات کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

فصل دوم

الحاد کے اسباب اور وجوہات

مبحث اول: بڑھتے ہوئے الحاد کے اسباب و سدباب

مبحث دوم: بڑھتے ہوئے الحاد کے وجوہات اور علاج

مبحث اول

بڑھتے ہوئے الحاد کے اسباب وسدباب

قرآن کریم کتاب ہدایت ہے جس وقت قرآن کریم کا نزول ہوا تو اسکی تعلیمات سے دنیا میں انقلاب آیا۔ واضح کیا گیا اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ اس کتاب کا محافظ میں خود ہوں۔ اور قرآن وہ کتاب ہے، جس میں تمام مسائل کے حل کے اصول موجود ہیں اور یہ کتاب دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے راہ ہدایت ہے۔ قرآن کریم کو اللہ عزوجل نے روز قیامت تک آنے والوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ صرف خدا سے ڈرنے والے لوگ قرآن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مذہب بے زاری یعنی الحاد کی روک تھام کے لیے حکمت عملی کی ضمن میں لوگوں کو ان کی فطرت اور مزاج کی بنیاد پر یک طرفہ طور پر راغب کرنے کے بجائے جدید نفسیاتی اور ثقافتی رجحانات پر توجہ دی جائے اور لوگوں کے الحاد اور مذہب کی طرف مائل ہونے اور بڑھتے ہوئے الحاد کے بہت سارے اسباب ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف صورتیں اور شکلیں اختیار کرتے رہتے ہیں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل پیراوں میں کیا گیا ہے۔

الحاد کے اسباب وسدباب

الحاد صورت ظن

الحاد ظن یعنی گمان کی ایک صورت ہیں نبی کریم ﷺ کے دور میں زیادہ تر لوگ خدا پر کسی نہ کسی شکل میں یقین رکھتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خدا کا انکار کرتے تھے۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں وارد ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ''(۱)

''اور جو قیامت کے دن کو نہیں مانتے اور ان کا کہنا ہے، کہ زمانہ ہی ہمیں زندگی اور موت دیتا ہے، اور ان کو کوئی علم نہیں ہے، اور یہ لوگ صرف گمان کرتے ہیں۔''

اللہ الحاد کرنے والوں کا جواب اس آیت میں دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے جس سے حق واضح ہو جائے۔ یہ صرف قیاس کی بنیاد پر بات کرتے ہیں۔ جدید الحاد کی حقیقت بھی یہی ہے بغیر ثبوت باتیں ہر کوئی بنا سکتا ہے جن کی تصدیق نہیں کی جاسکتی، جس طرح عہد نبوی کے دہریوں نے جو بنائے تھے۔

۱۔ سورہ جاثیہ: ۲۴

یہ جملہ تقریباً ہر کسی نے سنا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جو فطرت پر قائم ہے۔ اس جملے کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فطرت دی ہے وہ مذہب کو جذب کر کے قبول کرنا ہے۔ عصر حاضر میں جو اہم مسئلہ ہمیں درپیش ہے، وہ دین سے بے زاری، اسلام سے روگردانی، اور الحاد کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ اور اس الحاد کے شکار زیادہ تر بچے اور تعلیم یافتہ یعنی ظاہری طور پر پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل ہے صرف بے دین لوگوں کا مسئلہ نہیں، بلکہ اس میں دین دار اور مسلمان گھرانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ دین سے دوری اختیا کر کے الحاد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہاں الحاد کے چند رجحانات کو بیان کیا گیا ہے۔

قناعتِ دنیا انکارِ آخرت کا سبب

دنیا پرستی اور آخرت سے انکار وہ فکری رجحانات ہیں، جو انسان کو خیانت کی طرف مائل کرتی ہیں۔ آخرت کی جواب دہی سے بے فکری اور دنیاوی مفادات کا حصول انسان کے رویے کو تباہ کر دینے والے اسباب ہیں۔ ایسا شخص جو صرف دنیاوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے زندگی گزارتا ہے آخرت کے حوالے سے نہایت غفلت کا شکار ہوتا ہے جو اصل تباہی اور مستقبل کا خسارہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دار کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا وَرَضُواْ بِٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَٱطۡمَأَنُّواْ بِهَا وَٱلَّذِينَ هُمۡ عَنۡ ءَايَٰتِنَا غَٰفِلُونَ ﴾(۱)

”درحقیقت ایسے لوگ ہیں کہ جو ہمیں دیکھنے کی توقع نہیں رکھتے اور وہ دنیاوی حیات پر مطمئن ہیں اور ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔“

آیتِ مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ سے ملنے کا یقین نہیں کرتے، وہی لوگ دنیا کی زندگی بنانے کو اہمیت دیتے ہیں اور آخرت کے دن پر ان کا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ خود تو غلط فہمی میں مبتلا ہیں، تاہم دوسروں کو بھی گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ زمانے کے تیز رفتار ترقی کے ساتھ انسان کی فکر بھی اسی رفتار سے متاثر ہو رہی ہے۔ ان کے ذہنوں میں مختلف قسم کے سوالات شرعی اور غیر شرعی پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر ان سولات کے مثبت جوابات مل جائیں، تو انسان کا الحاد سے بچنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی پسِ منظر میں نبی کریم ﷺ نے انہیں تشفی کے لیے ایک کارگر نسخہ یہ بتا کر خلجان سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، کہ ایسے آدمی کی بیماری یعنی ذہنی خلجان کا علاج پوچھنا ہے:

(شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ)(۲)

اور اگر یہی سوالات بغیر جوابات کے ان کے ذہن میں موجود رہیں تو یہ الجھن کی وجہ بنتے ہیں۔ عقائد سے لوگوں کی لاعلمی ہمارے دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ کیونکہ لوگ تدبر و تفکر سے تعلق نہیں رکھتے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ فکر کرنے

۱۔ سورہ یونس:۷

۲۔ ابن ماجه، ابو عبدالله ، محمد بن يزيد القزوينى(المتوفى:۲۷۳ھ)،سنن،حديث:۵۷۲، کتب حواشيه:محمود خليل،مكتبه ابى المعاطيى،۱/۳۶۲۔

کی دعوت انسان کو دی گئی ہے کہ یہ انسان جب تم دنیا کے بارے میں سوچتے ہو اور دیکھنے والے ہوتے ہو، تو آپ کو وہ ہستی کار فرما ہو گی۔ جو اس کائنات اور تمام مخلوقات کا خالق ہے لیکن ایک مسلمان کو فکر کے شہر میں داخل ہونے کے لیے حدود کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حدود کا مقصد انسانی سوچ ااحاطہ کرنا نہیں۔ بلکہ لوگوں کا الحاد اور فریب سے حفاظت کرنا ہے۔ الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحانات میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جائے گا۔

علماء کی عدم توجہی

ہر معاشرے میں سب سے اہم کردار علماء ادا کرتے ہیں۔ علماء کو اپنے علم سے نہ صرف لوگوں کو متاثر کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔ بلکہ عمل سے بھی لوگوں کو متاثر کرے، اور معاشرے کی اصلاح کریں الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحانات میں سے ایک اہم رجحان علماء ہیں، لیکن اس سے صالح علماء مراد نہیں بلکہ وہ علماء آراہیں۔ جو معاشرے کی قیام اور اصلاح کرنے کے بجائے معاشرے کو فساد کی طرف لے جاتے ہیں۔ کیونکہ ملحدین میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو تحقیق کر کے کچھ سوالات کو اٹھا کر علماء کی رخ کرتے ہیں۔ یہ امید لے کر کہ شاہد وہ ان کے ساتھ اکتفا کرنے والے جوابات دے سکیں۔ لیکن اگر علماء کو اس کا علم ہو تو وہ وہاں سے ناامید ہو کے لوٹتا ہے اور اگر علماء انکے سوالات کا تسلی بخش جوابات نہ دے سکیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اور ساتھ میں علماء کی لاعلمی کا پتہ بھی چل جاتا ہے کہ جس بات کا ان کو علم ہونا چاہیے تھا، وہ علم اس کو نہیں ہے۔ اس وجہ سے علماء کی معاشرتی اصلاح میں بہت بڑا کردار ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہے:

"إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلاَ دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ "(۱).

"علماء انبیاء کے وارث ہیں، بے شک انبیاء نے ایک دینار یا درہم میراث میں نہیں چھوڑا بلکہ انہوں نے وارثت میں علم چھوڑا ہے، لہذا جو اس کو لے گا۔ اسے بہت زیادہ حصہ ملے گا۔"

اسی طرح ایک اور حدیث ایک خدا پرست عالم کی اہمیت کا یوں تذکرہ فرمایا ہے:

''مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَا يَسُدُّهَا شَيْءٌ مَا طُرِدَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ''(۲)

"عالم کی موت اسلام میں ایک ایسا شگاف ہے، جب تک رات اور دن کا نظام قائم ہے، اسے بھرا نہیں جاسکتا"۔

اس حدیث مبارکہ میں ایک عالم کی فضیلت بیان کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عالم ہی اچھے معاشرے کی بناوٹ میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ معلم لاعلم نہ ہو انہیں اپنی علم پر دسترس حاصل ہو۔ اور وہ اپنے علم کی بدولت اسلام دشمن لوگوں کو ان کے سوالوں کا دوٹوک جواب دے سکتا ہو۔ اگر معلم کو خود کوئی علم نہیں، تو وہ کسی اور کو کیا بتائے گا۔ اور الحاد کے بارے میں علم ہی نہیں رکھتا، تو وہ ملحد کے سوالوں کا کیا جواب دے گا۔

۱۔ ابن ماجة، ،سنن،حديث: ۲۲۳ ،۱/ ۱۵۰

۲۔ ابن عبد البر،یوسف بن عبداللہ القرطبی(المتوفی:٤٦٣ھ)،جامع بيان العلم و فضله،تحقیق:ابی الاشبال الزهیری،دار ابن الجوزیی،المملکتة العربیه السعودیه١٩٩٤م،حدیث:١،١٠٢١/٥٩٥

مال و دولت کی بہتات اور اس کی لالچ

انسانی فطرت میں زیادہ دولت اور اسباب رکھنے کا رجحان ہوتا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ ہم مال و دولت کو حاصل کرنے کے لیے غلط طریقے اختیار کریں۔ اس حوالے سے حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

« إِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا وَأَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوا وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُورِ فَفَجَرُوا »[1]

"کنجوسی سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے قومیں اس کی وجہ سے نیست و نابود ہوئیں بخل نے انہیں قطع رحمی پر امادہ کیا تو قطع رحمی کر بیٹھے انہیں بخل پر امادہ کیا تو وہ کنجوس ہو گئے۔ انہیں گناہ پر امادہ کیا تو گناہ میں پڑ گئے۔"

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے جو قومیں دنیا میں آباد تھی جب ان کا لالچ اور حرصِ دنیا حد سے بڑھنے لگا تو دوسروں کے جائیدادوں پر نظر رکھنے لگیں اور ان میں کنجوسی کی وجہ سے جھگڑے اور فساد پھیل گیا۔ پھر ان لوگوں نے نہ حرام کا خیال رکھا اور نہ ہی حلال کا۔ لہذا بربادی کے سوا ان کا کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔ اسی خطرہ کے پیشِ نظر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی یہ توصیف بیان فرمائی ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمْ يُسْرِفُواْ وَلَمْ يَقْتُرُواْ وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ ﴾[2]

"اور جب یہ لوگ مال خرچ کرتے ہیں، تو نہ اسراف کرتے ہیں، اور نہ ہی کنجوسی، بلکہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں بخل کو رد کرتے ہوئے خداوند تعالیٰ فرمایا کہ مجھے اپنے ان بندوں سے بہت پیار ہیں، جو نہ کنجوسی سے کام لیں اور نہ ہی فضول خرچی سے بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ بخل اور کنجوسی کا علاج یہ ہیں کہ خواہشات کی لامتناہی محبت سے جان چھڑانے کے لیے اللہ نے جتنا دیا ہے اس پر قناعت اور شکر گزار کا رویہ اپنا لیا جائے۔ جن لوگوں نے ماضی میں ناجائز اور ظالمانہ مال، مکان اور جائیداد بنانے میں اپنی توانائیاں صرف کیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے نشانِ عبرت بنا دیا، جیسے قارون اور ان کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکا۔ اس کے بجائے جو مال و اسباب اللہ نے دیا ہے، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے غریبوں کا سہارا بنیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

اسلام کے نام پر دہشتگردی

آج مسلم معاشرہ بے حد افسوس ناک صورت حال سے دوچار ہے۔ بعض کم علم علماء اپنی کم علمی اور مفاداتِ دنیا کی وجہ سے بعض اسلامی احکامات کی غلط تفسیر و تشریح کرتے ہیں، جس کی وجہ سے دین میں تشدد اور انتہا پسندی کا رجحان پیدا کر کے غلط

۱۔ أبو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى:٢٧٥هـ)،السنن ،تحقيق ،شعَيب الأرنؤوط ،غيره ،دارالرسالة العالميه، ٢٠٠٩م ، حديث:١٦٩٨، ١٢٣/٣

۲۔ سورہ الفرقان:٦٧

طریقے سے لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کر کے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس سے دین کے نام پر دہشتگردی کا تصور قائم ہوتا ہے۔ اس سے جہاد کا مقدس نام بھی بدنام کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ دنیا میں اسلامی نظام کے بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ اس وجہ سے لوگوں میں دین کا غلط تصور ان کے ذہنوں میں چلا جاتا ہے اور اسلام سے بیزاری کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس بے جا تشدد سے منع کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوٓا۟ أَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا۟ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا۟ كَثِيرًا وَضَلُّوا۟ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ﴾[۱]

''آپ فرمایئے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور کو بھی بہتوں کی غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے''۔

کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کہ عقیدہ تثلیث صرف اور صرف دین میں ناحق غلو کا نتیجہ ہے اس کا حقیقت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے یہ صرف گمراہ قوموں سے اخذ شدہ ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

﴿يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ﴾[۲]

''اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ مت کہو۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کا رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کے ساتھ متحد ہو گیا ہے۔ پھر اللہ تعالی ان کو صحیح عقیدہ یوں بیان فرماتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تو صرف اللہ کا رسول ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو عطا کیا۔ اس غلو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو منع کیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

« لاَ تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِى الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ (رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ) »[۳]

''اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی کرے گا کیونکہ تم سے پہلے ایک قوم نے اپنے آپ پر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی ڈال دی، اس زمانے میں گرجا گھروں اور خانقاہوں اور عبادت خانوں میں پائے جاتے ہیں انہیں لوگوں کی یادگار ہیں اور بقایا ہیں کہ ان لوگوں نے رہبانیت اور ترک دنیا کو اپنی طبعیت سے تراش اور گڑ لیا جس کو ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا''۔

قرآن وحدیث سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ دین اسلام میں بے جا تشدد سے منع کیا گیا ہے اور اہل اسلام کی صحیح تربیت کا

۱۔ سورہ المائدہ:۷۷

۲۔ سورہ النساء:۱۷۱

۳۔ أبو داود، سليمان بن الأشعث ، السنن ، بيروت: دار الكتاب العربي، وزرارة الأوقاف المصرية ، حديث : ٤٩٠٦، ٤\٤٢٨۔

پورا خیال رکھا گیا ہے تاکہ مسلمان گمراہی سے بچ کر صراط مستقیم پر گامزن ہو۔ کیونکہ نجات اسی میں ہے سنت پر عمل کرنے میں نجات اور بدعات سے اجتناب بہت ضروری ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے یہ ان کی ایجاد کردہ ہے۔ اس لیے معاشرے میں رہ کر اپنے اور لوگوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور جن چیزوں کا اسلام میں اجازت موجود ہے، ان کو اپنے اوپر حرام نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

رائے کی آزادی کا غلط اور بے جا استعمال

اسلام میں ہر انسان کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ لیکن اظہار رائے کی آزادی کا ہر گز یہ مطلب نہیں، کہ کوئی بھی انسان ہر وہ بات کہنے کا حق رکھتا ہو، جو اسکی خواہش کے مطابق ہو۔ اور اس بات سے دین کی بے حرمتی ہو۔ یا اللہ کی وحدانیت کا انکار کرکے توہین کرے دین میں کوئی جبر نہیں، لیکن اس کا مذہب اس تک ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شخص الحاد کے اندھیروں میں ڈوب چکا ہو۔ تو اظہار ارائے کی آزادی ہر گز یہ اجازت نہیں دیتی، کہ وہ اللہ کے احکامات کا تمسخر اڑائیں۔ یا اسلام کو اپنی غلط نظریات کے آئینے میں داغ لگانے کی کوشش کرے۔ اس حوالے سے حدیث پاک میں آتا ہے، أسود بن أبي أصْرَم ،الْمحَاربي بیان کرتے ہیں:

« قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي قَالَ: " هَلْ تَمْلِكُ لِسَانَكَ؟ " فَقُلْتُ: فَمَا أَمْلِكُ إِذَا لَمْ أَمْلِكْ لِسَانِي؟ قَالَ: " أَفَتَمْلِكُ يَدَكَ؟ " فَقُلْتُ: فَمَاذَا أَمْلِكُ إِذَا لَمْ أَمْلِكْ يَدِي؟ قَالَ: " فَلَا تَقُلْ بِلِسَانِكَ إِلَّا مَعْرُوفًا وَلَا تَبْسُطْ يَدَكَ إِلَّا إِلَى خَيْرٍ»[1]

"میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کچھ وصیت کرے؟ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کی زبان آپ کے اختیار میں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے اپنی زبان کا اختیار نہیں تو پھر کس چیز کا اختیار ہے مجھے؟ پھر فرمایا کیا تم اپنے ہاتھ کے مالک ہو، اگر میں اپنے ہاتھ کا مالک نہیں ہوں تو میرے پاس کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی زبان سے اچھائی کے سوا کوئی اور بات نہ نکالو اور اچھائی کے سوا کسی اور چیز کے لیے ہاتھ نہ بڑھاؤ"۔

اس حدیث سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ اگر لوگ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھے، تو بہت سے فساد و جھگڑوں سے بچ سکتے ہیں۔ آج کی دور میں آزادی اظہار رائے کی غلط استعمال الحاد کی سب سے اہم سبب ہے۔ کیونکہ اس آزادی کے حمایت کار کہتے ہیں کہ ہر انسان کو آزاد ہونا چاہیے، جو اس کا دل چاہیے وہی کرے جس پر وہ یقین رکھنا چاہتے ہو رکھے۔ حالانکہ انہی بیان رائے کی آزادی کے پسند کرنے والوں نے دین کا روپ ہی بدل دیا ہے۔ اگر ہم الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحانات پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں بیرونی سازشوں کے خلاف مقابلہ کرنا چاہیے اور ساتھ میں جو ظاہری طور پر خود کو دین دار کہتے ہیں ہمیں ان کے غلط

۱۔ صهيب عبدالجبار،الجامع الصحيح والمسانيي،السنن، ، ٢٠١٤،حديث : ١٥٦٠ ،٤٨١/٩

کاموں کے خلاف قدم اٹھانا چاہیے ان کو بھی صحیح سمت میں رہنمائی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ لوگ دین کو خطرات پہنچانے سے دور رہیں۔

فلسفہ، عقائد اور نظریات

عصر حاضر میں الحاد اسلام اور عیسائیت کے بنیادی عقائد پر حملہ کرتا ہے، جیسے خدا کے وجود، بعد کی زندگی اور انبیاء کے ضرورت کو مشکوک بناتا ہے۔ خدا کے عدم وجود سے رسولوں کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ اسی طرح ملحدوں نے آخرت کے حوالے سے مختلف قسم کے سوالات اٹھائے ہیں لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود ملحدین کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی کیونکہ یہ تینوں عقائد روز اول سے ہی حق پر مبنی تھے۔ جسے کسی صورت رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ملحدوں کا ایک اور بڑا حملہ یہ ہے، کہ قرون وسطیٰ کے رہنے والے عیسائی سائنسدانوں نے اس زمانے کے چند فلسفیانہ اور سائنسی نظریوں کو اپنے عقیدوں میں شامل کیا، جیسے کہ زمین کائنات کا سنٹر ہے اور سورج اس کے گرد گھومتا ہے۔ لیکن جب سائنس نے تحقیق کر کے انکے اس نظریے کو غلط قرار دے دیا تو بہت سے لوگوں کا عیسائیت پر بھروسہ ختم ہو گیا تو انہوں نے الحاد کو اختیار کر لیا۔ اسلام اس قسم کے متضاد بیانات سے محفوظ ہیں کیونکہ اسلام میں اس طرح کا کوئی عقیدہ نہیں، عیسائیت پر ایک اور حملہ نبیوں، خاص طور پر عیسیٰ علیہ السلام کے وجود سے انکار اور بائبل کو کہانیوں کی کتاب کے طور پر پڑھنا تھا۔ وہ لوگ جو خدا کی شناخت کے بارے میں شکوک پھیلاتے ہیں یہ کئی سائنسی نظریات پر مبنی تھا۔ ۲۰ ویں صدی میں سائنسی تحقیق نے ثابت کیا، کہ ان کے بنائے ہوئے ڈھانچے بالکل غلط تھے۔ (۱)

مسلمانوں کی دین سے دوری

دین کی حقیقی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے باوجود دین کے بارے میں علم رکھنے والوں سے رابطہ دین کے ساتھ قلبی لگاؤ کا ذریعہ ہوتی ہے لیکن بد قسمتی سے آج کے مسلمانوں کا تعلق علمائے اسلام سے نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔ آج کے دور میں لوگ دینی تعلیم کی نسبت عصری تعلیم کو بہت اہم سمجھ بیٹھے ہیں، دین سے جہالت کی سبب چند رسمی امور کو مکمل دین کا خلاصہ سمجھ رکھا ہے۔ عبادات کو محض رسمی عمل تصور کرتے ہیں، الحاد چونکہ ایسی خواہشات کی بے جا تکمیل کی بہت خوب راہ ہے۔ اس لیے وہ اس سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں دین اسلام ہی سچا دین ہے۔ اللہ تعالی قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُ ۗ﴾ (۲)

"بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے"۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اللہ کے بارگاہ میں

۱۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف (۲۰۱۷ء) ۴۵-۴۶

۲۔ سورہ آل عمران: ۱۹

میں قابل قبول نہیں ہے یہود و نصاریٰ اور کفار جو اپنے دین کو افضل و مقبول دین سمجھتے ہیں اس آیت کریمہ سے ان کے اس جھوٹے دعویٰ کو باطل قرار دیا گیا ہے۔ دین اسلام انسانی زندگی کے ہر شعبے کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس میں انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی اور بین الاقوامی سطح تک کی زندگی گزارنے کے بارے میں رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے دین اسلام کی تعلیم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ عبادات کو رسمی طور پر ادا کرنے کی بجائے حقیقی طور پر ادا کرنا چاہیے۔

ذہنی ناپختگی

دین سے دوری کی طرح الحاد کی شکار کے لیے ایک اور سبب اکثر ناپختہ ذہن کے لوگ ہوتے ہیں اس لحاظ سے کم عمر بچے بھی الحاد کے مطالعہ کے بعد اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسی طرح الحاد پھیلنے لگتا ہے۔ فرد کی دماغی ناپختگی کی وجہ سے اکثر لوگ آسانی سے شدت پسندی کے شکار ہوتے ہیں اور ملحدوں کے لیے ایسے ہی لوگ اور کم عمر جوانوں کو ورغلانا آسان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج زیادہ تر ملحد ناپختہ دماغ لوگ اور بچے ہی ہیں۔

بے لگام مطالعہ

الحاد کی ایک وجہ ناپختہ دماغ لوگوں اور بچوں کا بے لگام اور مسلسل مطالعہ ہے۔ ہر قسم کے رسالے، اخبارات، کتابیں بلا گز مضامین اور سوشل میڈیا پر دیگر مواد پڑھنا ہے جس میں ہر قسم کا مواد شامل ہوتا ہے۔ اگر دین کے لحاظ سے مثبت اور درست معلومات پر مبنی مواد نہ ہو تو اس سے لوگوں کے دین، خیالات اور فکر میں شکوک پیدا کرتے ہیں جس سے وہ فسق اور الحاد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک عام شخص جب اس پر اسلامی ثقافت کا واضح اثر نہ ہو اس میں مذہبی بصیرت کی کمی ہو جس سے وہ صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکتا ہو، اس سے وہ گمراہ ہو سکتا ہے اس طرح اکثر سادہ لوح لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی الحاد کو قبول کرتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ ایسی کتابیں پڑھنے سے گریز کیا جائے جس کی حیثیت مشکوک ہو اور ایسی کتابیں پڑھنے پر اکتفا کرے جو انسان کے دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو پختہ کرے۔ اس کے لیے سب سے اہم کتاب قرآن مجید اور اس کی تفسیر ہے۔ اس کے بعد سنت اور احادیثِ رسول ﷺ ہیں جس کا مطالعہ اس ضمن میں انتہائی ضروری ہیں۔

سیاست

موجودہ عالمی سیاست میں الحاد کی سب سے بڑی کامیابی لادینیت کی سربلندی ہے۔ پوری مغربی دنیا اور مسلم دنیا کے بڑے حصے اور خاص کر حکومت کے ایوانوں پر نظر رکھنے والوں نے لادینیت کو قبول کیا ہے۔ سیکولرازم کا مطلب ہی یہ ہے کہ مذہب کو کلیسا یا مسجد تک محدود کر دیا جائے اور زندگی کے کاروبار کو خالص انسانی عقل کی بنیاد پر چلایا جائے، جس میں

مذہب سے متعلق علوم کا کوئی حصہ نہ ہو۔[۱]

آزمائش کی سبب الحاد کی طرف میلان

بعض اوقات انسان پر کوئی آزمائش آتی ہے، تو اس دوران وہ اس آزمائش سے نکلنے کے لیے اللہ سے دعائیں کرتا ہے جب وہ آزمائش ختم نہیں ہوتی تو آخر میں انسان خدا کا انکار کر لیتا ہے۔ اور ملحد بن جاتا ہے حالانکہ خدا کے انکار سے تو اس کی آزمائش ختم نہیں ہوتی۔ جو لوگ کسی آزمائش کی وجہ سے الحاد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو بتانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کی آزمائش خدا کے انکار سے ختم نہیں ہوتی۔ اگر اس کی آزمائش کے ختم کرنے کے لیے کسی تعاون کی ضرورت ہو تو ہمیں لازماً کرنا چاہیے تاکہ وہ دوبارہ ایمان کی طرف آئے۔ اصل میں تو وہ صرف دعا نہ سننے کا الزام دے کر اور مایوس ہو کر خدا کا انکار کر لیتا ہے لیکن اس کا دل اندر سے خدا کو تسلیم کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ باقی مذاہب میں مایوسی کی تعلیم دی گئی مگر اسلام میں اس کو کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے۔[۲]

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ﴾[۳]

”اور رحمت الٰہی سے مایوس نہیں ہونا“۔

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر جو بھی امتحان آتا ہے، اس پر صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف انسان کا امتحان لینے کے لیے آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ میری رحمت سے ناامید نہیں ہونا۔ میں تو تمھیں اپنے قریب کرنے کے لیے تم پر آزمائشیں لاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے قریب بندوں پر سب سے زیادہ آزمائشیں آتی ہیں، جیسا کہ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاص سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ ، فَقَالَ: الْأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ»[۴]

”اے اللہ کے نبی کن لوگوں پر زیادہ آزمائشیں آتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: انبیاء پر، پھر نیک لوگوں پر، پھر اس کے قریب قریب لوگوں پر“۔

اسلامی طریقے پر بچوں کی تربیت سے لاپرواہی

جب بچوں کی پرورش کی بات سامنے آتی ہے، تو اول قرآن کریم کی اس آیت کا تعارف کرانا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن پاک پکار پکار کر یہ پیغام دے رہا ہے:

۱۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ۴۷-۴۸

۲۔ https://ilhaad.com/god-and-religion/ilhaad-asbab/ilhaad-iqsam-ilaaj

۳۔ سورۃ الزمر: ۵۳

۴۔ صهيب عبدالجبار، الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، ۱۲۸/۸

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا ﴾(۱)

"مومنو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ"۔

اس مبارک آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے خاص احتیاط کرنی چاہیے۔ بچوں کی اچھی تربیت کرنا والدین کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔ اولاد کی اصلاح و تربیت شرعی طور پر فرض ہے، اور جو اس فرض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرے گا وہ اللہ کے سامنے سزا کا مستحق ہو گا۔ لیکن آج کل والدین اولاد کی تربیت کی بجائے سٹیٹس بنانے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ اس کا بچہ مذہب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ بچہ فطرتاً توحید اور ایمان پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر والدین کی تربیت اسے مسلمان اور ہندو بناتی ہے۔ بچوں میں فطری طور پر برائیوں سے دوری پائی جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْيُنَصِّرَانِهِ أَو يُمَجِّسَانِهِ»(۲)

"ہر بچہ کی پیدائش اچھی خوبیوں کے ساتھ ہوتی ہے پھر والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بچہ پاکیزہ دل اور نفیس طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ پیدائش کے بعد اس کی والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اچھی فطرت کی نگہداشت کو قائم رکھیں اور تربیت پر توجہ دیں اور اسلامی قوانین کا اس میں خیال رکھیں۔ اگر بچے کی صحیح تربیت نہیں ہو گی، تو وہ برے کاموں کا عادی بن جائے گا۔ اور گمراہی کی طرف راغب ہو کر وہ اپنے حقیقی مذہب سے منکر اور صحیح منزل سے بٹک کر ملحد بن جائے گا۔ اس لیے اسلامی روایت ہے کہ سب سے پہلے بچوں کو کلمہ توحید ہی کے کلمات سکھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ حلال و حرام کے احکامات سکھائے جائیں تاکہ شروع ہی سے بچہ اللہ کے بتائے ہوئے احکامات کی بجا آوری اور جن سے روکا گیا ہے اس سے بچنے کا عادی ہو جائیں۔

۱۔ سورہ التحریم:۶

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبي الإسلام، ج:۱، ص: ۴۵۶، حدیث:۱۲۹۲۔

مبحث دوم

بڑھتے ہوئے الحاد کی وجوہات اور علاج

الحاد ایک مرض کی طرح بڑھتا جارہا ہے پہلے کم لوگوں کو یہ مرض لاحق ہوتی تھی لیکن جونہی انسانی ترقی کے اسباب بڑھتے جاتے ہیں اور زندگی کے مادی وسائل میں پیراوانی آرہی ہے اس رفتار سے گمراہی کے اسباب میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں دیگر امراض کی طرح الحاد کی مرض بھی لوگوں میں وبائی مرض کی طرح پھیلنا شروع ہوگیا ہے۔ خاص کر جب سے سوشل میڈیا کے مختلف سائٹس میں اضافہ ہوا ہے دین بے زار تحاریک نے مذہب کو ٹارگٹ کیا ہوا ہے۔ اس حوالے سے دین، خدا اور اس کے رسولوں کے بارے میں نازیبا سوالات اور طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کیے جارہے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر اس موضوع کو زیر مطالعہ لانا ضروری ہے کہ الحاد کے پھیلنے کے اسباب کیا ہیں؟ اور اس کو مناسب طریقے سے کیسے زیر جواب لایا جاسکتا ہے؟ ان جیسے اہم سوالات اور وجوہات کے جوابات کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔

موروثی الحاد

بعض لوگوں کے والدین خود ملحد ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کے بچے بھی ان کے زیر کفالت ہونے پر ملحد ہو جاتے ہیں۔ یعنی اپنے بڑوں کی غلط راہ پر چل کر وہ بھی ملحد ہو جاتے ہیں۔ جس طرح ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ عموماً مسلمان ہوتا ہے اسی طرح ہندو گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ ہندو ہوتا ہے، خواہ غور کرنے پر وہ اسلام قبول نہ کرے۔ ملحدین کے اس گروہ کے لوگوں کے افکار کا گہرائی سے مطالعہ کیا جانا چاہیے جدید سائنس اور فلسفے کا علم حاصل کیا جانا چاہیے اور ان کے اخلاقی میلانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ کے دین کی دعوت ان تک پہنچائی جانی چاہیے۔ [1]

فکری الحاد

اصل میں فکری الحاد جہالت، تجزیہ و تحلیل کی صلاحیت سے محرومی اور روحانی و قلبی تربیت کی کمی کا نتیجہ ہے کیونکہ لوگ وہی پسند کرتے ہیں جسے وہ جانتے ہیں اور جس چیز سے وہ ناواقف ہوتے ہیں اس سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ فکری الحاد بھی لاعلمی کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی کے ذہن میں کوئی ایسا فکری سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب اس کو صحیح نہیں ملتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے غلط راہنمائی سے وہ الحاد جیسے غلط راہ پر گامزن ہو کر فکری طور پر ملحد ہو سکتا ہے۔

دور حاضر میں مسلم سوسائٹی کو فکری الحاد کا جو سامنا درپیش ہے اس فکری الحاد سے مسلم سوسائٹی کو بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں گہرائی سے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اسے اچھی طرح سمجھ کر اچھے انداز میں اسلامی تناظر میں اس فکری الحاد کا مقابلہ کرنے کے لیے اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی جائے۔ اسی طرح فکری الحاد کے برے تاثرات سے

۱۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ۲۰۱۷ء، ۱۷۰-۱۷۱

بچنے کے لیے عصری کلامی انداز میں مناسب طریقہ کار استعمال کرتے ہوئے اس میدان میں قدیم وجدید تشکیکِ مذہب کے تمام سوالات کا قرآن مجید، علومِ تفسیر اور احادیث اور شروحِ حدیث سے ان کا کماحقہ شافی اور مقنع جوابات سے ان جسے مسائل کو زیر بحث لانا چاہیے۔ اس کے ساتھ قرآن وحدیث میں ان جیسے سوالات کے جوابات اس دور کے مسائل اور نفسیات کو سامنے رکھ کر جس طرح ان کو زیر بحث لایا ہے اس کو مد نظر رکھ کر آج کے نفسیات کا مطالعہ اور اسباب کو تلاش کرنا مفید رہے گا۔ فاسد عقائد کے جوابات کو صحیح عقائد سے بدلنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ الحاد کے میدان میں آج کل مناسب اور قابلِ اعتماد سائٹس بھی موجود ہیں [1] ان سے راہنمائی بھی مل سکتی ہے اس کا مطالعہ اس حوالے سے بھی مفید ہے۔

نظریاتی الحاد

بعض لوگ دوسروں کی باتیں سننے اور اپنی نفسیاتی کمزوریوں کی وجہ سے ان سے متاثر ہو جاتے ہیں جو ایک فطری امر ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کون لوگ ہیں جیسے سننا چاہیئے اور کون ہیں جس سے دور رہنا چاہیئے؟ دین کے معاملے میں احتیاط لازم ہے۔ کچھ لوگوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ دین کے حوالے سے لوگوں کے افکار اور دین میں شکوک پیدا کرے۔ اس وجہ سے دینی، علمی اور نفسیاتی طور پر کمزور لوگ جلد ہی ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں یا تو مسائل کے تجزیہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتا، یا پھر تجزیہ کرنے کے عادی نہیں ہوتیں۔ تو اس وجہ سے اس کا ذہن کئی قسم کے شکوک وشبہات کا مرکز بن جاتا ہے۔ وہ اپنے شکوک کا جواب تلاش کرنے میں ناکام ہونے کے بعد مذہب کی مخالفت کرنے لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کی حقیقی ضرورت اسلام کے عقائد اور افکار کو عقلی بنیادوں پر ثابت کرنا ہے۔ [2] اس کے ساتھ آج کے سوالات کا اس دور کے مسائل اور نفسیات کو سامنے رکھ کر منطقی اور عقلی انداز سے ان کو زیر بحث لانا چاہیئے۔ دینی لحاظ سے کمزور، بے جوڑ غیر مناسب اور غیر منطقی دلائل سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔ بہت سارے سائٹس الحاد پر مشتمل مواد اور سوالات ڈال رہے ہیں ان سے باخبر رہنا اور ناپختہ ذہن کے لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ بہت سارے افراد اور ادارے جو کام کر رہے ہیں۔ ان کی طرف ان کی راہنمائی کرنی چاہیئے۔ الحاد کے فروغ میں نظریاتی عوامل کا بھی ایک اہم اور بہت بڑا کردار ہے۔

عقلی الحاد

ہر انسان ایک جیسے ذہنی صلاحیت کا حامل نہیں ہوتا چنانچہ مخاطب کی ذہنی صلاحیت اور علمی گہرائی کے مطابق جواب دیے جانے چاہیئں۔ مذہب اور سائنس دو الگ الگ فیلڈ ہیں جہاں ساری چیزوں کو ایک ہی دلیل پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا مذہب کے طرز استدلال کی گہرائیوں اور فکری پختگی کو درست طریقے سے پیش کرنا یہاں اصل چیلنج ہے۔ [3] اس چیلنج سے

۱۔ مثلاً دیکھئے: https://ilhaad.com

۲۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ۲۰۱۷ء، ۱۶۹

۳۔ ایضاً ۱۶۹

عہدہ براں ہونے کے لیے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ان آیات اور مقامات کا گہرائی سے مطالعہ اس پسِ منظر میں مفید ہے جہاں عقلی اور استنباطی طرز تخاطب کیا گیا ہے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے الحاد کو مضبوط سہارا مل گیا ہے۔ سائنس کی ہر میدان میں کامیابی حاصل کرنے کی وجہ سے لوگوں کا سائنس پر اس قدر بھروسہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ سائنس کو علم کا معتمد ذریعہ سمجھتے ہیں لہذا دور حاضر میں عقلی دلائل کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کسی کو اپنے نظریات سے متاثر کرنے کے لیے عقلی دلائل دینے کی ضرورت ہوتی ہے اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ سورہ الغاشیہ میں فرماتا ہے:

﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلۡإِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ وَإِلَى ٱلسَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ وَإِلَى ٱلۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ وَإِلَى ٱلۡأَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ فَذَكِّرۡ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٞ﴾(1)

''پھر کیا وہ انٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں اور آسمان کو نہیں دکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیونکر کھڑے کئے گئے اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بچھائی گئی ہے سو (اے رسول!) آپ سمجھاتے رہیں آپ کا کام تو سمجھانے کا ہے''۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں مستعمل یہی وہ طریقہ استدلال ہے جو انسان سوچنے اور سننے پر مجبور کرتا ہے۔ الحاد کے شکار ہونے والے حضرات کو عقلی دلائل کے ذریعے سے باآسانی متاثر کیا جاسکتا ہے اس کو یہ بتایا جائے کہ یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی موجودگی کی گوائی دیتی ہے ایک گھر سربراہ کے غیر موجودگی میں نہیں چل سکتا۔ تو اتنی وسیع کائنات کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ بغیر کسی خالق کے چل سکے۔

نفسیاتی الحاد

خواہشات کے پیروی کرنے والے لوگوں میں مذہب سے ذاتی طور پر بے زاری پائی جاتی ہے۔ مذہب چونکہ بہت سے اخلاقی جرائم پر پابندی عائد کرتا ہے اس لحاظ سے وہ خواہشات کی تکمیل میں مذہب کو رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ عصر حاضر میں آزادانہ جنسی تعلقات کے ساتھ کئی اخلاقی برائیوں مثلاً ہم جنس پرستی کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ ملحدین کی اس جماعت کی اصل ضرورت دین کی روحانی دعوت کو ان کے نفسیات کو ملحوظ خاطر رکھ کر پیش کرنا ہے۔ علمی و عقلی انداز سے ان کو اسلام کے روحانی نظام سے متعارف کرانا وقت کی ضرورت ہے۔ ان کو عملی ماحول سے جوڑنے اور نیک لوگوں سے ان کی باہمی ملاقاتوں کا بندوبست کیا جانا ضروری ہے۔ ان کی بدولت ان کی شخصیت میں اخلاقی برائیوں سے بچنے کے لیے حقیقت پر مبنی حرکت پیدا کیا جاسکے گا۔ آج کل لوگ جس الحاد میں مبتلا ہیں وہ نفسیاتی الحاد ہی ہے وہ اپنے خواہشات کو پورا کرنے کے لیے خدا کے تصور کو دل سے نکال دیتے

۱۔ سورہ الغاشیہ: ۱۷۔۲۱

ہیں یہ انسان کا ذاتی مسئلہ نہیں۔ ورنہ ہر کوئی ملحد ہوتا بلکہ انسان کی فطرت یہی ہے کہ وہ خدا کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔[1]
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ﴾ [2]

”اللہ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے“۔

آیت مبارکہ میں انسانی فطرت کی نمائندگی کی گئی ہے۔ اللہ نے ہر بچے کو اسلامی فطرت پر پیدا کیا ہے۔ لیکن آج کے فرقہ بندیوں اور گروہ بندیوں میں انسان سے صحیح راہ گم ہو کر رہ گئی ہے۔ دین فطرت سے دور انسان کی خود ساختہ افکار و عقائد کی بنیادی وجہ سائنس و ٹیکنالوجی کی بنیاد پر ان کا بے جا غرور و تکبر ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ لوگ جو کسی نہ کسی وجہ سے الحاد میں مبتلا ہوئے ہیں ہر ایک کو اس کی نفسیات کے مطابق ہی الحاد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے اور ان کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے موقعہ و محل کے لحاظ سے عقلی و منطقی جواب دینا چاہیے۔

مادیت پرستی

انسان عام طور پر ظاہری چیزوں سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ مثال کے طور اچھا کھانا پہننا، مال و دولت، ترقی، بہترین رہائش، عزت، بڑا عہدہ یہ چیزیں انسان کو لالچی اور متکبر بنا دیتی ہیں اور خدا کے انکار کا نظریہ اس کے اندر آسانی سے داخل ہو جاتا ہے اور یوں انسان الحاد کی جانب گامزن ہونے لگتا ہے۔[3]

مادیت پرستی سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا مادیات دنیا نے انسان کے لیے عقیدہ آخرت کو بے کار بنا دیا ہے، لیکن اس کو اس حقیقت سے انکار کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ دنیا تو فانی ہے یہاں کی راحت و آسائشیں سب فانی ہے۔ اس حقیقت سے قرآن حکیم نے یوں پردہ اٹھایا ہے:

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا ۝ وَٱلْءَاخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰٓ﴾ [4]

”بلکہ تم دنیا کی زندگی پسند کر رہے ہو حالانکہ آخرت کا گھر بہتر اور سدا رہنے والا ہے“۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے مال و اسباب، زن و فرزند اور قبیلہ و برادری کے سارے قصے زندگی کے ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف ضرورت کے مطابق ہی اختیار کیے جائیں۔ دنیا میں عیش و عشرت اور لذت کی زندگی گزارنے کے لیے اختیار نہ کیا جائے اور نہ ہی اس دنیا کی آسائشوں کو مقصدِ زندگی بنا لینا چاہیے۔

۱۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ۱۶۹

۲۔ سورۃ الروم: ۳۰

۳۔ Al-Milal: Journal of Religion and Thought

۴۔ سورہ الاعلیٰ: ۱۶۔۱۷

مذہبی صورت احوال

الحاد کی ایک وجہ مذہب کے حالات ہیں جو اپنی حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اسی طرح مذہب کی غلط تشریحات اور اس پر مستزاد یہ کہ فرقہ بندیاں، مسلکی تنافر اور دوسری طرف بے دینی اور مادیات کی کشش بھی مذہب سے دوری کا باعث بنتی ہے۔لہذا جن لوگوں نے الحاد کا راستہ اختیار کیا ہے ان کو دین سے قریب کرنے کے لیے سب سے پہلے انھیں مذہب کی صحیح تعلیمات تک رسائی دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دین کے ان تعلیمات سے ان کو متعارف کرانا چاہیئے کہ جن میں مذہب سے نفرت کے بجائے محبت، حقیقت کی تلاش کی اہمیت، اسلام کی صحیح نمائندگی کے لیے اچھے اخلاق اور اچھے کردار کے ذریعے رہنمائی اور دین کی آفاقی تعلیمات کی طرف راہنمائی مل سکے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا﴾ (۱)

''کہہ دے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی کتاب کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں''۔

اس آیت مبارکہ میں منصفانہ دعوت دی جارہی ہے اور یہ ایک ایسی دعوت ہے جس میں نبی ﷺ اور اہل اسلام کو کسی پر کوئی برتری حاصل کرنے کی کوشش نہیں ہورہی ہے اور نہ کسی کو غلام بنانے کا حکم صادر کیا جارہا ہے بلکہ حق کا دعوت دیا جارہا ہے۔اس دعوت سے صرف بدفطرت اور فاسد ہی انکار کرسکتا ہے۔جو یہ نہیں چاہتا ہو کہ حق کے سامنے جھک جائے۔

مغربی تہذیب کے اثرات

بعض لوگ مغربی ممالک کی مادہ پرستانہ تہذیب کی کامیابی اور مادی ترقی سے اتنے متاثر ہوجاتے ہیں کہ مغرب سے آنے والے تمام افکار کو سینے سے لگا کر کامیابی کی کلید سمجھتے ہیں۔ان لوگوں کو سب سے پہلے یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ مغربی مذاہب کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لیں۔ مغرب کے وہ شخصیات جن کے علمی کارناموں کے سبب انہوں نے ترقی کی ان میں اکثریت مذہب کے ماننے والے ہیں ان میں چارلس ڈارون نیوٹن، آئن سٹائن وغیرہ ہیں۔اور اسی طرح مغرب میں جن سماجی اور سائنسی علوم کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ان کی بنیاد مذہب پسند مسلمان اہل علم نے رکھی۔ ان میں بابائے کیمسٹری جابر بن حیان، بابائے سماجیات ابن خلدون، جدید سرجری کے بانی ابولقاسم، الخوارزمی جو جدید الجبراء کے بانی کہلاتے ہیں، شامل

۱۔ سورہ آل عمران: ۶۴

ہیں۔ چنانچہ مذہب اگر سائنسی ترقی اور مادی ترقی کے خلاف ہوتا تو یہ تمام تر علمی شخصیات مذہب کے ماننے والے نہ ہوتیں۔(۱)

خلاصہ

تمام تر تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ الحاد کی بڑھنے کی اہم وجہ لوگوں کا تدبر و تفکر سے لاتعلقی اور بے علمی ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں جگہ جگہ انسان کو غور و فکر کرنے کا کہا گیا ہے تاکہ انسان فکر کرے اور کائنات میں موجود چیزوں کا غور سے مطالعہ و مشاہدہ کرے تو اس پوری طرح منکشف ہو جائے گا کہ کوئی ہستی ہے، جس نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے۔ غور و فکر ہی انسان کو ہر طرح کے سوالات اور اشکالات سے نمٹنے کے لیے حقیقت تک رسائی پر آمادہ کرتا ہے۔ گہرائی سے قرآن و سنت کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کے ذہن میں جنم لینے والے منفی سوالات کے جوابات اس کو بآسانی مل سکتے ہیں۔ اس کے بعد اگر مغربی دنیا سے شائع ہونے والے کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں مذکور گمراہی کا ادراک اور سدباب میں آسانی ہوگی۔ مسلمان دینی علماء سے دور ہونے کی وجہ سے دین و مذہب سے دور ہو رہے ہیں۔ دین میں رسوخ رکھنے والے علماء کی قدر کرنی چاہیئے، جو الحاد اور مغربی افکار کے سامنے بنیانِ مرصوص ہیں۔ مسلمان علماء کی کم علمی کی وجہ سے بھی لوگ الحا کی طرف بڑھ رہے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ جید علماء سے اس میدان میں راہنمائی لی جائے۔ اس کے ساتھ عصری تعلیم کو دینی تعلیم پر ترجیح دینے کی وجہ سے بھی لوگ الحاد کے شکار ہو رہے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ پہلے دینی تعلیم کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بچوں کی تربیت اسلامی طرز کے مطابق نہیں ہے۔ کسی مصیبت آنے پر انسان میں صبر و برداشت نہیں رہا، مال و متاع کی شوقین اسلام کے بنیادی رکن زکواۃ سے انکار پر امادہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے دوری کے بنا پر دہشتگردی اور جہاد میں فرق مشکل ہوگیا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ مسائل کے حل کے لیے دین کی طرف رجوع کی جائے اور قرآن کریم اور صحیح حدیثِ رسول ﷺ میں اپنی عصر کی مشکلات کو ڈھونڈا جائے۔ یوں مسلمانوں کو خصوصاً اور دیگر انسانوں کو عموماً الحاد میں مبتلا ہونے سے بچایا جاسکے گا۔

۱۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ۱۷۱

باب دوم

کفر سے متعلق قرآنی آیات کا تفسیری جائزہ

فصل اول: کفر سے متعلق قرآنی آیات

فصل دوم: الحاد سے متعلق قرآنی آیات

فصل اول

کفر سے متعلق قرآنی آیات

مبحث اول: کفر پر براہ راست دلالت کرنے والی قرآنی آیات

مبحث دوم: کفر پر بالواسطہ دلالت کرنے والی قرآنی آیات

مبحث اول

کفر پر براہ راست دلالت کرنے والی قرآنی آیات

قرآن مجید میں کفر کا لفظ بطور معرفہ (الکفر) سترہ بار اور بطور نکرہ (کفر) آٹھ بار کل پچیس بار آیا ہے۔ الایمان بطور معرفہ سترہ بار بطور نکرہ آٹھ بار کل پچیس بار آیا ہے۔[1] لفظ کفر قرآن کریم میں مختلف لغوی معانی کے لیے استعمال ہوا ہے، اور ایمان کے بالمقابل اصطلاح کے طور پر بھی۔ عربی زبان میں لفظ "کفر" اسلام و ایمان کے بالمقابل ایک کلمہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لغت کے کچھ ماہرین نے کفر کو اسلام کی ضد کہا ہے، اور کچھ نے کفر کو ایمان کی ضد کہا ہے۔ قرآن حکیم میں کفر کا لفظ بالمقابل ایمان، کفر بمعنی ناشکری، توحید کا انکار یعنی شرک کفر اسی طرح شریعت و نبوت سے انکار کفر، قرآن کی آیتوں سے انکار کفر لہذا دین کے تقاضوں میں سے کسی ایک تقاضے کو چھوڑنا کفر ہے۔

کفر بالمقابل ایمان

قرآن میں کفر اور ایمان کی اصطلاح بہت زیادہ استعمال ہوئی ہے۔ اور لفظ کفر ایمان کے ضد کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے کفر کی حقیقی معنی کا اس وقت تک وضاحت کرنا ممکن نہیں، جب تک کہ ایمان کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہوں، اس لیے یہاں ہم پہلے ایمان سے متعلق وضاحت کریں گے۔ کہ قرآن و حدیث میں ایمان کسے کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاں ایمان کیا ہے؟ اور ایمان کی جو مختلف درجے اور حدود ہیں وہ حد اور درجہ کیا ہے، جس سے آگے بڑھ جانے والا ایمان کو چھوڑ کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

ایمان کی لغوی معنی

لغت میں تصدیق کرنے کو ایمان کہتے ہیں، تصدیق دل اور زبان دونوں سے ہوتی ہے۔[2] جیسے ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَآ أَنتَ بِمُؤۡمِنٖ لَّنَا ﴾[3]

"اور آپ ہماری بات نہ مانیں گے۔"

شرعی معنی: "شریعت پر یقین کرنے کے لیے ہر چیز کو دل اور زبان سے پرکھنے کی ضرورت ہے۔ جو نبی کریم ﷺ لائے ہیں وہ اس کی واضح دلیل ہے، اور دل کے اثبات میں زبان کے اثبات کے بغیر کوئی قوت نہیں ہے سوائے مزاحمت کے"[4]۔ اس سلسلے میں ارشاد الٰہی ہے:

۱۔ قرآن حکیم انسائیکلوپیڈیا، ۸۳۰

۲۔ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری ۱/۴۳

۳۔ سورہ یوسف: ۱۷

۴۔ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری ۱/۴۳

﴿وَجَحَدُوا۟ بِهَا وَٱسْتَيْقَنَتْهَآ أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ [1]

"اچھی طرح یقین کرنے کے بعد انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے انکار کیا"۔

مفتی شفیع (۱۸۸۳ء-۱۹۶۳ء) ایمان کی وضاحت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"قرآن نے ایمان کی تعریف یُؤۡمِنُونَ بِالۡغَیۡبِ کے صرف دو الفاظ میں پورا بیان کر دیا ہے لغوی معنی میں کسی کی بات کو کسی کے بھروسہ پر یقینی طور سے ماننے کا نام ایمان ہے اور شرعی قانون میں ایمان ایک اصطلاح ہے جو نبی ﷺ کے پیغام کو بغیر مشاہدہ کے محض رسول ﷺ کے اعتماد پر یقینی طور سے قبول کرنے کا نام ایمان ہے، لغت میں لفظ غیب ایسی چیزوں کے لیے بولا جاتا ہے، جو نہ بدیہی طور پر انسان کو معلوم ہوں، اور نہ انسان کے حواس خمسہ اس کو معلوم کر سکیں، یعنی نہ وہ اس کو آنکھ سے نظر آئیں، نہ ہی کان سے سنائی دیں، قرآن میں لفظ غیب سے وہ ساری چیزیں مراد ہیں جن کی علم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں جن چیزوں پر ایمان لانا لازم ہے، ان چیزوں میں سے کسی ایک کا چھوڑنا کفر ہے"۔ [2]

مولانا وحید الدین خان (۱۹۲۵ء-۲۰۲۱ء) کفر اور ایمان کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"دوسرے لفظوں میں ایمان کے بغیر عمل کی کوئی حقیقت نہیں۔ عمل وہ ہے، جو صرف اللہ ہی کے لیے کیا جائے۔ جو عمل خدا کے لیے نہ ہو وہ خود اپنے لیے ہوتا ہے۔ پھر اپنے کیے ہوئے عمل کی قیمت اللہ کیوں دے گا"۔ [3]

امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ (۸۱۸ء-۹۰۶ء) ایمان کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کفر ایمان کی اصل جڑ اور بنیاد کی ضد ہے کیونکہ ایمان کی ایک اصل ہوتی ہے اور باقی فروع ہوتی ہیں اس وقت تک کفر ثابت نہیں کیا جا سکتا جب تک ایمان کی حقیقت ہی ختم نہ ہو جائے"۔ [4]

اللہ تعالیٰ سورہ البقرۃ میں فرماتے ہیں:

﴿أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْـَٔلُوا۟ رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ ٱلْكُفْرَ بِٱلْإِيمَٰنِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ﴾ [5]

"کیا تم بھی اپنے رسول سے اس طرح کے سوال کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے تھے۔ اور جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کیا، تو وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گئے"۔

۱۔ سورہ النمل: ۱۴

۲۔ مفتی شفیع، محمد شفیع، معارف القرآن ۱/ ۱۰۹، ۱۱۷

۳۔ خان، وحید الدین، تذکیر القرآن (نئی دہلی، مکتبہ الرسالہ) ۱/ ۲۴۳

۴۔ تعظیم قدر الصلوۃ للمروزی، ۲/ ۵۱۳

۵۔ سورہ البقرہ: ۱۰۸

لفظ سوال کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً مطالبہ کرنا، کچھ پوچھنا، عبادت کرنا، مانگنا، وغیرہ۔ لیکن اس آیت میں سوال لفظ بطور اعتراض استعمال ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اندر وہ کمزور لوگ جو یہودیوں کے کہنے پر مذکورہ سوال سے متاثر ہو کر اس کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کرتے۔ یہاں مسلمانوں کے اندر ان کمزور لوگوں کو تنبیہ کی گئی کہ یہ سوالات اپنی ذہنیت اور نوعیت کے اعتبار سے اس طرح کے سوالات ہیں جو یہود حضرت موسی علیہ السلام سے کرتے تھے اور یہ طریقہ ایمان وہدایت کا طریقہ نہیں ہے بلکہ ایمان کو کفر سے بدلنے کا طریقہ ہے۔ جو بھی یہ طریقہ اپناتے ہیں وہ یہود کی طرح سیدھی راہ سے بھٹک کے رہتے ہیں۔[۱] اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بَعۡدَ إِيمَٰنِهِمۡ ثُمَّ ٱزۡدَادُواْ كُفۡرٗا لَّن تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلضَّآلُّونَ ﴾[۲]

”بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد کفر اختیار کیا پھر کفر میں اضافہ کرتا گیا ان کی توبہ ہر گز قبول نہیں ہوگی اور یہی لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں“۔

تفسیر ابن کثیر[۳] میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

”وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ کو اپناتے ہیں انکی بد اعتمادی بڑھتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کفر کی حالت میں ہی وہ مر جاتے ہیں۔ تو اللہ ان کو دھمکی دیتے ہوئے حکم فرماتا ہے کہ مرنے کے وقت ان کی توبہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور نہ ان کی یہ توبہ ان سے قبول کی جائے گی اور یہی لوگ بے راہ ہیں یعنی راہ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کے راستے کو اختیار کرنے والے لوگ ہیں“۔[۴]

اس آیت سے یہ وضاحت ملتا ہے کہ ایک دفعہ ایمان لانے کے بعد جو کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے اور پھر موت کے وقت وہ واپس توبہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ قرآن میں واضح الفاظ میں ان سے فرماتا ہے کہ آپ کا مرنے کے وقت کیا گیا توبہ میں قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوهٞ وَتَسۡوَدُّ وُجُوهٞۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱسۡوَدَّتۡ وُجُوهُهُمۡ أَكَفَرۡتُم بَعۡدَ إِيمَٰنِكُمۡ فَذُوقُواْ ٱلۡعَذَابَ بِمَا كُنتُمۡ تَكۡفُرُونَ ﴾[۵]

”جس دن کچھ چہرے روشن اور کچھ سیاہ ہو جائیں گے، اور کالے چہرے والوں سے پوچھا جائے گا، ایمان لانے کے بعد تم نے انکار کیوں کیا؟ اب تم کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو“۔

۱۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ۱/ ۲۹۷-۲۹۸

۲۔ سورہ آل عمران: ۹۰

۳۔ تفسیر ابن کثیر حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن ۷۷۴ھ کی ہے جو آٹھویں صدی کے معروف علماء میں سے ہیں تفسیر ابن کثیر چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں روایات پر زیادہ زور دیا گیا ہے اسی لحاظ سے یہ کتاب تمام کتب تفاسیر میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ (مفتی شفیع، معارف القرآن: ۱/ ۵۶)

۴۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۴۷

۵۔ سورہ آل عمران: ۱۰۶

یہ آیت کریمہ قیامت کے دن ایمان والوں اور ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کی چہروں کی کیفیات کو واضح کر رہی ہے۔ کہ آخرت کے دن دل کی کیفیت چہرے پر عیاں ہو گی۔یعنی جس کے دل ایمان کے نور سے منور ہوں گے قیامت کے روز ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوں گے۔اور جن کے باطن میں گمراہی کی تاریکی جمی ہوئی ہو گی فیصلہ والے دن ان کے منہ سیاہ ہوں گے۔یعنی کامیابی اور نجات پر خوشی کی کیفیت جو چہروں پر نمایاں ہو گی اس کو بیاض وجہ یعنی چہرہ کی سفیدی سے اور کفار وفساق رحمت الٰہی سے محرومی کے باعث جس اندوہ والم (رنج و غم) کا شکار ہوں گے ان کے اثرات ان کے چہروں پر بالکل واضح ہوں گے اسے سواد وجہ (سیاہ نقطہ جو دل پر ہوتا ہے) سے تعبیر کیا گیا ہے۔روز قیامت مومن و کافر ہر ایک اپنے اپنے چہرے سے پہچانا جائے گا[1]۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن ایمان والوں کے چہرے روشن ہوں گے، جبکہ کفر کا راستہ اپنانے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ایمان والوں کے چہروں پر خوشی ہو گی اور کفر اختیار کرنے والوں کے چہروں پر غم کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔روز قیامت مسلمان اور کافر کی شناخت ان کے چہروں سے آسانی سے ہو گا، بلکہ ان سے سوال ہو گا اور وہ عذر پیش کرنے کی کوشش کریں گے لیکن اسے رد کر دیا جائے گا، قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ [2]

"بہانے بنانے کی کوشش مت کرو، تم نے ایمان قبول کرنے کے بعد انکار کیا۔پس تم میں سے ایک جماعت کو ہم معاف کر دیں، تو دوسری جماعت کو یقیناً سزا دیں گے، حالانکہ وہ گنہگار ہیں"۔

آیتِ مبارک میں اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں کہتا ہے کہ اب تمہارا بے ہودہ بہانہ قابل قبول نہیں اور تمہارے اس عذر سے مذاق جائز نہیں ہوتا۔تم اپنے آپ کو مسلمان سمجھ کر کفر کرنے لگے، کیونکہ دین کے ساتھ مذاق بالکل جائز نہیں، بلکہ کفر ہے، حالانکہ تمہارے دل پہلے بھی ایمان سے خالی تھے، ہاں اگر کوئی ابھی بھی ایمان لے آئیں اور مخلص بن جائیں۔تو ہم انہیں معاف کر دیں گے تو وہ کفر اور عذاب سے بچ سکتے ہیں۔لیکن ایمان لانے کی توفیق بھی سب کے قسمت میں نہیں ہو گی ہاں جو بھی آپ میں سے مسلمان ہو جائیں گے، تو ہم انہیں معاف کر دیں گے، پس حاصل یہ ٹھہرا، کہ اگر آپ میں وہ گروہ جو مسلمان ہو جائیں گے ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔اور تم میں سے بعض کو سزا دی جائے گی۔یعنی وہ جو ایمان نہیں لائیں گے[3]۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ الازہری، محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن، ۱۹۹۵ء) ۱/ ۲۶۲-۲۶۳

۲۔ سورہ توبہ: ۶۶

۳۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۴/ ۴۱۶

﴿ قُلۡ يَوۡمَ ٱلۡفَتۡحِ لَا يَنفَعُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِيمَٰنُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنظَرُونَ ﴾[1]

"کہہ دو فیصلہ کے دن تو کفار کو ایمان لانا بے فائدہ ثابت ہو گا اور نہ ان کو ڈھیل دی جائے گی"۔

اہل اسلام ان کے انکار پر آیندہ بلاؤں کا آنا ایک دن پر محول کرتے تھے جس پر کفار نے پوچھا کہ وہ فیصلہ کا دن کب ہے فیصلہ کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ اس دن کے بارے میں دریافت کر کے تم کو کیا فائدہ ملے گا۔ اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ اس دن ایمان لے آئیں گے تو اس دن یعنی آخرت کے دن ایمان لانا کچھ بھی منافع نہ دے گا نہ ہی کوئی ڈھیل ملے گی پس یہ نبی! ان سے کنارہ کرو بحث نہ کرو[2]۔

اسی طرح سورۃ المائدہ میں ہے:

﴿ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلۡإِيمَٰنِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴾[3]

"اور جو لوگ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ کفر اختیار کرے گا، تو اس کے اعمال کو ضائع کیا جائے گا، اور وہ قیامت کے دن خسارہ اپانے والوں میں سے ہوں گے"۔

اس مبارک آیت میں احکام شرعیہ کے بارے میں ذکر ہوا ہے۔ جو احکام شرعیہ یعنی جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے مثلاً اللہ کی کتابیں اور اس کے انبیاء کے ساتھ اور شریعت کے بعض امور کا انکار کرے گا۔ مثلاً جو حلال قطعی کی حلت کا یا حرام قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا تو اس کے تمام نیک اعمال بھی بے کار جائیں گے۔ اور وہ شخص قیامت کے دن خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ بس جو چیزیں جائز ہیں اس کو حلال سمجھو اور جو ممنوع ہیں اس کو حرام سمجھو[4]۔

اللہ کے رسول ﷺ ان کے خیر خواہی میں حد درجہ کوشاں تھے تاہم انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اس پر آپ کو افسردگی تھی جس پر اللہ تعالی نے انہیں تسلی دی فرمایا:

﴿ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحۡزُنكَ كُفۡرُهُۥٓۚ إِلَيۡنَا مَرۡجِعُهُمۡ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمُۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴾[5]

"اور جنہوں نے کفر اختیار کیا، تو آپ ان کی کفر کی وجہ سے غمگین نہ ہونا، ان سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور ہم ان کو ان کے اعمال سے باخبر کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے"۔

۱۔ سورہ سجدہ: ۲۹

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی: ۶/ ۹۴

۳۔ سورہ مائدہ: ۵

۴۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۳/ ۴۲

۵۔ سورہ لقمان: ۲۳

اس آیت کی تفسیر تدبر قرآن میں یوں ہوا ہے:

"آیت مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا گیا ہے۔ کہ اے محمد! آج جو لوگ آپ کی دعوت سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کی انکار سے آپ بالکل غمزدہ نہ ہوں۔ اللہ فرماتا ہے: بالآخر ان سب نے میرے سامنے ہی پیش ہونا ہے اس دن ہم ان کے سامنے ان کے سارے اعمال رکھ دیں گے۔ دوسرے لفظوں میں کسی کو یہ خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ کہ ساری دنیا کے اعمال سے واقف ہونا اللہ کے لیے آسان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم کا حال یہ ہے کہ اللہ باخبر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کیا ہے "[۱]۔

سورہ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَأَنذَرۡتَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تُنذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ﴾[۲]

"جو لوگ کفر کرتے ہیں، ان کو خوف دلاؤ یا نہ دلاؤ برابر ہے۔ وہ ایمان قبول کرنے والوں میں سے نہیں ہیں"۔

اس آیت میں الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد کافروں کی کوئی خاص جماعت ہے۔ اس کی وجہ سے یہاں ان لوگوں کی کچھ خاص خصوصیات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ ان کو خوف دلانا یا نہ دلانا دونوں برابر ہیں کیونکہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں بلکہ کافر ہیں[۳]۔

کفر بمعنی ناشکری

قرآن میں لفظ کفر شکر کے برعکس استعمال ہوا ہے، کیونکہ کفر کے معنی چھپانا ہے، جیسا کہ گزر گیا ہے، گویا کافر اللہ کی نعمتوں کو چھپاتا ہے۔ اللہ تعالی کے دیے ہوئے نعمتوں پر اس لحاظ سے پردہ ڈال دیتا ہے کہ گویا یہ ان کے دیے ہوئے نہیں، ان کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے، ان کی عطا کرنے میں اللہ تعالی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ لیکن مومن شکرِ خداوندی کے ذریعے ان نعمتوں سے اس لحاظ سے پردہ اُٹھاتا ہے، کہ وہ اللہ کے دیے جانے کا اعتراف اور نعمتوں کا اقرار کرکے شکر ادا کرتا ہے۔

شکر کی لغوی معنی

"المنجد میں شکر کی لغوی معانی شکریہ ادا کرنا، شکر کرنا بہتر سلوک پر تعریف کرنا، اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا، درخت کا جڑ میں سے شاخ نکلنا، آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھ، گفتگو شروع کرنا، شکر گزاری

۱۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ۶/ ۱۴۰-۱۴۱

۲۔ سورہ البقرہ: ۶

۳۔ اصلاحی، تدبر قران، ۱/ ۱۰۶

دکھلانا کے معانی مذکور ہوئے ہیں"۔[1]

اصطلاحی مفہوم

امام راغب کے نزدیک:

"شکر کے معنی عطا کردہ نعمت کا خیال اور اس کا اظہار کرنا ہے۔ شکر کفر کے متضاد ہے اور اس کا مطلب نعمتوں کو بھول جانا اور چھپانا ہے۔ بعض کے نزدیک شکر "عین شکری" سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے "آنسو بھری آنکھ"[2]۔

تفسیر السراج المنیر میں شکر کی تعریف یوں بیان ہوا ہے:

الشكر تصور النعمة وإظهارها ويضادّه الكفر وهو نسيان النعمة وسترها[3]

"لہٰذا "شکر" کا مطلب نعمت کا تصور اور اس کا اظہار ہے کفر شکر کی ضد ہے اور اس کے معنی نعمت کو بھول جانا اور چھپانا ہے"۔

انسان کو خدا کا شکر گزار ہونے کی ہدایت کرنا حکمت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ جب انسان میں حکمت کا عنصر موجود ہو تو حکمت اور شکر گزاری ضروری ہے لہٰذا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے اور اگر انسان پہلے خدا کا شکر ادا کرے اور یہ ضروری ہے کہ وہ عقلمند اور دانا ہے یعنی خدا کا شکر گزار ہے اس شکر کے اظہار سے وہ اپنا فائدہ اٹھاتا ہے اور جو شکر گزار ہونے کی بجائے ان کا ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے اس کی توجہ اللہ سے ہٹ جاتی ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ لقمان میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا لُقْمَٰنَ ٱلْحِكْمَةَ أَنِ ٱشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ ﴾[4]

"اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت سے نوازا۔ کہ تم خدا کا شکر ادا کرو۔ جو کوئی بھی شکر بجالاتا ہے، تو وہ اپنے نفس کے لیے شکر کرتا ہے، جو کوئی ناشکری کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کہ ہم نے حضرت لقمان علیہ السلام کو خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے حکمت عطا کی۔ اس لیے اس اجر عظیم پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو اور یاد رکھو کہ شکر کرنے والا اپنی بھلائی کے لیے شکر ادا کرتا ہے۔ اگر آپ خدا کا شکر گزار بندہ نہیں ہو اور ناشکری کرتے ہو تو آپ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاؤ گے۔ خدا غنی ہے اور اس کی مخلوقات ہمہ وقت

---

۱. لویس معلوف، المنجد (مترجم: عبد الفیظ بلیاوی)، ۴۴۱

۲. امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن (مترجم: محمد عبدہ فیروز پوری) (لاہور: المکتبہ الرحمانیہ، جون ۱۹۸۷ء) /۵۴۸

۳. الخطيب الشربيني ، محمد بن أحمد (المتوفى۹۷۷ھ)، السراج المنير في الاعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير، أعده للمكتبة الشاملة : موقع مكتبة المسجد النبوي الشريف، http://www.mktaba.org، ۱/۱۰۱۰۔

۴. سورۃ لقمان: ۱۲

اس کی تعریف کرتے رہتے ہیں [۱]۔

سورہ ابراھیم میں اللہ تعالیٰ حضرت داؤد سے شکر کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [۲]

"اگر تم میرا شکر گزار بندہ بنو گے۔ تو میں تمہیں دینے میں مزید اضافہ کروں گا۔ بے شک میرا عذاب بہت شدید ہے"۔

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"قرآن پاک میں اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اگر میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ تم ان کو میری نافرمانی میں صرف نہیں کرتے میری مرضی کے تابع اپنے اعمال کو کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو اس ضمن میں اللہ فرماتا ہے کہ میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا۔ اگر تم نے میری نعمت کی ناشکری کی۔ تو میں تم کو مزید سخت سزا دونگا" [۳]۔

شکر ہی وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، شکر ہی کے بدولت بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مستحق بنتا ہے اور شکر کا حقیقی حق دار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو ٹھہرایا گیا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((التحدث بنعم الله شكر و تركها كفر و من لا يشكر القليل لا يشكر الكثير)) [۴]

"اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا شکر گزاری ہے اور نعمتوں کا ذکر نہ کرنا، ناشکری ہے اور جو آدمی تھوڑی چیز پر شکر ادا نہیں کرتا، وہ کثیر پر بھی شکر ادا نہیں کرتا"۔

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ شکر ادا کرنے سے اللہ اپنے بندے کو مزید انعامات سے نوازتا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا بھی شکر کے معنی میں استعمال ہوا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا تذکرہ یہ مفہوم دیتا ہے کہ یہ نعمتیں اس کی دئی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالی کی نعمتیں بے شمار ہیں، کم و بیش جو بھی نعمتیں ملی ہیں، اس پر شکر ادا کرنا بندے پر لازم ہے۔ کیوں کہ کم نعمتوں کی ناشکری پر بھی وعید ہے اور جو کم دیئے ہوئے پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ پر کیسے شکر گزار بندہ بن سکتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہمیں جو بھی نعمت اللہ کی طرف سے ملی ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ شکرِ خداوندی کے ساتھ اللہ کے بندوں کا بھی شکر ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ [۵]

۱۔ سواتی، معالم العرفان، ۱۵/ ۶۲

۲۔ سورہ ابراھیم: ۷

۳۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ۵/ ۲۳۰

۴۔ البیهقیی،احمد بن الحسین ، شعب الایمان ، دار الکتب العلمیة ، بیروت، ۱٤۱۰،تحقیق : محمد السعید بسیونی زغلول حدیث: ٤٤۱۹۔

۵۔ سورہ البقرہ: ۱۵۲

”پس جو میرا ذکر کرکے مجھے یاد کرے گا میں ان کو یاد کروں گا۔ شکر گزار بنو، ناشکری نہیں کرنا“۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ہمیشہ رحم فرماتے ہیں۔ اس آیت میں فرماتا ہے۔ کہ تم میری طرف اپنی دھیان دو اور مجھے یاد کرو۔ میں بھی تم پر اپنی رحمت کروں گا اور وہ نعمت جو میں نے آپ کو دی ہے، میری ان نعمتوں کو مد نظر رکھ کر میرا شکریہ ادا کرتے رہو میری ناشکری نہ کرنا اور کسی کی باتوں میں آکر میری نافرمانی نہ کرنا[1]۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا۟ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴾[2]

”اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب کا مالک اللہ ہے، اور یقیناً ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو کتاب اور ڈرنے کا حکم دیا تھا، اگر تم انکار کروگے، بے شک جو چیزیں آسمانوں میں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اللہ ہی کے ہیں، اور اللہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ ہر تعریف کا حق رکھتا ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں“۔

آیت کی تفسیر میں عبد الحق حقانی فرماتے ہیں:

”ایسے مالک کے حکم کی تعمیل آسمان اور زمین میں رہنے والے دونوں پر بہت ضروری ہے اور اس کے احکام کی پیروی کا حکم خاص تم کو نہیں بلکہ تم سے پہلی امتوں کو بھی دیا ہے۔ جن کو تم لوگوں سے پہلے آسمانی کتابیں یعنی تورات اور انجیل ملی تھی۔ اور تمہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے اور اللہ نے تم کو یہ بھی سنایا کہ اگر تم ناشکری کروگے یعنی اللہ کے احکامات کی مخالفت کروگے۔ تو آپ کی مخالفت سے اللہ کا کوئی نقصان نہیں اس میں تمہارا نقصان ہے۔ کیونکہ جو چیز زمین و آسمان میں موجود ہے سب کا مالک اللہ ہے تو ایسے بڑے سلطان کا کیا نقصان ہوگا، البتہ ایسے بڑے سلطان کی مخالفت بلاشک مضر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت کا حاجت مند نہیں۔ وہ خود کامل الصفات ہے۔ کسی کی مخالفت سے اس کی صفات میں کوئی عیب لازم نہیں آتا“[3]۔

اس آیت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ کی احکامات کی مخالفت کرنا بھی اللہ کی ناشکری کرنے کے معنی میں آتا ہے اصل میں اللہ کی ناشکری کرنے سے اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ در حقیقت نقصان اس کے بندے کو ہی ہوتا ہے کیونکہ پہلی امتوں نے بھی اللہ کی نافرمانی اور ناشکری کرکے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا تھا۔

سورہ زمر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۱/۳

۲۔ سورہ النساء:۱۳۱

۳۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۵۶۹/۲

﴿ إِن تَكْفُرُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ ٱلْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُواْ يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ﴾ [1]

"اگر تم شکر نہیں کروگے، تو بے شک اللہ کو بھی تمہاری پرواہ نہیں۔ اور وہ اپنے بندوں سے ناشکری کو پسند نہیں کرتا تو وہ تم سے خوش ہوگا، اور اگر تم شکر ادا کروگے، اور کسی سے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ پھر تم کو اپنے رب کے پاس جانا ہے، پھر وہ تم کو تمہارے کیے کا بتائے گا، کیونکہ وہ دلوں کی باتوں سے باخبر ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنے بارے میں خبر دے رہا ہے۔ کہ تم میں سے اگر کوئی میری ناشکری کرے گا تو میں اس کو پسند نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اپنے بندوں کی ناشکری پسند نہیں۔ اگر تم میرا شکر گزار بنے گا، تو میں اس سے محبت کروں گا اور تم پر فضل کروں گا۔ اور کوئی کسی کا تکلیف اٹھانے کا ذمہ دار نہیں ہوگا ہر ایک سے اس کے اعمال کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور ہر ایک اپنے سوال کا جواب دے گا۔ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ دلوں کے سارے معاملات کو جانتا ہے۔ [2]

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں سے محبت اور ان پر اپنا فضل فرماتا ہے، لیکن ناشکروں کو ناپسند فرماتا ہے، جیسا کہ حدیث کسوف میں عورتوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد اسی ناشکری کے معنی پر دلالت کرتا ہے، فرمایا:

وَرَأَيْتُ النَّارَ، فَلَمْ ارَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ " قَالُوا: لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " بِكُفْرِهِنَّ " قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: " يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوِ احْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ [3]

"میں نے جہنم دیکھی ہے، اور آج جیسا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اس میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ ایسا کیوں؟ فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے، عرض کی گئی: کیا یہ اللہ سے کفر کرتی ہیں؟ فرمایا "جو اپنے شوہروں کی ناشکری اور احسانات کی ناشکری کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اگر آپ مسلسل کسی پر احسان کر رہے ہیں، تو وہ آپ میں کوئی چھوٹی سی خامی دیکھیں گے اور کہیں گے میں نے تجھ سے کبھی کوئی خیر دیکھی نہیں"۔

اس حدیث سے احسانات کی ناشکری کا جو وبال سامنے آرہا ہے، نہایت افسوس ناک ہے۔ لہٰذا ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ چھوٹی سی چھوٹی غلطی پر احسانات کو خاک میں ملانا ناشکری کی عادت پڑجاتِ ہے، جو کسی صورت عقلمندی نہیں ہے۔ چاہیے کہ صبر سے کام لیا جائے، اس لیے بندوں کے احسانات کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری تک بندوں کو لے جاتی ہے، جس کا آخری ٹھکانہ دوزخ بن جاتا ہے۔ مومن بندوں کی اللہ سنتا ہے، اور ناشکری اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

۱۔ سورہ الزمر: ۷

۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۴/۹۶

۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ضیاءا لقرآن پبلیکیشنز) کتاب الایمان، باب کفران العشیر و کفران دون کفر، ح: ۲۹۔

اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُدَٰفِعُ عَنِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴾[1]

"اور (اے نبی ﷺ!) نیک بختوں کو مژدہ سنا دو بے شک اللہ حمایت کرتا ہے، ایمانداروں کی اللہ کو کوئی دغاباز ناشکر پسند نہیں آتا"۔

اس مقام پر اللہ پاک آنحضرت ﷺ کو ایمانداروں کی حمایت کا مژدہ سناتا ہے اور کافروں و ناشکروں سے نفرت ظاہر کرتا ہے۔ اس آیت میں مومنین کے لیے ان کی حالت مظلومی پر مقابلہ کا اشارہ تھا، مگر اس کے بعد بھی کفارِ قریش ظلم و ستم سے باز نہ آتے تھے، آنحضرت ﷺ کے پاس مسلمان زخمی ہو کر آیا کرتے تھے اور شکایت کر کے مقابلہ کرنے کی اجازت چاہتے تھے، مگر آپ ﷺ فرماتے تھے کہ صبر کرو۔[2] جیسا کہ آل یاسر کے بارے میں فرمایا:

«صَبْرًا يَا آلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ»[3]

اللہ تعالیٰ نے شکر کے ساتھ صبر کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور ناشکروں سے نفرت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَٱلظُّلَلِ دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴾[4]

"اور جب پہاڑ جیسے دریا کی موج ان کو ڈھانک لیتی ہے، تو وہ صرف اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اُسی کے ہو کر پھر جب ان کو واپس زمین پر بچالاتا ہے، تو ان میں سے کچھ ہی صحیح راہ پر رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا، مگر ہر دغاباز ناشکرا"۔

مصیبت کے وقت اللہ پاک اپنے بندوں کی کس طریقے سے دستگیری کرتا ہے اور بہت جلد انسان کی دلی حالت پر متنبہ ہوتا ہے۔ انسان مصیبت کے وقت اپنی اس فطری حالت پر آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں، مگر مصیبت کے ختم ہونے پر وہ واپس خدا کو بھول جاتے ہیں، اس میں صبر و شکر کی پوری آزمائش ہے، فرماتا ہے، کہ دریا کے سفر میں جب ان کو پہاڑ جیسی خطرناک موجیں ڈھانک لیتی ہیں، تو وہ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں خاص اسی کی طرف اخلاص و نیاز پیدا کر کے، پھر جب ان کو پانی سے باہر نکال کر بچالاتا ہے، تو بعض ان میں سے درمیانی رستہ پر (یعنی کفر کا درمیانی راستہ) رہ جاتے ہیں، یعنی جوش و خروش سے کفر پر نہیں رہتے، کیونکہ اس کو کچھ نصیحت مل گئی۔ توحید اور شکر گزاری کا طریقہ ہے، اس حالت میں جس نے ناشکری کی تو

۱۔ سورہ حج: ۳۸

۲۔ حقانی: تفسیر حقانی، ۵/ ۲۴۴

۳۔ الحاكم ، أبو عبد الله محمد بن عبد الله(المتوفى: ٤٠٥هـ)، المستدرك على الصحيحين،تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية ، بيروت، ١٩٩٠م، حدیث نمبر:۵۶۴۶۔

۴۔ سورہ لقمان: ۳۲

انہوں نے خدا کی آیات کو صاف طور پر رد کیا اور جنہوں نے آیات کو رد کیا وہ خطرناک، غدار اور وعدہ خلافی کرنے والے ہیں اللہ سے کیے گئے وعدے کی ناشکری کون کرے گا؟ تمام حریف کفور ناشکرے ہیں۔[۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ [۲]

"ہم نے اس کو رستہ دکھادیا، پھر کچھ شکر گزار اور کچھ کافر ہو رہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو کان آنکھ کی طرح دیگر ممتاز صلاحیتوں سے اچھی اور بری دونوں میں تمیز کے لیے دو راستے دکھائے ہیں اور بتادیا کہ یہ برا رستہ ہے جو سیدھا جہنم کو جاتا ہے اور یہ اچھا رستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے تجھے دونوں پر چلنے کا اللہ نے اختیار دیا ہے۔ پھر کچھ شاکر ہو گئے، جنت کی راہ پر چلے گئے اور کچھ کافر ناشکرے ہو گئے، جہنم کی راہ پر چلے۔[۳]

اس آیت پر غور و فکر کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو اچھے راستہ کا انتخاب کرتا ہے، وہ اصلاً اللہ کا شکر ادا کر کے جنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور جو برے راستے کو اپناتا ہے، وہ ناشکری کر کے جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنا دیتے ہیں۔ ناشکری کے اس فعل کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر ناپسند کیا ہے کہ جس کی پاداش میں قوم سبا کو تباہ و برباد کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

﴿فَقَالُوا۟ رَبَّنَا بَٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَٰهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [۴]

"پھر انہوں نے اپنے پروردگار سے کہا، کہ ہماری سفر کو دور فرمادو، اور وہ اپنی حق تلفی کر بیٹھے، تو ہم نے ان کو کچھ سنوانوں بنادیا، اور ہر ایک جماعت کو الگ الگ کیا، بے شک اس میں شکر گزاروں اور صبر کرنے والوں کے لئے نشانی ہیں۔"

یہ {ناشکری} ان کی زبانِ قال کی نہیں، بلکہ زبان حال کی تعبیر ہے، کہ انہوں نے یہ رفاہیتیں پا کر جو رویہ اختیار کیا اس سے یہ ظاہر کر دیا، کہ وہ ان آسائشوں کا حقدار نہیں ہیں۔ بلکہ سزا کے لائق ہیں، کہ ان کی بستیاں ویران ہو جائیں ان کی منزلیں مشکل میں ہو جائیں اور یہ ساری حسرتیں ان سے چھین لی جائیں قوم سبا نے اللہ کی ناشکری و نافرمانی کی اور اپنے جانوں پر خود ظلم کیا، اور خدا کی قہر و غضب کو دعوت دی لیکن خدا کا کچھ نہیں بگاڑا۔ قوم سباء کی ناشکری کا انجام صفحہ سے مٹ کر صرف ماضی کے داستان بن گئے۔ فرمایا کہ اس سرگزشت میں شکر و صبر کرنے والوں کے لیے بہت

۱۔ حقانی: تفسیر حقانی، ۶/ ۸۳

۲۔ سورہ انسان: ۳

۳۔ حقانی: تفسیر حقانی، ۷/ ۳۱۴

۴۔ سورہ سباء: ۱۹

سے معجزے ہیں مثلاً اس دنیا میں جتنی بھی نعمتیں ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہی ہیں۔ اس وجہ سے ان کو پا کر غرور میں مبتلا ہونے کے بجائے لوگوں کو اپنے اللہ کا شکر ادا کرنے والا اور اس کا فرمانبردار بننا چاہیے۔ جو بھی نعمتیں اللہ عطا کرتا ہے امتحان لینے کے لیے عطا کرتا ہے۔ اللہ اپنے بندے کو آزماتا ہے کہ وہ میرا شکر گزار ہے یا ناشکرا[1]۔

توحید سے انکار یعنی شرکِ کفر

توحید دین کی بنیاد ہے، جس پر یہ دین قائم ہیں، جو لوگ توحید کا ہر لحاظ سے حفاظت کرتے ہیں، وہی اپنے اصل دین ہی کی حفاظت کرتے ہیں اور جو لوگ توحید میں کوئی بگاڑ پیدا کرتے ہیں، وہ اصل تصورِ دین کو برباد کر دیتے ہیں۔ وہ جو بظاہر دین داری کے کام کر رہا ہوتا ہے، بالکل بے فائدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ نے شرک کو معاف نہ کرنے والا گناہ کہا ہے۔ لہذا ضروری ہے، کہ قرآن کریم میں جو آیات مبارکہ شرک کے حوالے سے نازل ہوئے ہیں ان آیتوں کو سمجھا جائے اور ان پر عمل کرنا ضروری سمجھا جائے۔

شرک کا لغوی معنی

شرک کی لغوی معنی حصہ داری اور ساجھے پن۔ شرکت اور شراکت کے ہیں، لویس معلوف لکھتے ہیں:

"شرک شریک، حصہ دار ٹھہرانا، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، شرک کرنا، کام میں شریک بنانا، باہم شریک ہونا، ایک دوسرے کا حصہ دار بننا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔"[2]

اصطلاحی مفہوم

دین کی اصطلاح میں شرک کے معنی ہیں، کہ خدا کی ذات، صفات اور صفات کی تقاضوں میں کسی اور کو حصہ دار بنانا، شرک کہلاتا ہے۔ امام راغب اصفہانی شرک کے معنی یوں لکھتے ہیں:

"اسلام میں شرک کی دو اقسام ہے۔ ایک اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا شرک عظیم ہیں دوسرا کسی کام کے لیے خدا تعالیٰ سے دوسروں کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرنا شرک صغیر ہیں جس کو کچھ اور بھی کہا جاتا ہے اور وہ منافقت ہے۔"[3]

قرآن مجید میں شرک کو سخت ناپسند کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ ﴾[4]

۱۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۶/۳۱۰-۳۱۱

۲۔ لوئیس معلوف، المنجد (مترجم: عصمت ابو سلیم)، لاہور، مکتبہ دانیال، ۳۸۲

۳۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ۵۳۶

۴۔ سورہ النساء: ۴۸

"خدا اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا، کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے۔"

دوسری جگہ حکماً شرک سے باز رہنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ﴾(۱)

"اور اللہ کو معبود بناؤ، اور شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو۔"

مفتی محمد شفیع شرک کی تعریف کے ساتھ اس کے اقسام کو یوں بیان کرتے ہیں:

"جو عقائد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں ہے، اس جیسا کوئی عقیدہ کسی مخلوق کے لیے رکھنا شرک ہے۔ شرک کی مختلف قسمیں ہیں۔ جیسے ذات میں شرک، صفات میں شرک، عبادت میں شرک (قولی، مالی یا بدنی عبادات میں اللہ کی مخلوق کو شریک کرنا)۔"(۲)

امین احسن اصلاحی (۱۹۰۴ء–۱۹۹۷ء) کا شرک کے متعلق نقطہ نظر کچھ یوں ہیں:

"شرک در اصل کفر ہے، اسی لیے قرآن نے شرک کو کفر کہا ہے۔ اور جو شرک کو کفر کے مقابل میں کم تر سمجھتے ہیں، ان کی یہ رائے قرآن کے بالکل منافی ہے۔"(۳)

شرک کی اقسام:

شرک کے اقسام کو سمجھنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ اکثر لوگ بظاہر شرک سے نفرت و بے زاری ظاہر کرتے ہیں، لیکن وہ اپنے اقوال اور افعال سے اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ شرک کی حقیقت و اقسام سے ناواقف ہے۔ شرک خدا کے ذات کی طرح صفات اور خصوصیات میں دوسروں کا اشتراک پیدا کرنا ہے۔ شرک کی تین اقسام ہیں:

۱۔ شرک فی الذات (اللہ کی ذات میں شرک)

۲۔ شرک فی صفات (اللہ کی صفات میں شرک)

۳۔ شرک فی العبادات (قولی، مالی یا بدنی عبادات میں اللہ کی مخلوق کو شریک کرنا)

۴۔ ایک اور قسم شرک فی الحکم بھی ہے، کہ خدا کے احکامات کے بجائے انسانوں کے احکامات پر انسان عمل پیرا ہو جائے۔

شرک فی الذات

اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ کی روح [ذات] کو کسی دوسرے کے ساتھ بانٹنا اللہ تعالیٰ کو ہمسر ماننا اور کسی کو برابر سمجھنا،

۱۔ سورہ النساء:۳۶

۲۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۲/ ۴۳۰

۳۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۵/ ۲۳۲

کسی کو اللہ کا بچہ یا باپ سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کی روح میں شرک کفر ہے۔ شرک فی الذات شرک کی بدترین قسم ہے اور اللہ تعالی کے وجودِ قدیم سے انکار ہے۔ بعض سائنسدانوں اور فلسفیوں کا شرک، جو کہتے ہیں، کہ یہ دنیا قدیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لیے رہے گی۔

مودودی لکھتے ہیں:

”ذات میں شرک یہ ہے، کہ مثال کے طور پر عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث میں عرب مشرک فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھنا، باقی مشرک انہیں دیوتا اور دیوی اور ان کے دیوتا اور دیوی کہتے ہیں۔ بادشاہت، جنس کا اعلان، یہ سب اپنے اندر سے گریز کیا جاتا ہے۔ یہ سب شرک فی الذّات ہیں۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ کا جو بھی رسول اور نبی اس دنیا میں آتا وہ توحید ہی کا عقیدہ لے کر آتا۔ کہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو عقیدہ لے کر آئے تھے وہ عقیدہ توحید ہی تھا جسے ہر رسول لے کر آیا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرنا لیکن اس ممتاز عقیدے کے اندر تحریفات کر لی گئیں۔ یہ تحریفات اس وقت شروع ہوئیں۔ جب عیسائیت کے اندر بت پرستی داخل ہوئی اور عیسائی بت پرستی کو عقیدہ توحید کے ساتھ ملانے لگے۔ عیسائیوں کے عقائد عجیب وغریب شکل اختیار کر گئے۔ اور ان کا عقیدہ توحید خالص نہیں رہا۔ اس کے بعد جب آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب سے صحیح عقیدہ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ لَّقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَۚ قُلۡ فَمَن يَمۡلِكُ مِنَ ٱللَّهِ شَيۡـًٔا إِنۡ أَرَادَ أَن يُهۡلِكَ ٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَأُمَّهُۥ وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗاۗ وَلِلَّهِ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَاۚ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ﴾ (۲)

”بیشک وہ کافر ہیں۔ جن لوگوں نے کہا، کہ خدا ہی مسیح مریم کا بیٹا ہے، کہو، کہ اگر خدا چاہتا تو مسیح ابن مریم اور زمین پر موجود سب کو تباہ کر سکتا۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا کے ہاتھ میں ہے اور جو کچھ دونوں میں ہے، وہ خدا ہی پیدا کرتا ہے، جیسا چاہتا ہے، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔“

علامہ سید قطب شہیدؒ (۳) (۱۹۰۶ء-۱۹۶۶ء) آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”جن کا یہ کہنا ہے، کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے وہ بھی کافر ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں، کہ اللہ تینوں میں سے ایک ہے وہ بھی کافر

۱۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۱/۵۹۸

۲۔ سورہ مائدہ: ۱۷

۳۔ سید قطب مصر کے ضلع اسیوط کے قریہ موشا کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئیں سید قطب نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی اور اپنی والدہ کی دلی آرزو پر بچپن میں قرآن حفظ کر لیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۲ بتائی جاتی ہے تفسیر فی ظلال القرآن آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

ہے۔ اگر خدا مریم اور اس کے بیٹے مسیح اور زمین کے تمام لوگوں کو اس دنیا سے نیست و نابود کرتا ہے۔ تو اس حکم کو کون روک سکتا ہے؟ اسی طرح خود خدا اور اس کی قدرت اور یسوع خود بالکل الگ ہیں۔ اور حکومت صرف اللہ کی ہے۔ خدا ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور مالک ہے، اور خالق اپنی مخلوقات سے باہر چیزیں کر سکتا ہے"۔ (۱)

جس نے اللہ کے معبود ہونے کے علاوہ کسی اور کو معبود بنانے کا عقیدہ رکھا، جیسے عیسائیوں کا شرک، جو عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں۔ یعنی الٰہ (معبود) تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اللہ کو تین میں کا ایک کہنے والوں کو کافر کہا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَّقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۲)

"بیشک وہ کافر ہیں۔ جن لوگوں نے کہا، کہ اللہ ان تینوں میں سے ایک ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور اگر وہ اپنی باتوں سے باز نہ آئیں گے، تو کافروں کو دردناک عذاب ہوگا۔"

آغاز میں مشرکین مکہ حضرت اسماعیلؑ کے دین کو مانتے تھے، حضرت اسماعیلؑ کا دین، دین توحید ہی تھا، جس کو حضرت ابراھیمؑ نے اس علاقے میں پیش کیا تھا۔ بعد میں وہ عقیدہ توحید سے انکار کرنے لگے۔ یہ انکار شروع میں معمولی سا تھا، لیکن بعد میں وہ بت پرستی میں اس قدر مبتلا ہوگئے کہ آخر کار وہ جنوں کو پوجنے لگے اور جنوں کو اللہ کے شریک ٹھہرانے لگے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَجَعَلُواْ لِلَّهِ شُرَكَآءَ ٱلْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُواْ لَهُۥ بَنِينَ وَبَنَٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ (۳)

"اور وہ لوگ اللہ کو جنوں کے شریک بناتے ہیں، اور انہوں نے انہیں خدا کی طرف سے پیدا کیا ہے۔ اور بغیر کسی علم کے ان کو بیٹے اور بیٹیوں کا عنوان دیا۔ وہ پاک اور بلند ہے، وہ ان باتوں سے جنہیں وہ بیان کر رہے ہیں۔"

فی ظلال القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا گیا ہے:

"بعض مشرکین عرب جنہوں نے جنوں کو معبود بنایا تھا۔ لیکن ان کو یہ علم نہیں تھا۔ کہ جن اصل میں کیا ہے۔ وہ جنات کو بھی مخلوق سمجھتے تھے۔ وہ جنوں کو پوجتے تھے ان کو اللہ کے حصہ دار ٹھہراتے تھے۔ قرآن کریم ان کے ان عقائد کا ایک لفظ میں یہ بات ختم کر دیتا ہے۔ (خلقھم) اللہ نے ہی تو ان کو خود پیدا کیا۔ اس آیت میں خرقُو کا مفہوم ہے۔ کہ انہوں نے نقلی طور پر عقیدہ بنا لیا تھا۔ یہودیوں نے اپنی جانب سے جھوٹ گھڑنا شروع کیا۔ حضرت عزیر کو

۱۔ قطب شہید، ظلال القرآن، ۲/ ۷۰۴

۲۔ سورہ مائدہ: ۷۳

۳۔ سورہ انعام: ۱۰۰

اللہ کا بیٹا کہا اور نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ مشرکین مکہ ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ فرشتوں کو مادیات تصور کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے افتراؤں کے جواب میں اصل حقیقیت کو سامنے لاتے ہوئے ان کے غلط خیالات کی رد فرماتے ہیں۔ کہ ان میں کیا کیا جھول ہے"۔ (۱)

مذکورہ آیات سے یہ بات بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن وانس کے وجود کا اصل مقصد اللہ کی عبادت ہے نہ کہ ان کو خدائی اختیارات میں ساجے بنانا۔ الغرض اللہ کو ایک ماننا، اسی کی عبادت کرنا، اسی کے سامنے جھکنا، اسی سے مانگنا، اسی کو مالک و خالق سمجھنا، اسی کے قانون کو قانون ماننا، اسی کے بارگاہ میں دست سوال دراز کرنا، اور اس کے واحد اور یکتا ہونے پر ایمان لانا توحید ہے۔ جبکہ اللہ کی ان خاصیتوں میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا شرک ہے جو اصل میں کفر ہی ہے۔ اسی وجہ سے توحید پر پختہ ایمان انسان کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ انسان خود کو مکمل طور پر اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اسی وجہ سے توحید دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اولین شرط قرار پاتا ہے۔

شرک فی الصفات

صفات میں شرک کے معنی ہیں، اللہ تعالیٰ جیسے صفات دیگر مخلوق میں موجود ہونے پر ایمان لانا، جیسے دوسروں میں خدا تعالیٰ جیسے قدرت کا ہونا، دوسروں کے لیے علم، ارادہ کو ثابت کرنا، دوسروں کو ازلی اور ابدی ماننا، یا یہ تصور کرنا کہ کسی دوسرے شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرح پوری طاقت حاصل ہے۔ لیکن توحید حقیقی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کے اپنے ہیں جبکہ مخلوق میں موجود تمام صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد رباری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (۲)

"کوئی چیز اس کی مثل نہیں"۔

ذات باری میں شرک کی طرح اللہ کی صفات میں بھی اللہ کے بندوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، شرک فی الصفات ہے۔ غیب کی علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ آج کل یہ عقیدہ اپنایا گیا ہے کہ اللہ کے علاوہ بزرگ یا پیر ہمارے سارے حال اور ہر بات سے باخبر ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تو نبی، ولی شہید کو عالم الغیب مان کر کہتے ہیں کہ وہ ہر بات کا علم رکھتے ہیں، جب کوئی مشکل پیش آتا ہے، تو ان کو پکارتے ہیں، کہ وہ ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے نام سے نذرانہ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ نذر و نیاز کا جب ان کو علم ہوتا ہے۔ تو وہ خوش ہو کر اس کا کام کر دیتے ہیں۔ اصل میں علم میں شرک ہی سارے مشرکانہ اعمال کا سبب بنتا ہے۔ اگر کوئی یہ سوچ لیں کہ جس کو ہم پکار رہے ہیں وہ تو وفات پا چکے ہیں وہ نہ تو ہماری پکار کو سن سکتا ہے۔ نہ ہماری مدد کر سکتا ہے نہ ہماری نذر و نیاز کا اس کو کوئی علم ہو گا۔ تو کوئی نہ کسی

۱۔ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، ۲/ ۹۹۳-۹۹۴

۲۔ سورہ شوریٰ: ۱۱

کو پکارے گا اور نہ ان کے نام نذر و نیاز کرے گا۔ بلکہ ان میں خالص للہ اعمال کے محرکات پیدا ہوں گے، جو اصل دین ہے۔
سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”صفات میں شرک کا مطلب ہے۔ کہ اللہ کی صفات، جو صرف اللہ ہی کے لیے ہیں، ان صفات کو کسی مخلوق کے لیے قرار دینا۔ مثلاً کسی کے بارے میں یہ سمجھنا۔ کہ یہ غیب کی ساری حقیقتوں کو جانتا ہے۔ یا وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے، یا یہ کہ وہ تمام تمام کمزوریوں اور عیبوں سے پاک اور بالکل بے گناہ ہے۔“[1]

ایک مقام پر اللہ رب العزت نے یوں فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَا ۚ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾[2]

”پس جب اللہ تعالیٰ انہیں تندرست اولاد عطا کرتا ہے۔ تو دونوں بناتے ہیں، اللہ کے ساتھ شریک اس میں جو اس نے انہیں دیا، تو بلند و برتر ہے، جنہیں وہ اللہ کے شریک بناتے ہیں۔“

لیکن جب اللہ نے ان کی دعا سن لی۔ اور ان کو ایک تندرست بچہ عطا کیا۔ تو شکر گزار ہونے کے بجائے انہوں نے شرک کیا، وہ بچہ شرک کا سبب بن گیا جس کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں بعض اوقات ایمان بھی داخل ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بیٹا کسی ولی یا بزرگ نے دیا ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں، کہ عملاً اس بچے کو کسی زندہ یا مردہ بزرگ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور ان کے نام نذرانہ کرتے ہیں یا بچہ کو لے جا کر ان کے سامنے اس کا متھا ٹیک دیتے ہیں اور کبھی بچہ کا نام رکھنے میں مشرکانہ انداز اختیار کرتے ہیں، عبد اللات، عبد العزیٰ یا عبد الشمس یا بندہ علی وغیرہ ایسے نام رکھ دیتے ہیں۔ یہ مشرکانہ عقائد و اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کی مختلف صورتیں ہیں۔ آیت کے آخر میں ان لوگوں کی بے راہی اور کج روی کو واضح کرنے کے لیے فرمایا۔ کہ اللہ کی ذات اس شرک سے پاک ہے، جس کو ان لوگوں نے اپنایا ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ إِذَا كَشَفَ ٱلضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ﴾[4]

”پھر جب آپ کے دُکھ دور کر دیئے جاتے ہیں تو آپ میں سے بعض لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔“

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ بندے کے بارے میں فرماتا ہے۔ کہ جب کوئی مصیبت تم پر آتی ہے۔ تو تم اس غم کو دور کرنے کے لیے مجھے پکارتے ہو، میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں اور جب تم شکایت کرتے ہو۔ تو تمہاری پریشانیاں دور کرتے ہیں۔ جب میں یہ کروں گا۔ تو تم منہ موڑو گے۔ اور واپس میرے ساتھ شریک ٹھہرانے لگوں گے“۔[5]

۱۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن ۱/۵۹۸

۲۔ سورہ اعراف: ۱۹۰

۳۔ محمد شفیع، معارف القرآن، ۴/۱۴۹

۴۔ سورہ النحل: ۵۴

۵۔ کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ۲/۵۷۶

قرآنی آیات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ دلوں کے بھید بھی جانتا ہے جو ظاہر کیا جاتا ہے اسے بھی دیکھتا ہے اور جو چھپا کر کیا جاتا ہے اسے بھی دیکھتا ہے وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو حاجت روا اور مشکل دور کرنے والا سمجھنا، اللہ کے علاوہ کسی اور کو بگڑی بنانے والا سمجھنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ مانگنا اور حاجت پوری ہونے کے بعد کسی دوسرے کو اس کا کریڈٹ دینا شرک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم صرف اللہ کی ذات سے ہی مانگیں اور اسی کو مشکل کشا سمجھیں۔

شرک فی العبادات

شرک کی تیسری قسم شرک فی العبادات ہے۔ قادرِ مطلق خُدا کی بڑی خوبیاں ہیں۔ ان عظیم صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان صرف اللہ کی عبادت کر کے اس کے آگے جھک جائے۔ مدد اور دعا اسی سے مانگے۔ کسی کو عبادت کے لائق سمجھنا اللہ کے سوا، کسی کی عبادت کرنا، کسی سے مانگنا عبادت میں شرک ہے۔

مفتی شفیعؒ اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہرانے کے متعلق لکھتے ہیں:

> ”کسی کے آگے جھکنا، کسی جانور کا نام کسی کے نام پر رکھنا، کسی کی عبادت کرنا، کسی کے نام کی قسم کھانا، کسی کی گھر کی زیارت کرنا، کسی دوسرے کے قول و فعل کو احکام الٰہی پر ترجیح دینا، کسی کے آگے سجدہ کرنا، کسی کی عبادت کرنا۔ کسی دوسرے شخص کے نام پر ذبح کرنا۔ آپ جس سیارے کو سمجھتے ہیں اس کے زیر اثر دنیا کے بارے میں سوچیں، چاند کو بد قسمت سمجھیں وغیرہ“[۱]

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾[۲]

”اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، مگر اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بے حد مہربان اور رحم والا ہے۔“

کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اس کو پکارنا اور اس سے مانگنا اس سے سفارش کرنا اور اللہ کی طرح اس سے امید رکھنا اور اللہ کی طرح اس سے محبت رکھنا اور اللہ کی طرح اس سے ڈرنا اللہ کے نام کے علاوہ اس کے نام پر ذبح کرنا وغیرہ یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ اور اس شرک کو اللہ نے قرآن حکیم میں ظلم عظیم کہا ہے۔ کبھی کبھی اللہ کی خوشنودی کے بجائے دکھاوے کے لیے نیکی کا کام کرنا وغیرہ بھی شرک میں آتا ہے۔ عرب کے مشرک لات، منات اور عزیٰ کی عبادت کرتے تھے، جو عورتوں کے نام ہیں۔ لات الہٰ کی مونث ہے، عزیٰ عزیز کی مونث ہے اور اسی طرح منات منان کی مونث ہے، اپنے بتوں کے نام انہوں نے عورتوں کے نام سے رکھے ہوئے تھے اور ان بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۲/ ۴۳۰

۲۔ سورہ البقرہ: ۱۶۳

﴿ إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴾ (۱)

"(وہ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کو معبود بناتے ہیں۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر سرکش شیطان کو معبود بناتے ہیں۔"

اس آیت میں پکارنے سے مراد دعا، ظلم وزیادتی کی شکایت، مدد مانگنا وغیرہ کے ارادہ سے اس معنی میں ہو جس معنی میں معبود کو پکارا جاتا ہے یہاں لفظ اناثا لات، منات اور عزیٰ جاہلیت کے وہ بت مراد ہیں، جن کے وہ عبادت کرتے تھے۔ شیطان کے پکارنے کا ذکر اصل بادشاہ شرک کی حیثیت سے وہی ہے، جو شیطان نے آدمؑ کو سجدہ کرنے کے معاملے میں خدا کے حکم کی نافرمانی کی، تو شیطان کی اس انکار پر اللہ نے اس پر لعنت کی، تو شیطان نے دھمکا کر کہا، کہ میں آپ کی بندوں کو کئی طرح سے توحید سے ہٹا کر شرک میں مبتلا کر دوں گا، اس لیے شرک کا سربراہ شیطان ہی ہے، اور اسی وجہ سے ہر وہ دعا ہر وہ عبادت و اطاعت جو اللہ کے علاوہ کسی غیر اللہ کی ہو تو وہ بالواسطہ شرک کے امام شیطان ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۲)

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴾ (۳)

"بلکہ آپ خدا کو پکاروگے۔ پھر اگر وہ چاہے تو جس تکلیف کے ختم کرنے کے لیے اس کو پکاروگے، اس کو دور کرے بھی ان کو بھول جاؤ، جن کو اس کا شریک کرتے ہو۔"

آیت کریمہ سے یہ تعلیم حاصل ہوئی کہ: جب تم پر کوئی مصیبت، مشکلات اور پریشانیاں آئیں تو صرف اللہ سے فریاد کرو، تاکہ تمہاری پریشانیاں دور ہو جائیں۔ اگر خدا چاہے تو تم سے مشکلات دور کر دے۔ لیکن اگر وہ چاہے تو اس مصیبت کو دور نہیں کرے گا۔ جنہیں تم خدا کے شریک بناتے ہو۔ (۴)

اس لیے کہ ان کے پاس ایسی کوئی قوت اور اختیار ہے نہیں، لیکن شیطان کا دعوی انسان کے بارے میں حقیقت میں بدلتا ہے، اور وہ اس کے بہکاوے میں آجاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَٱسْتَفْزِزْ مَنِ ٱسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴾ (۵)

"اور تو اپنی آواز میں سے جس کو ڈگمگا سکے تو ڈگمگا دینا، اور ان کو اپنے سوار اور پیادے سے کھینچ لا، اور ان کے مال اور اولاد میں بھی حصہ دار بن جانا، اور ان سے وعدے بھی کرنا، اور شیطان کا وعدہ محض مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں۔"

شیطان کی آواز آپ کے دل و دماغ میں برے خیالات پیدا کرتی ہے۔ بعض کہتے ہیں، جس قدر شہوت انگیز آوازیں،

۱۔ سورہ النساء: ۱۱۷

۲۔ امین اصلاحی، تدبر قرآن ۲/ ۳۸۸-۳۸۹

۳۔ سورہ الانعام: ۴۱

۴۔ علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ۳/ ۴۶۵

۵۔ سورہ بنی اسرائیل: ۶۴

کہ نسوانی زیور کی تمام آوازیں شیاطین کی آوازیں ہیں۔ ان پر اپنا لشکر چڑھا لے جانا سوار بھی اور پیدل بھی۔ شیطان کے سوار اور پیدل یا تو انسانی سوار اور پیدل ہیں، جو معصیت میں کوشش کرتے ہیں، یا خود اس کے لشکر میں سوار اور پیدل ہوں، یہ شیطان تو جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو ان کو بہکا دو۔ ان کے مال میں میں شریک ہو جانا، مال کی شرکت گناہ میں فضول خرچی کرنا، اچھے کاموں میں خرچ کرنے سے روکنا، برے طور سے مال لینا، چوری سے، زنا سے، غصب سے، سود سے، دھوکے سے۔ اسی طرح اولاد میں بھی شریک ہوتا ہے۔ شیطان انسان کے دل میں آخرت کی زندگی بارے میں نفرت ڈالتا ہے، کہ اس دنیا کی زندگی میں جو مزہ ہے وہ کوئی اور نہیں ہے، اس کے رد میں فرمایا کہ شیطان کا وعدہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔[۱]

جیسا کہ شیطان اپنے ساتھ اس شرک سے انکاری ہونے کے بارے میں اللہ تعالی خبردار کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَقَالَ ٱلشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِىَ ٱلْأَمْرُ إِنَّ ٱللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ ٱلْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَٱسْتَجَبْتُمْ لِى ۖ فَلَا تَلُومُونِى وَلُومُوٓا۟ أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِىَّ ۖ إِنِّى كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾[۲]

"اور شیطان نے کہا جب فیصلہ ہو چکا ہے، بے شک اللہ نے تم سے سچ بات کا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی تو تم نے بھی خلاف ورزی کی، کچھ بھی زور نہ تھا، کہ تم کو بلایا۔ جب میں نے تمہیں دعوت دی تو تم نے قبول کر لی۔ مجھے بھی ملامت نہ کرو اپنے ہی آپ کو بھی۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں نہ تو میری فریاد کو۔ میں تو مانتا نہیں، کہ تم مجھے پہلے اس کا شریک بنایا کرتے، بے شک ظالمون کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت فیصلے کے بعد شیطان کے انکار کی حالت کو بیان کرتی ہے، جب وہ اور اس کے پیروکار دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ تو شیطان کا کہنا ہو گا۔ کہ میرا وعدہ تو جھوٹا وعدہ تھا۔ وعدہ تو اللہ کا سچا تھا اب تم مجھے ملامت نہ کرو۔ میں نے تو تم پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی۔ بلکہ تمہارے دل میں صرف وسوسہ ڈال دیا تھا جس پر تم جم گئے۔ اپنے ہی کو ملامت کرو اللہ کی سچے وعدے کو چھوڑ کر میرے جھوٹے وعدے کو کیوں مانا۔ تم تو مجھے خدا کا شریک بتاتے تھے۔ میں نے تو پہلے ہی سے خدا کا انکار کر دیا ہے۔ یعنی کہ وہ کافر ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ اس نے تمہیں اپنا شریک بنایا۔ جس طرح میں

۱۔ علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ۳/۴۶۵

۲۔ سورہ ابرھیم:۲۲

گرفتار ہوا، تم بھی گرفتار ہوئے"۔ [۱]

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو عبادت یا محبت و تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا شرک ہے، قرآن کریم نے مشرکین کے اس قول کو جو اس کو جہنم میں پہنچایا ہے، کہیں گے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ تَٱللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ إِذۡ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ [۲]

"قسم خدا کی بے شک ہم صریح گمراہی میں پڑے تھے کیونکہ ہم نے تمہیں اللہ رب العالمین کے برابر قرار دیا تھا۔"

آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ ظاہری طور پر مشرکین کا یہ عقیدہ تو نہیں تھا۔ کہ ہمارے گھڑے ہوئے پتھر اس کائنات کے خالق اور مالک ہیں، بلکہ انہوں نے غلط فہمیوں کی بنا پر ان کو عبادت اور تعظیم میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے رکھا تھا، اسی شرک نے انہیں جہنم تک پہنچا دیا، اللہ کی طرف سے معلوم ہوا، کہ کسی مخلوق کو اس کی خاص صفات میں اللہ کے برابر سمجھنا شرک ہے۔ اللہ، خالق، قادر مطلق، قادر مطلق، پوشیدہ، شہادت وغیرہ۔ [۳]

مذکورہ آیات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اللہ کے ذات کے باقی سب غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک ہے۔ عبادت کرنا خاص اللہ کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا بھی حق نہیں۔

شرک ناقابل معافی گناہ

خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ سب سے پہلی بات جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو ذرہ برابر بھی شریک نہ ٹھہراؤ، کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور قرآن کریم میں میں شرک کو ناقابل معافی گناہ کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے۔ تو باقی گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ لیکن شرک ایک ایسا گناہ ہے۔ جس کو کسی صورت میں اللہ معاف نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفۡتَرَىٰٓ إِثۡمًا عَظِيمًا ﴾ [۴]

"بے شک اللہ اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ جس گناہ کو اللہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے، جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، تو اس نے بڑے گناہ کا افترا کیا ہے۔"

۱۔ حقانی: تفسیر حقانی، ۴/۳۶۷

۲۔ سورہ الشعراء:۹۷-۹۸

۳۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۲/۵۵۰-۵۵۱

۴۔ سورہ النساء:۴۸

آیت کریمہ میں کہا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب چونکہ انبیاء اور آسمانی کتابوں کی پیروی کرنے کے دعویٰ دار تھے، مگر شرک جیسے ناقابل معافی گناہ میں مبتلا تھے۔ اور اس سے یہ بھی مراد نہیں کہ شرک کے علاوہ باقی ہر گناہ کرے، بلکہ دراصل اس سے یہ بات ذہن نشین کرانے کا مقصد یہ ہے، کہ کہ شرک جس کو لوگوں نے غیر معمولی گناہ سمجھ رکھا ہے، لیکن یہ اصل میں تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ کچھ گناہوں کی معافی تو ممکن ہے۔ مگر شرک ایک ایسا گناہ ہے، کہ معاف کرنے کی گنجائش نہیں۔ یہود کے علماء شریعت کے چھوٹے موٹے احکامات کا احترام کرتے تھے۔ لیکن ان کی نظر میں شرک ایک ہلکا پھلکا عمل معلوم ہوتا تھال۔ لیکن خدا کے ساتھ شریک کا ملاپ بہت بڑا گناہ تھا جس کی معافی نہیں ہونی چاہیے [1]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کبیرہ گناہ شرک کے لیے سزا بیان کی ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا، اس مشرک پر اللہ تعالیٰ جنت حرام کر دیں گے اور مشرک کا دائمی ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ﴾[2]

''جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اللہ نے ان پر جنت حرام کر دیا ہے اور ان کے رہنے کی جگہ جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں۔''

یہ آیت ان عیسائیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو تثلیث کے عقیدہ پر یقین رکھتے تھے۔ اور عیسیٰ اور ان کی والدہ کو معبود سمجھتے تھے۔ ان تینوں میں سے تیسرا اللہ کو سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کو باطل قرار دیا اور خود حضرت عیسیٰ نے الوہیت کے اس عقیدہ کو رد کیا۔ اور اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کا یہ بات فرمایا۔ کہ اے بنی اسرائیل صرف ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے، بے شک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے پر اس پر جنت حرام ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔ اور جو ناانصافی سے کام لیتے ہیں۔ اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔[3]

امین احسن اصلاحی ظلم کے تحت لکھتے ہیں:

''ظلم کی اصل معنی حق تلفی کے ہیں، چونکہ شرک و کفر سب سے بڑی حق تلفی ہے، جس کا ارتکاب کر کے بندہ اپنے رب کے سب سے بڑے حق کو تلف کر دیتا ہے۔ اور خود اپنی جان پر بھی عظیم ظلم ڈھاتا ہے، اس وجہ سے قرآن میں بہت سے مقامات پر کفر و شرک کو ظلم سے تعبیر کیا ہے۔''[4]

۱۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۱/۳۵۹

۲۔ سورہ مائدہ: ۷۲

۳۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، (کراچی: دار العلوم نعیمیہ، ۲۰۰۰ء) ۳/۲۶۰

۴۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ۴/۴۲۰

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے شرک کو سب سے بڑا گناہ اور ظلم عظیم قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمَٰنُ لِٱبْنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾[1]

" اور اپنے بیٹے سے جب لقمان نے فرمایا، اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے۔ اے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، بیشک شرک کرنا بڑی ظلمت ہے۔"

حضرت لقمان نے یہ نصیحت اپنے بیٹے کو دی۔ کہ اپنے بیٹے کے علاوہ کسی غیر کو نصیحت کرتا۔ تو اس کو یہ شک ہو سکتا ہے، کہ اس میں شاید اس کا کوئی فائدہ ہے، مگر اپنے بیٹے کو جو کوئی نصیحت کرتا ہوں، تو وہاں یہ گمان نہیں ہو سکتا ہے لقمان اپنے بیٹے سے کہتا ہے۔ کہ اے میرے فرزند اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ جوڑنا، نہ اُس کی خدائی میں نہ اس کے کاروبار میں نہ کسی اور اوصاف میں اس لیے کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا ذکر تھا، اور شرک کرنا بڑی ناشکری ہے اس لیے اس کے بعد یہ ذکر آیا، کیونکہ جو نعمت آپ کو جس نے دی ہے اسی کا شکر ادا کرے یہ تو ناانصافی ہے کہ شکر کسی اور کا بجالاؤ گے۔[2]

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ شرک جس کو ہم ایک چھوٹا سا گناہ تصور کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شرک کرنے والوں کے لیے میرے ہاں کوئی معافی نہیں۔ باقی گناہ اللہ چاہے تو معاف کرے گا۔ اسی لیے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو خصوصی طور پر یہ نصیحت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا کیونکہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ ساری کائنات کا تخلیق کرنے والا صرف اللہ کی ذات ہے اللہ تمام مخلوقات کو رزق فراہم کرتا ہے، رزق دینا، زندگی موت دینا، بندوں کو عزت اور ذلت دینا سب اس کے ہاتھ میں ہے کسی دوسرے کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے۔

ظلم کو سورۃ النحل میں ایک دھمکی امیز صورت میں پیش کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ ٱللَّهُ ٱلنَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَآبَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾[3]

"اگر اللہ ان کو ان کی ظلم کی وجہ سے پکڑتا، تو زمین پر ایک جانور بھی باقی نہیں رہتا، لیکن اللہ نے ایک معین وقت تک ان کو مہلت دے رکھی ہے، جب ان کے پاس مقررہ وقت آئے گا، تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، اور نہ آگے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں کفار کے مطالبہ عذاب کا یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ وہ کافروں کو ان

۱۔ سورہ لقمان:۱۳

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/۶۷

۳۔ سورہ النحل:۶۱

کے کفر کے اختیار کرنے کی وجہ سے مکمل طور پر فنا کر دیں۔ اگر وہ ایسا کرنے والا ہوتا تو زمین پر ایک جاندار کو جینے کی مہلت نہ ملتی۔ بلکہ اللہ کا قاعدہ یہ ہے، کہ وہ لوگوں کو ایک معین وقت تک ڈھیل دیتا ہے، تاکہ جس کو توبہ کرنی ہو وہ اس معین وقت سے فائدہ اٹھا کر توبہ کر لے۔ ورنہ جو اس کا دل چاہے وہ کر لے۔ ہاں جب معین وقت آجاتا ہے تو پھر اس کو نہ پیچھے ہٹنے کا اور نہ ہی آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے"۔[۱]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِمْۖ أَعْمَٰلُهُمْ كَرَمَادٍ ٱشْتَدَّتْ بِهِ ٱلرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُواْ عَلَىٰ شَيْءٍۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلضَّلَٰلُ ٱلْبَعِيدُ ﴾ [۲]

"اپنے رب کے بارے میں ان لوگوں کی مثال اس راکھ جیسی ہے، کہ اندھی کے دن اس پر تیز ہوا چلے، اور وہ ہوا ان کو اڑا کر لے جائے، اور وہ قدرت نہیں رکھتے، جو کچھ انہوں نے کمایا ہے، اور وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"یہ قیامت کے دن مشرکوں کے نیک اعمال کی ایک مثال ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان کے وہ نیک اعمال قیامت کے دن راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوں گے۔ جس پر کسی آندھی والے دن سخت ہوا چل جائے اور سب کو ہوا اُڑا لے جائے۔ یعنی اس ساری کمائی میں سے، جو شرک کے ساتھ انہوں نے کی ہو گی۔ کچھ بھی ان کے پلے پرنے والی نہیں، وہ ساری کی ساری خاک اور راکھ ہو کر اڑ جائے گی، صرف اس کا وبال اس کے حصہ میں آئے گا۔ یعنی ایک گمشدگی، گمراہی اور محرومی تو وہ ہوتی ہے جس کے بعد لوٹنے اور راستہ پانے کا بھی امکان باقی رہ جاتا ہے لیکن یہ وہ دور کی گمشدگی اور محرومی ہے، جس کے بعد لوٹنے اور پانے کا سرے سے کوئی امکان ہی باقی نہیں رہے گا"۔[۳]

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور لوگوں کو عبادت کے لائق سمجھے۔ اور اللہ کی ذات و صفات میں کسی اور کو بھی شریک کرے وہ مشرکین میں سے ہو گا۔ یہ مشرک اگرچہ اس دنیا میں اچھے کام کرے بھی تو وہ آخرت میں راکھ اور خاک کی طرح اڑ جائیں گے۔

۱۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۴/۴۲۰

۲۔ سورہ ابراھیم:۱۸

۳۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۴/۳۲۰-۳۲۱

شریعت سے انکار کفر

شریعت کا لغوی مفہوم: شریعت لفظ شرع سے نکلا ہے۔ جس کا مادہ ش رع ہے، جس کی لغوی معنی قانون بنانا، حق کو غالب کرنا، باطل کو مٹانے کے ہیں۔ [1]

اصطلاحی مفہوم

شریعت کی اصطلاحی معنی تاج العروس میں کچھ یوں بیان ہوا ہے:

"الشَّريعةُ مَا سَنَّ الله من الدِّين وأَمرَ بِهِ، كالصَّوم والصَّلاةِ، والحَجِّ والزَّكاة،وَسَائِر أَعمال البِرِّ"[2]

"بندوں کے لیے اللہ نے جو دین تجویز کیا اور اس پر چلنے کا حکم دیا، صوم، نماز، حج، زکواۃ اور دیگر تمام نیک اعمال"۔

راغب اصفہانی کے مطابق:

"شریعت کی معنی واضح راستہ مقرر کرنے کے ہیں، دو قسم کے راستے ہیں، ایک وہ راستہ جس پر اللہ نے انسان کو مسخر کیا ہے، وہ راستہ جس پر انسان چلتا ہے۔ اس کا تعلق مصالح اور شہروں کی آبادی سے ہے دوسرا دین کا راستہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مقرر فرما کر اس پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ کہ انسان کو اختیار ہے وہ جس راستے پر بھی چلے۔"[3]

ارشاد الہی ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾[4]

"(اے نبی) ہم نے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور دستور مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تم سب کو ایک امت بنا دیتے، لیکن جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اللہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے، سو تم نیکیوں میں پیش قدمی

۱۔ لویس معلوف، المنجد (مترجم: عبدالفیظ بلیاوی)، ۴۲۵

۲۔ الزَّبيدي ، محمّد بن محمّد ، الملقّب بمرتضى (المتوفى١٢٠٥هـ)،تاج العروس من جواهر القاموس تحقيق: مجموعة من المحققين ، دار الهداية، ٢١ /٢٥٩

۳۔ امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ۵۳۴

۴۔ سورہ المائدہ:۴۸

کرے۔ تم سب نے اللہ کی لوٹنا ہے۔ جس بات میں تم آپس میں اختلاف کرتے تھے، اس کی تمہیں خبر دی جائے گی۔"

تفسیر فتح المنان میں عبد الحق حقانی صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت کے مطابق چونکہ توریت کے بربادی کے بعد اللہ پاک نے انجیل نازل کی تھی۔ اسی طرح انجیل کے ضائع ہو جانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں کمی بیشی ہو جانے کے سبب اللہ نے اس کو دور کرنے کے لیے قرآن مجید کو نازل فرمایا، اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ کتابوں کے مضامین و مطالب ہدایت کو جمع کیا۔ اس لیے فرماتا ہے۔ چونکہ قرآن توریت اور انجیل کے اس بات میں تصدیق کرتا ہے۔ کہ وہ حق پر مبنی اور اللہ کی جانب سے نازل شدہ کتابیں تھیں۔ اور ان کے عمدہ مضامین قرآن میں ہیں۔ اس لیے مھیمن یعنی محافظ ہے۔ کیونکہ جب وہ مضامین قرآن میں آئے تو اب ان میں کسی طرح کی تبدیلی و تحریف ممکن نہیں۔ اس کے بعد نبیؐ کو قرآن کی اتباع کی تاکید کرتا ہے۔ اور تینوں امتوں میں جو وقتاً فوقتاً جداگانہ احکام بھیجے ان کی مصلحت کو بیان فرماتا ہے۔ شریعت کو کلام عرب میں گھاٹ کو کہتے ہیں۔ شریعت وہ امور جن کو خدا نے اپنے بندوں پر مقرر کر دیا ہے۔ یعنی کھلا ہوا رستہ۔ کچھ کا کہنا ہے، دونوں سے ایک چیز مراد ہے بعض کہتے ہیں۔ شریعت سے مراد احکام ظاہر یہ اور منہاج سے طریقت یعنی اس کے مکارم۔ اب اگلے احکام کی آرزو کرنا پرانی لکیر کا فقیر ہونا یہ ضد ہے۔ جس کا ثمرہ مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا اس کے بعد نبی ﷺ کو جدید شریعت پر استقامت کی تاکید فرماتا ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کے داؤ گھات سے بچنے کا حکم دیتا ہے"۔[۱]

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحُكۡمَ وَٱلنُّبُوَّةَۚ فَإِن يَكۡفُرۡ بِهَا هَـٰٓؤُلَآءِ فَقَدۡ وَكَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّيۡسُواْ بِهَا بِكَٰفِرِينَ ﴾[۲]

"یہ وہی لوگ ہیں۔ جن کو ہم نے کتاب، حکم اور نبوت دی ہے۔ اگر ان لوگوں نے اسے رد کیا۔ تو ان کا حکم ان لوگوں پر ہوگا جو ان کو نہیں۔"

اس آیت قرآنی میں نبوت کا ذکر بیان ہوا ہے کہ جتنے بھی انبیاء کا ذکر ہوا ہے۔ ان سب کو ہم نے کتابیں اور علم حکمت اور نبوت عطا کی تھی۔ تو نبوت کوئی عجیب بات نہیں۔ جو یہ کافر آپ کا انکار کر رہے ہیں، کیونکہ ان کے نظیریں موجود ہیں۔ اگر

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی ۴/ ۴۴-۴۵

۲۔ سورہ الانعام:۸۹

ان کے باوجود بھی وہ آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں۔ تو آپ بالکل پریشان نہ ہو کیونکہ اس کو ماننے والے اور لوگ بھی ہیں۔ یعنی مہاجرین اور انصار جو اس کے انکار کرنے والے نہیں بلکہ ان پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ (۱)

سورہ التوبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلۡأَعۡرَابُ أَشَدُّ كُفۡرًا وَنِفَاقًا وَأَجۡدَرُ أَلَّا يَعۡلَمُواْ حُدُودَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ (۲)

"گاؤں والے لوگ کفر اور منافقت میں شدید ہیں اور اس کے لائق ہیں کہ جو احکامات اللہ نے اپنے رسول پر نازل کئے ہیں، وہ نہ جانیں، اور اللہ علیم وحکیم ہے"۔

اس مبارک آیت میں اللہ تعالیٰ بوجہ جہالت کے کفر و نفاق میں سخت لوگوں کے بارے میں ذکر فرماتا ہے۔ اعراب کی معنی جنگلی کے ہیں۔ اعراب وہ لوگ تھے جو جنگلوں میں رہتے تھے، عرب کے قبائل جو جنگلوں میں رہتے تھے۔ ان کو بدوی بھی کہتے ہیں۔ ان قبائل میں لوگوں کے دو اقسام موجود تھے۔ ایک وہ جو مسلمانوں کا بھرپور طریقے سے ساتھ دیتے تھے۔ اور ایک وہ جو زکواۃ کو صرف نقصان سمجھ کر اور مسلمانوں کے برے وقت کے منتظر تھے۔ کہ ان پر کوئی مصیبت آجائیں۔ بطور بدعا ان کو فرماتا ہے۔ کہ یہ اس قابل نہیں کہ جو احکامات اللہ کی طرف سے رسول پر نازل ہوئے ہیں۔ ان سے واقفیت نہ ہو۔ کیونکہ جنگلی ہونے کی سبب یہ کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں کیونکہ بدوی کتاب وسنت اور احکام الٰہی کے بارے میں علم نہیں رکھتے۔ (۳)

شریعت ہر زمانے کی لوگوں کی ضرورت ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِّكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنسَكًا هُمۡ نَاسِكُوهُۖ فَلَا يُنَٰزِعُنَّكَ فِي ٱلۡأَمۡرِۚ وَٱدۡعُ إِلَىٰ رَبِّكَۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدٗى مُّسۡتَقِيمٖ ﴾ (۴)

"ہر قوم کے لیے ہم نے ایک دستور مہیا کیا ہے۔ جن پر وہ عمل کرتے ہیں۔ پھر تم اس کام میں نہ جھگڑنا، لوگوں کو اپنی رب کی طرف پکارے۔ کیونکہ تم سیدھے رستہ پر ہو۔"

اس آیت مبارکہ میں لفظ منسک طریقہ عبادت، شریعت کے دستور اور اس کے قواعد وضوابط کے لیے آیا ہے۔ اس دور میں یہود و نصاریٰ بھی کھلم کھلا قریش کا ساتھ دے رہے تھے۔ اور اس مناظرہ بازی کی سب سے زیادہ غذا وہی پہنچا رہے تھے۔ اس وجہ سے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہم نے ہر قوم کے لیے ضابطہ ٹھہرایا تھا اس کا

۱۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۳/۳۸۶

۲۔ سورہ التوبہ: ۹۷

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۲/۵۱۲

۴۔ سورہ الحج: ۶۷

مقصد یہ تھا۔ کہ وہ اللہ کی عبادت اس ضابطہ کے مطابق کریں۔ اور اگر اللہ اس میں کوئی تبدیلی کریں۔ تو اس کو دل وجان سے قبول کر لیں ۔ تاکہ یہ ان کے مخلصین اور جامدین میں امتیاز کی کسوٹی ہو۔ چنانچہ ہر رسول کے زمانے میں شریعت کے ظاہری ڈھانچہ میں تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ اور بدعتوں کی اصلاح بھی ہوئی جن کے اندر حق کی طلب تھی انہوں نے یہ اصلاح سچے دل سے قبول کی۔ لیکن جو لکیر کے فقیر تھے۔ وہ پتھر کی طرح ضد پر ڈٹے رہے۔ یعنی اب ان کو ایسا موقع نہ دو، کہ ان کو تم سے مناظرہ کی راہ ملے۔ بلکہ اپنے رب کی جس سیدھی راہ پر تم گامزن ہو اس کی طرف ان کو بھی دعوت دے دو، اگر وہ آتے ہیں تو ٹھیک، اگر نہیں آتے تو ان کو چھوڑ دو، بے شک تم ایک سیدھی راہ پر ہو جو سیدھی راہ پر ہو اس کو دوسرے کے غلط راہ پر چلنے سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ (۱)

قرآن کریم میں مشرکین مکہ اور عرب کی ضد کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (۲)

"پھر ہم نے تجھے (دین کے) معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا، سو اسی پر چل اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چل جو نہیں جانتے"۔

مکہ کے مشرکین اور عرب اپنی انا، ضد، ہٹ دھرمی کی وجہ سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قبول کرنے سے انکار کرنے لگے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمان ہے کہ بنی اسرائیل تو ہدایت کے باوجود اپنے دین حق پر قائم نہ رہ سکے۔ اب ہم تم کو ایک واضح اور کھلا راستہ (شریعت) عطا کرے گا۔ اسی راستے پر چل کر آپ کو حق تک پہنچا دے گا۔ ان لوگوں کے اختلافات، عناد اور تعصب کی کوئی پرواہ نہ کرے یہ جو کرتے ہیں۔ کرتے رہیں۔ آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں ہی ہو گا۔ کفار مکہ اور مشرکین جو اللہ کی ایک ہونے اور اس کی شریعت سے ناواقفیت رکھتا ہے۔ آپ ان کی خواہش پر اپنے دین کی تبلیغ کے معاملے میں ڈھیلے نہ پڑ جائیں۔ جن کا ان کو کوئی علم نہیں ان کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنا ان کے کہنا نہ ماننا کیونکہ وہ جاہل اور کافر ہیں۔ (۳)

نبوت سے انکار کفر

نبوت کا لغوی معنی

لفظ نبوت کی معنی خبر دینے والا، پیغام رسانی، پیغمبری، بلندی، اونچی شان، اونچا مقام، کسی جگہ سے نکلنا، واضح راستہ، مخفی آواز کے ہیں، ابن فارس لکھتے ہیں:

۱۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۵/ ۲۸۲-۲۸۳

۲۔ سورہ الجاثیہ: ۱۸

۳۔ سواتی، فی دروس القرآن، ۱۶/ ۷۴۷-۷۴۸

"نَبأَ النُّونُ وَالْبَاءُ وَالْهَمْزَةُ قِيَاسُهُ الْإِتْيَانُ مِنْ مَكَانٍ إِلَى مَكَانٍ. يُقَالُ لِلَّذِي يَنْبَأُ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ نَابِئٌ". [1]

"نون، با اور ھَمْزَۃ کے ساتھ (نباء) بمعنی خبر، اس کا قیاس (طریقہ) ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا۔ جو شخص ایک جگہ سے دوسری جگہ کی خبر سناتا ہے، اسے نبی کہا جاتا ہے۔"

اصطلاحی معنی

نبی وہ شخص ہے۔ جو خدا کے پیغامات ان کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور جو شخص خدا کے احکام اور پیغامات اس کی مخلوق تک پہنچاتا ہے اسے نبی کہا جاتا ہے۔ اور اس کے اس منصب کو نبوت کہتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اور اس کے حکیم بندوں کے مابین پیغام کا نام نبوت ہے۔ تا کہ ان کی مدد سے ان کی دنیاوی اور اس کے بعد کی پریشانیاں اور بیماریاں ختم ہو سکیں۔ اسے کہتے ہیں نبوت۔ انبیاء کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جس سے عقل مطمئن ہو۔ ہر رسول کو نبی ہونا ضروری ہے لیکن ہر نبی کو رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔" [2]

جھوٹی نبوت کا دعویٰ

قرآن حکیم میں اس شخص کو بڑا ظالم گردانا گیا ہے، جو حکمِ خداوندی میں قیل و قال کریں، اس سے انکار کریں، یا جھوٹ کا نسبت کریں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَـٰتِهِۦٓ ۗ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّـٰلِمُونَ﴾ [3]

"اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے، جو خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے، شک ظالموں کو نجات نہیں ملتی"۔

مشرکین عرب اہل کتاب کو پڑھے لکھے اور قابل سند لوگ سمجھتے تھے۔ اور وہ بجز چند اہل انصاف کے جیسا کہ عبد اللہ بن سلام جب مشرکین سے ملتے تو بجائے ادائے شہادت کے جان بوجھ کر تکذیب ہی کر جاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے (یعنی یہ کہ نبی نہیں اور نبوت والہام کا دعویٰ کر بیٹھے۔ جیسا کہ رسول کی نسبت اہل مکہ خیال کرتے ہو، اور اس طرح اللہ کی آیات کی تکذیب کرے، جیسا کہ اہل کتاب اور تم کر رہے ہو۔ کون زیادہ ظالم ہے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے

۱۔ ابن فارس، مقاییس اللغۃ، ۵/ ۳۸۵

۲۔ امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ۲/ ۱۰۲۳

۳۔ سورہ الانعام: ۲۱

والا ظالم ہے۔ اور جو خدا کی آیات کا انکار کرے وہ بھی ظالم ہے اور اب دونوں فریق میں سے ناحق کا پہچان یہ ہے۔ کہ ظالم کو فلاح نہیں ہو گی۔ (۱)

اسی طرح قرآن مجید میں اس شخص کو بھی بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے، جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِىَ إِلَىَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَىْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّـٰلِمُونَ فِى غَمَرَٰتِ ٱلْمَوْتِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا۟ أَنفُسَكُمُ ۖ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَـٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ (۲)

”اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا، جو اللہ پر افترا کرتے ہیں، یا کہا، میری طرف وحی نازل کی گئی ،حالانکہ اس پر کچھ بھی نازل نہیں ہوا جو کوئی کہے، میں بھی اللہ کی طرح نازل کر سکتا ہوں، کاش تم ظالموں کی جان کنی کے منظر دیکھتے، فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں، اپنی جانوں کو نکالو، آج تم کو رسوائی عذاب دیا جائے گا، تم بغیر سچائی کے اللہ کے بارے میں کہہ دیتے تھے، اور اللہ کی نشانیوں میں غرور کرتے تھے۔“

تفسیر ظلال القرآن میں آیتِ مذکورہ کی تفسیر یوں بیان ہوئی ہے:

”حضرت قتادہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ اس آیت کی نزول اس وقت ہوئی۔ جب مسیلمہ کذاب اور اس کی بیوی نے اعلان کیا۔ کہ وہ جھوٹے نبی ہیں، انہوں وحی نازل ہونے کا دعویٰ بھی کیا، کہ ہم پر اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح جو ایمان والے آدمی تھے اور آیات رسول کے لکھنے والے تھے، انہوں نے بھی کہا کہ میری طرف وحی آئی ہے۔ اللہ نے اپنے رسول سے فرمایا، کہ اس وقت مشرکین کی حالت کو دیکھتے ہوئے اس حالت کے لیے غمرات کا جو لفظ استعمال ہوا ہے ،اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی حالت بہت تکلیف دہ ہے۔ جب فرشتے ان کی جان نکال رہے ہوں گے۔ اور فرشتوں کی یہ پکڑ بھی سزا کے طور پر ہو گی۔ جیسے ہی فرشتے ان کی جان نکال لیں گے، اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ سزا ان کا تکبر اور سرکشی اور اللہ پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے ان کو دیا جائے گا“۔ (۳)

نبوت اللہ ہی کی مرضی سے ملتی ہے، نہ کسی کے مرضی پر موقوف ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/ ۸۱

۲۔ سورہ الانعام: ۹۳

۳۔ سید قطب شاہ، فی ظلال القرآن، ۲/ ۹۷۳-۹۷۴

﴿ وَإِذَا جَآءَتۡهُمۡ ءَايَةٞ قَالُواْ لَن نُّؤۡمِنَ حَتَّىٰ نُؤۡتَىٰ مِثۡلَ مَآ أُوتِيَ رُسُلُ ٱللَّهِۘ ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥۗ سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ أَجۡرَمُواْ صَغَارٌ عِندَ ٱللَّهِ وَعَذَابٞ شَدِيدُۢ بِمَا كَانُواْ يَمۡكُرُونَ ﴾ (۱)

"اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جس طرح کی رسالت خدا کے پیغمبروں کی ملی ہے جب تک اسی طرح کی رسالت ہم کو نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کو خدا کے ہاں ذلّت اور عذاب شدید ہو گا۔ اس لیے کہ مکّاریاں کرتے تھے"۔

سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۳ء-۱۹۷۸ء) لکھتے ہیں:

"جب ان کے پاس خدا کا کلام پہنچا، تو انہوں نے کہا۔ کہ ہم رسول کی تعلیمات کو نہیں مانتے۔ کہ نبی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس فرشتہ آیا اور اللہ کا پیغام میرے پاس لے آیا ہم صرف اس وقت ایمان لائیں گے۔ جب فرشتہ خود ہمارے پاس آکر ہم سے آمنے سامنے یعنی براہ راست کہے کہ یہ اللہ کا پیغام ہے۔ لیکن اللہ کو اچھی طرح علم ہے۔ کہ نبوت کا اہل کون ہے، اور اس امانت کی حفاظت کون صحیح طریقے سے کر سکتا ہے۔ عنقریب اللہ ان گنہگاروں کو ذلیل کرے گا۔ اور ان کی نافرمانیوں کی سخت سزا دے گا"۔ (۲)

رسالت کا چناؤ اللہ کے مرضی پر موقوف ہے، اس میں کسی کا عمل دخل ممکن نہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ ٱللَّهُ يَصۡطَفِي مِنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلٗا وَمِنَ ٱلنَّاسِۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعُۢ بَصِيرٞ ﴾ (۳)

"اللہ تعالی فرشتوں اور لوگوں میں سے پیغام پہنچانے والا چن لیتا ہے، بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کی حیثیت کے بارے میں بات کی ہے۔ کہ وہ نادان اور بے عقل فرشتوں کی پوجا کرنا اللہ کی بیٹیاں سمجھنا یہ صرف اور صرف اللہ کی شان سے بے علمی کا نتیجہ ہے، فرشتے نہ اللہ کی بیٹیاں ہے، اور اس کے شریک ہیں بلکہ فرشتے بھی اللہ کے بندے ہیں۔ تو ان کو یہ مرتبہ اللہ کی طرف سے حاصل ہے کہ جس طرح اللہ انسانوں میں سے اپنے خاص خاص بندوں کو پیغمبر بناتا ہے۔ اس طروہ فرشتوں میں سے بھی اپنے خاص بندوں کو اپنے پیغمبروں کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے پھر اس کو کیا ضرورت ہے کہ

۱۔ سورہ الانعام:۱۲۴

۲۔ مودودی، تفہیم القرآن، ۱/ ۵۸۰-۵۸۱

۳۔ سورہ الحج:۷۵

وہ کسی کو اپنا شریک بنائے اور اللہ ہی ان فرشتوں کے فرائض کی ہر قدم پر نگرانی بھی کر رہا ہے جو حدود مقرر ہے اس سے تجاوز کرنے کی کسی کو حق نہیں ہے۔(۱)

اللہ تعالی اپنے پیغام رسانی کے لیے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے، تاکہ ان کے بندوں تک ان کا پیغام پہنچائے اور بندوں کی خیر خواہی کا فریضہ ادا کریں۔ لہذا بندگانِ خدا کی ذمہ داری ہے کہ ان پر ایمان لائے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ ٱلرَّسُولُ بِٱلۡحَقِّ مِن رَّبِّكُمۡ فَـَٔامِنُواْ خَيۡرٗا لَّكُمۡ ﴾ (۲)

"لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے رسول تمہارے پاس حق بات لے کر آئے، اگر تم ایمان لاؤ گے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں یہود کے شبہ کا جواب دے کر تمام آدم کی اولاد کو اعلان کیا جارہا ہے کہ کتاب حق یعنی قرآن و توحید واحکام جو اللہ کی طرف سے نبیؐ تمہارے پاس لایا ہے، تم اس کی دعوت کو مان کر اس پر ایمان لاؤ۔ اسی میں آپ کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ اگر تم اس حق بات سے انکار کروگے۔ تو مجھے آپ کی انکار کی کوئی پرواہ ہی نہیں کیونکہ جتنی پاک مخلوق آسمان وزمین میں ہے، جو اللہ کی عبادت اور حمد و تسبیح بیان کر رہے ہیں، سب کا مالک اللہ ہے۔ شریعت میں جو خوبیاں تمہارے لیے ہیں ان کو وہی خوب جانتا ہے اور حکمت والا ہے۔(۳)

فرشتوں سے انکار کفر

قرآن پاک میں فرشتوں کا ذکر اٹھاسی مرتبہ آیا ہے۔ قرآن پاک میں فرشتوں کے لیے لفظ مَلَآئِكَةُ مستعمل ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق ہے، جن میں کوئی برائی سرزد نہیں ہوتی اور ہر وقت اللہ کے حکم کے مطابق چلتے ہیں اور خدا کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

﴿مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ ﴾ (۴)

"ملائکہ نافرمانی نہیں کرتے اپنے رب کے حکم کی۔"

جس طرح ہمیں خدا، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر عقیدہ رکھنا لازمی ہے، اس طرح ہمیں فرشتوں پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کا تیسرا اور اہم بنیادی عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرشتوں پر ایمان لانے کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادالٰہی ہے:

۱۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۵/ ۳۸۵-۳۸۶

۲۔ سورہ النساء: ۱۷۰

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۲/ ۲۳۲

۴۔ سورہ التحریم: ۶

﴿ لَيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأَخِرِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ (۱)

”یہ نیکی نہیں کہ تم اپنا چہرہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف، لیکن نیکی تو یہ ہے، جو کوئی ایمان لائے، اللہ پر آخرت کے دن پر اور ملائکہ اور کتابوں پر اور انبیاء پر۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ پر اور روز قیامت پر عقیدہ رکھنے کے ساتھ فرشتوں پر عقیدہ رکھنا لازمی قرار دیا گیاہے۔ در حقیقت ہر دین میں دو قسم کے اعمال ہیں: ایک ظاہری اور دوسرا حقیقی۔ ظاہری اعمال سے انسان حقیقی مقصد تک پہنچ سکتا ہے۔ اور کچھ لوگ صرف ظاہری اعمال کی ادائیگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اسلام کے بنیادی عبادات میں سے مثلاً نماز اور روزہ ہیں، نماز سے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو نماز انسان کو برائی جیسے فعل سے دور نہیں رکھ سکا تو وہ نماز اسے خدا سے بھی دور کرے گا۔ اور اسی طرح روزہ دار اگر جھوٹ بولنے سے باز نہیں رہتا۔ تو اللہ تعالی کو اس کے بھوک اور پیاس کی کوئی حاجت نہیں۔ حقیقی مقاصد تک پہنچنا یعنی اللہ پر عقیدہ اس کے کتابوں اس کے فرشتوں اور روز قیامت پر ایمان لانا اصل نیکی ہے۔ (۲)

خدا نے نور سے فرشتوں کو پیدا کیا اور فرشتے خدا اور انسانیت کے درمیان پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ خدا سب سے پہلے فرشتوں کو پیغام بھیجتا ہے، پھر فرشتے خدا کے رسولوں تک پیغام پہنچاتے ہیں اور رسول یہ پیغام خدا کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ فرشتوں کو خدا کے حکم کے بغیر کچھ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فرشتے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ لہذا فرشتوں کا انکار کرنا دراصل اللہ کا انکار اور مخالفت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ ﴾ (۳)

”اللہ ان کفار کا دشمن ہے جو کوئی اللہ اس کے ملائکہ، رسولوں، جبرائیل، میکائیل کا دشمن ہے۔“

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ وحی اور نبوت سے اختلاف کرتے ہیں اور طرف داری سے کام لیتے ہیں اور کہا کرتے ہیں، کہ ہم جبرائیل کی بات کو ماننے کے لیے نہیں۔ کیونکہ ہم ان سے دشمنی میں رہتے ہیں۔ تو اے محمد آپ ان سے کہہ دے۔ کہ جو اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو یعنی اس کے خلاف ہو، تو اللہ بھی کفار کو دوست نہیں رکھتا بلکہ دشمنی رکھتا ہے۔ (۴)

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

۱۔ سورہ البقرہ: ۱۷۷

۲۔ پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۱/ ۱۱۸-۱۱۹

۳۔ سورہ البقرہ: ۹۸

۴۔ الکلام آزاد، تفسیر ترجمان القرآن، ۱/ ۲۸۵

﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾ (۱)

"وہ تمہیں کبھی یہ حکم نہیں دے گا، کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بنادو، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا اسلام قبول کر لینے کے بعد۔"

مولانا مودودی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت مبارک میں ان تمام جھوٹی باتوں کے اذکار ہے۔ جنہیں دنیا کی مختلف قومیں اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کرتی ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے۔ کہ یہ پیغام اللہ کے نبی کی جانب سے اترا ہے۔ ان انبیاء نے کبھی یہ بات نہیں کی، کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو معبود بناؤ۔ کیونکہ نبیوں کا اصل کام تو ایمان کی دعوت دیناہے۔ ان آیتوں میں یہ طریقہ بتایا گیا ہے۔ کہ ہر گز ایک پیغمبر یہ تعلیم نہیں دیتا۔ جو صرف اللہ کی عبادت اور بندگی کا درس دیتے ہیں، اور کسی بندے کو اس کی بندگی کے مقام سے اٹھا کر خدا کے مقام تک لے جاتی ہو۔ یعنی اسلام لانے کے بعد کفر کا حکم دے گا۔ کوئی ایسی چیز مذہب کے کسی کتاب میں دیکھیں۔ تو جان لیں۔ کہ اصل نتیجہ گمراہ شدہ لوگوں کی تحریف کا ہے"۔ (۲)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کے پیغمبروں کے تسلیم کرنے میں چناؤنہ کریں، بلکہ تمام کی رسالت پر ایمان لائے، ان میں سے کسی کو ماننے اور کسی کو نہ ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ ءَامَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ﴾ (۳)

"جو کچھ اللہ اور رسول کی طرف سے نازل ہوا اس پر رسول اور مومن دونوں ایمان لے آئیں، سب نے اللہ پر اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتب پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئیں، ہم ان کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور کہہ دیا ہم نے سن لیا اور مان لیا۔"

معارف القرآن میں آیت کی تفسیر کچھ یوں ہے:

"یہ مبارک آیت ایمان کے حوالے پر مشتمل ہے۔ جس طرح آسمانی کتب، انبیاء اور آخرت پر عقیدہ رکھنا فرض ہے اس طرح فرشتوں پر ایمان رکھنا بھی لازمی ہے۔ حضرت محمدؐ اور دوسرے مومنین اس پر بات پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ قرآن خدا کی طرف سے نبی پاک ﷺ پر سچائی کے ساتھ اترا ہے۔ قرآن کے ساتھ اللہ کے موجود ہونے اپنی ذات و

۱۔ سورہ آل عمران:۸۰

۲۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۱/۲۶۸

۳۔ سورہ البقرہ:۲۸۵

صفات کامل ہونے اور یکتا ہونے پر عقیدہ رکھنا ہے۔ اور اس کے ساتھ فرشتوں پر عقیدہ رکھنا ہے۔ اور فرشتے گناہ کرنے سے پاک ہیں۔ اور مختلف کاموں پر اللہ نے انہیں مقرر کیا ہیں اور اسکے سارے پیغمبروں اور کتابوں پر عقیدہ رکھنا ہے۔ اور اس کے کتابوں اور پیغمبروں میں عقیدہ رکھنے میں کسی کے بارے میں فرق نہ کریں۔ کہ کسی پیغمبر کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا سن کر یہ کہے۔ کہ یا اے اللہ جس کا تو نے ہمیں حکم دیا۔ اور جس سے تو نے روکا ہے۔ ہم نے ان کی بات غور سے سنا۔ اور اطاعت کی اور ہم سے جو گناہ ہوئے ہیں۔ ان کی معافی مانگتے ہیں۔ یہ اور تمام اچھے اور برے کاموں کا بدلہ آپ کو دینا ہے۔ اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے"۔[۱]

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ فرشتے اللہ کی وہ مخلوق ہیں جو گناہوں سے پاک اور صاف ہیں۔ ان کی پاک بازی، صالحیت اور بہتری کی گواہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔

قرآنی آیات سے انکار کفر

قرآن کی آیات کو رد کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ جیسے کہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی بھیجے گئے تعلیمات میں سے اپنے خواہشات کے مخالف سمجھ کر اس پر عمل کرنے سے بالکل انکار کرنا۔ دوسرا یہ کہ علم رکھنے کے باوجود نافرمانی کے ساتھ اسکی خلاف ورزی کر کے اللہ کی احکام کی پرواہ نہ کرنا۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا مطلب اور مفہوم کو صحیح طور سمجھنے اور جاننے کے باوجود اپنی خواہشات کے مطابق اس میں تبدیلی کرنا، یعنی غلط تشریحات کر کے اس کے معنی خود سے گھڑنا۔[۲]

سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ وَّكَانُوا۟ يَعْتَدُونَ﴾[۳]

"یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، اور انبیاء کا ناحق قتل کیا، یہ اس لیے وہ نافرمانی کرتے تھے، اور وہ حد سے گزر جاتے تھے۔"

تفسیر مظہری میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مراد انجیل، تورات اور قرآن کریم کی وہ آیات ہیں جن میں محمد ﷺ کی صفات بیان ہوئیں تھیں۔ ان آیتوں کا رد کر کے انبیاء کا حق پر ہوتے ہوئے قتل کرتے تھے۔ نفسی خواہشات اور دنیا کی لالچ میں آکر

۱۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۱/ ۶۹۲-۶۹۳

۲۔ مودودی، سید ابو الاعلی، تفہیم القرآن (لاہور: ترجمان القرآن)، ۱/ ۸۰

۳۔ سورہ البقرہ: ۶۱

ایسے بے ہودہ حرکتیں یعنی قتل اور اللہ کی آیات سے انکار کرتے تھے۔ ذلک سے مراد کفر اور قتل ہے، ذلک کا لفظ جمع کی معنی میں مستعمل ہے، یعنی زیادہ گناہوں اور نافرمانیوں نے انہیں کفر اور انبیاء کے قتل تک پہنچایا تھا، اور وہ اللہ کے مقرر کردہ حدود سے بڑھ کر اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے تھے۔ (۱)

ایسے افراد کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ کے آیات کا استہزا کرتے ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ جَامِعُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْكَٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴾ (۲)

"اور بے شک ہم نے تم پر کتاب اتاری، جب تم اللہ کی آیات سنتے تو اس کا انکار کر کے تمسخر اڑاتے جب تک وہ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائے، تب تک تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا، اگر تم ایسا کروگے، تو ان کی مثل بن جائیں گے، اللہ منافقوں اور کافروں کو ایک ساتھ جہنم میں جمع کر دیں گے۔"

تفسیر حقانی لکھتا ہے:

"مبارک آیت میں مشرکین کا ذکر بیان کیا گیا ہے۔ کہ مکہ میں قبل از ہجرت مشرکین اپنی مجلسوں میں قرآن کی آیات کا انکار کر کے ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو وہاں جانے کے بارے میں یہ حکم آیا تھا کیونکہ بے دین لوگوں کا پرانا طریقہ یہ تھا۔ کہ وہ انبیاء اور ان کے باتوں کا مسخر اڑاتے تھے۔ اس پر اللہ ان منافقوں سے جو ان کی خوشامد کے لیے مذاق والی مجلسوں میں شامل ہوتے تھے سے فرماتا ہے کہ ہم پہلے بھی اس بارے میں حکم دے چکے ہیں۔ کہ جہاں کہیں بھی خدا کی آیاتوں پر کسی کو ہنستے ہوئے دیکھو۔ تو وہاں سے اٹھ کر چلے جایا کرو، اگر آپ لوگ وہی بیٹھ کر اس کی مجلس کو سنو گے تو تم بھی ان کے ساتھ کفر میں شامل شمار ہوں گے۔ اگر کوئی بے بسی سے نہ اٹھ سکے تو وہ معذور ہے۔ مگر دل میں ناراض ہونا شرط ہے"۔ (۳)

دوسری جگہ انکار نبوت کو انکارِ آیات سے یوں جوڑ کر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴾ (۴)

"اے کتاب والوں! گواہی دینے کے باوجود تم نے اللہ کے آیتوں کا رد کیوں کیا۔"

۱۔ پانی پتی، تفسیر مظہری، ۱/۱۴۸

۲۔ سورہ النساء: ۱۴۰

۳۔ حقانی، محمد عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی (لاہور: الفیصل، ۲۰۰۹)، ۱/۲۹۴

۴۔ سورہ آل عمران: ۷۰

ڈاکٹر اسرار احمد[1] (۱۹۳۲ء-۲۰۱۰ء) نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کو یوں بیان کرتے ہیں:

"اے اہل کتاب تم ان آیات (تورات اور انجیل میں) پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ جو کہ محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے کا مطلب اللہ کی آیات کا رد کرنا کفر ہے، خواہ تم اپنی زبان سے گواہی دو کہ یہ آیات صحیح ہیں"۔ [2]

رسول سے انکار کفر

اس مقام پر رسول سے انکار تکذیب رسالت ہی ہے۔ کفار مکہ حضور ﷺ کو اللہ کا نبی ماننے پر بالکل تیار نہیں تھے اور نہ ہی رسول کی تعلیمات کو تسلیم کرتے تھے۔ ہر طرح کے تکالیف پہنچانے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس میں کون سی ایسی خوبی ہے۔ جو ہم سے زیادہ ہے، جس کی بنا پر اس کو رسول بنایا گیا۔ رسول کو اپنی طرح انسان سمجھتے تھے۔ اصل میں یہ فیصلہ تو صرف اللہ ہی کا ہے، جسے وہ چاہتا ہے، اپنا رسول بنائے، اس پر کوئی اعتراض کرنا، انکار ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَٱحۡذَرُواْۚ فَإِن تَوَلَّيۡتُمۡ فَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلۡبَلَٰغُ ٱلۡمُبِينُ﴾ [3]

"اور خدا کی فرمانبرداری اور رسول خدا کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیر وگے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر (ﷺ) کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے"۔

یہاں مختلف تعبیرات کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے کہ قرآنی آیات، جن میں رسول کے انکار کا حوالہ دیا جاتا ہے، ان کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا مقام ومرتبہ

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا مقام ومرتبہ ان پر یوں ظاہر فرمایا:

﴿ٱسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ أَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ إِن تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغۡفِرَ ٱللَّهُ لَهُمۡۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ كَفَرُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡفَٰسِقِينَ﴾ [4]

۱۔ ڈاکٹر اسرار کی پیدائش ۲۶ اپریل ۱۹۳۲ء کو بھارتی ریاست ہریانہ کے ضلع حصار کے مغل خاندان میں ہوئی قیام پاکستان کے بعد لاہور منتقل ہوئے۔ آپ نے ۱۰۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ جن میں سے کئی کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ آپ نے قرآن کی تفسیر، تفسیر بیان القرآن کے نام سے لکھا اور سیرت نبوی ﷺ پر بھی بہت سے کتابیں تصنیف کیں آپ کے مشہور تصنیفات میں ملفوظات ڈاکٹر اسرار احمد، اصلاح معاشرہ کا قرآنی تصور، حقیقت واقسام شرک، قرآن کے ہم پر پانچ حقوق شامل ہیں ڈاکٹر اسرار احمد مورخہ ۱۴ اپریل ۲۰۱۰ء کو ۷۸ برس کی عمر اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔ (ڈاکٹر عبد الواحید "ڈاکٹر اسرار احمد، افکار و نظریات، ص ۳۴)

۲۔ ڈاکٹر اسرار احمد، تفسیر بیان القرآن، ۱/۲۴۹

۳۔ سورہ المائدہ: ۹۲

۴۔ سورہ التوبہ: ۸۰

”ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو یا نہ مانگو۔ اگر آپ ستر بار بھی ان کے لیے معافی مانگو گے، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے وہ ان کو کبھی بھی نہیں بخش دے گا، بدکار قوم کو اللہ کبھی سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔“

ترجمان القرآن میں مولانا آزاد لکھتے ہیں:

”اس مبارک آیت میں اللہ پاک محمد ﷺ سے فرمارہے ہیں۔ کہ اے نبی! کہ تم ان کی مغفرت کے لیے مجھ سے التجاء کرے، یا نہ کرے اب ان کی مغفرت نہیں ہوگی، اگر تم ستر بار بھی ان کی مغفرت کے لیے مجھ سے دعا کرے یعنی سووں بار ہی دعا کیوں نہ کرے، پھر بھی میں ان کو نہیں بخشوں گا۔ یہ صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور نبی کا انکار کرکے کفر کیا۔ اور قانون الہی یہ ہے کہ وہ کامیابی و کامرانی کے راستے ہدایت کی راہ سے نکل جانے والوں پر کبھی نہیں کھولتا“۔ (۱)

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے بعد رسول سے انکار کرنا، انسان کامیابی کے راستے سے ہٹ کر، ناکامی کے راستے پر نکل جاتا ہے۔ اللہ کے قانون میں اس شخص کے لیے بہتری کا راستہ یہ بتایا گیا ہے، کہ وہ اللہ تعالی کے رسول سے بخشش مانگے، چہ جائے کہ وہ اس کا استخفاف کرے، اگر ایسا ہے تو پھر اللہ تعالی اس شخص کو نہیں بخشے گا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَـٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَـٰرِهُونَ ﴾ (۲)

”اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ان کے خیرات قبول نہ ہونے کی رکاوٹ بنی۔ وہ سستی کے ساتھ نماز کے لیے آتے ہیں۔ اور جو کچھ دیتے ہیں۔ وہ بھی برے دل سے۔“

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

”یہ اللہ اور رسول کے منکر ہیں۔ اللہ اور پیغمبر پر ایمان لانے کے جو تقاضے ہیں ان میں سے کسی بھی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر نماز پڑھنے آتے ہیں تو وہ بھی صرف دکھاوے کے لیے آتے ہیں وہ جانتے ہیں مسلمانوں کے اندر اگر نمازوں میں شامل نہ ہوں تو مسلمانوں کے اندر شامل ہونے کی کوئی دوسری صورت ہی نہیں ہے، اور دینی کاموں میں بھی اس لیے خرچ کرتے تھے۔ کہ مسلمانوں کے اندر ان کا شمار رہیں اور اگر طوعاً بھی صرف کرتے ہیں تو ان کی مالداری اور فیاضی کا مظاہرہ ہو جس طرح نمازیں صرف دوسروں کی دکھاوے کے لیے پڑھنی ہوتی ہے اسی

۱۔ آزاد، محی الدین ابوالکلام احمد، ترجمان القرآن، (لاہور: اسلامی اکیڈمی) ۲/۱۴۹

۲۔ سورہ التوبہ: ۵۴

طرح نمائش کا انفاق بھی محض دوسروں کو دکھانے ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اور خدا کے ہاں اس طرح کا کوئی عمل بھی قبل قبول نہیں"۔[۱]

محض ان کے نفقات کو رد نہیں کیا گیا، بلکہ جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے بغض و عناد رکھے گا، اس بات پر کہ اللہ تعالی نے اسے نعمتِ عظمیٰ سے کیوں سرفراز فرمایا ہے ایسے شخص پر اللہ نہایت غضب ناک ہوتا ہے کیوں کہ وہ اصل میں اللہ تعالی کے عطا پر معترض ہوتا ہے، اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾[۲]

"انہوں نے اپنی جانوں کی بہت بری خرید داری کی۔ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ احکامات کی سرکشی سے انکار کیا، اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے، اور وہ غضب کے اوپر غضب کی طرف لوٹے، اور کفار کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں یہود کی انکار کا ذکر ہے۔ یہود نے صرف ضد اور حسد کی وجہ سے قرآن مجید کا انکار کیا کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر قرآن مجید کو کیوں نازل نہیں کیا اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے کیوں نبی بھیجا گیا۔ لیکن یہ تو اللہ کی اختیار میں ہے وہ جسے چاہے نبوت دیں اور اس پر اپنا فضل فرمادے اس میں ایک بہت بڑا سبق ہے۔ کہ ایک بندہ ایمان کی جگہ کفر کا سودا کرے اور اللہ کی حکم ماننے کی بجائے اس کی نافرمانی کرے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے اس کا غضب حاصل کرے۔ تو ان کے لیے اللہ کے ہاں سخت عذاب اور تکلیف ہے۔[۳]

اسی طرح اللہ کے رسول کے فیصلوں پر عدم اعتماد اور اسے قبول نہ کرنا بھی ایک طرح سے بد اعتمادی کا اظہار ہے، جس کو اللہ تعالی نے سختی سے محاکما کرتے ہوئے خبردار کیا ہے، کہ ایسے لوگ طاغوت کے راستہ پر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾[۴]

"اے رسول، آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے آپ پر اور آپ سے پہلے لوگوں پر نازل کیا ان پر ایمان لے آئے اور وہ شیطان سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں جبکہ ان کو اس سے منکر ہو

۱۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ۳/۵۷۷

۲۔ سورہ البقرہ: ۹۰

۳۔ کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۱/۷۴

۴۔ سورہ النساء: ۶۰

جانے کا امر ہو چکا ہے۔ اور شیطان تو ان کو دور کی گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔"

اس آیت میں ان منافقوں کا ذکر بیان ہوا ہے۔ جو حقیقت میں تو یہودی تھے۔ لیکن صرف مسلمانوں کو دکھانے کے لیے ظاہری طور پر خود کو مسلمان کہتے تھے۔ جس معاملے میں وہ یہ جانتے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔ تو وہ معاملہ نبیؐ کے سامنے رکھ کر فیصلہ کرواتے۔ لیکن جس معاملے میں ان کو یہ خیال ہوتا۔ کہ آپؐ جو فیصلہ کرے گا وہ انکے خلاف ہو گا۔ وہ فیصلہ وہ اپنے کسی یہودی سربراہ کے پاس لے جاتے اس سے کرواتے آیت میں طاغوت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ طاغوت کی معنی ہیں نہایت سرکش، طاغوت لفظ شیطان اور باطل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں طاغوت سے مراد وہ فیصلہ کرنے والا جو اللہ اور اسکے رسول کے بتائے ہوئے احکام کو چھوڑ کر انکے خلاف فیصلہ کرے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوا، کہ جو شخص ظاہری طور پر خود کو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ لیکن وہ اللہ اور اسکے رسول کے شرعی قانون کو چھوڑ کر کسی اور غیر شرعی قانون کو اہمیت دیں تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔[1]

مشرکوں کو اس بات پر حیرانی ہے، کہ زندگی کیسے مردہ ہڈیوں میں ڈالی جائے گی، درحقیقت ان کا تعجب محض بعث بعد الموت نہیں ہے بلکہ باعث تعجب ان کے لیے پیغمبر کا خبر تھا کہ انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا، ایک طرح یہ ان کا پیغمبر کے اس خبر اور رسالت کے ذمہ داری نکیر تھا۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُم بِأَنَّهُمۡ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِنَا وَقَالُوٓاْ أَءِذَا كُنَّا عِظَٰمٗا وَرُفَٰتًا أَءِنَّا لَمَبۡعُوثُونَ خَلۡقٗا جَدِيدٗا﴾[2]

"یہ ان کی جزا ہے، کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور کہنے لگے جب ہماری ہڈیاں چور چور ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔"

معارف القرآن میں آیت کی تفصیل کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

"یہاں سزا کی وجوہات پر بحث کی گئی ہے۔ کہ یہ سزا کی وجہ خدا کی آیات کے انکار سے عائد کی گئی ہے، یعنی خدا کی نازل کردہ آیتوں کی تصدیق نہیں کی۔ اور انہوں نے یہ خیال کیا اور کہا۔ کہ مرنے کے بعد ہماری ہڈیاں چور چور ہو جاؤ گے۔ تو پھر دوبارہ تخلیق کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ کیا انہوں نے یہ فکر نہیں کیا کہ جس خدا نے پہلی دفعہ جب ان کی تخلیق کی تو کیسے کی۔ جب وہ اللہ اس کی پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ تو مرنے کے بعد اسے پھر سے بھی پیدا کرنے والا وہی ہے"۔[3]

۱۔ عثمانی، مفتی تقی، معارف القرآن، (کراچی: دار العلوم ۱۴۶۹ھ) ۱/ ۲۷۴

۲۔ سورہ اسرا: ۹۸

۳۔ مفتی شفیع، معارف القران، ۵/ ۵۳۵

اللہ کے یہ آخری پیغمبر دوسرے انبیاء سے کچھ مختلف تو نہیں تھا، جو ان کے لیے ناقابلِ قبول ہو، لیکن اصل میں ان کا انکاراس کی رسالت سے اس وجہ سے تھا، کہ وہ ان کو شامت اعمال سے باخبر کر رہا تھا اور ہر اس عمل پر ٹوکتا رہتا تھا، جو ان کے خود ساختہ بنائے گئے تصورات تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں اس سے یوں خبر دار کیا:

﴿ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ ٱلرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِى وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ وَمَآ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴾[1]

"کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ (کیا جائے گا) میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو علانیہ ہدایت کرنا ہے"۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اللہ کے آخری نبی سے محض اس لیے انکار کیا کہ وہ ان کے خواہشات پر پورا نہیں اترتا تھا، اس لیے انہیں یہ شاق گزرا کہ اپنی آبائی توہمات اور تفکرات کو ان کے ارشادات پر چھوڑ دیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ قَالُوا۟ حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۚ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾[2]

"اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے جو (کتاب) خدا نے نازل فرمائی ہے، اس کی اور رسول اللہ (ﷺ) کی طرف رجوع کرو، تو کہتے ہیں: جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، وہی ہمیں کافی ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں (تب بھی ؟)"۔

لہذا رسالت وہ خدائی چنیدہ راستہ ہے، جس پر انسانوں کے پیغام رسانی کے لیے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اس میں انسانوں کی بھلائی کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، اس پر اعتراض خالق کے کام میں بے جا مداخلت ہے۔ نہ یہ کام فرشتوں سے لیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کے خواہش پر چھوڑا جاسکتا ہے۔ صرف ایک ہی راستہ ہے، کہ انسان پر اعتماد کریں اور بلا چون وچرا اس کو مان لیں۔ مذکورہ آیات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ہر حکم اور ہر بات کو مانیں اور ان کے کسی بھی حکم سے سر تابی نہ کریں اور یہی ہمارا مقصد زندگی ہے۔ ہمارے ہاں یہ کوتائی پائی جاتی ہے کہ ہم بعض دینی احکامات پر عمل کرتے ہیں اور بعض احکامات پر عمل نہیں کرتے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ کا ہم سے مطالبہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے تمام احکامات پر عمل کریں۔

۱۔ سورہ الأحقاف:۹

۲۔ سورہ المائدۃ:۱۰۴

مبحث دوم
کفر پر بالواسطہ دلالت کرنے والی آیات

قران کریم کی بعض آیات میں لفظ کفر تو نہیں آیا ہے، لیکن آیت میں ذکر کفر کا ہوا ہوتا ہے۔ ان آیات میں اللہ کے کلام قرآن کو بالواسطہ جھٹلایا گیا ہے۔ کفار مکہ کہتے تھے: کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں بلکہ ایک شخص کا لکھا گیا کلام ہے۔ سابقہ لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں۔ اسی طرح کہیں پر اللہ کے رسول ﷺ کو جادوگر کہا گیا ہے۔ ان آیات کے مباحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم پر اعتراض، خدا کے بارے میں شکوک، پیغمبر کے رسالت سے انکار، اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا اور اس میں جھگڑنا کافر کا کام ہے۔ اللہ کے کتاب قرآن سے انکار اس کے آخری نبی سے انکار اور روز جزا سے انکار کفر ہی ہے۔

آیتوں سے انکار

قرآن کی تمام آیات پر ایمان لانا فرض ہے۔ قصداً اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انکار کرلے، تو وہ ایمان کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِذَآ أُلۡقُواْ فِيهَا سَمِعُواْ لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ﴾ [1]

"جب انہیں اس میں داخل کیا جائے گا۔ تو آگ کی چیخیں سنیں گے، اور وہ جوش مارتی ہوگی۔"

اس آیت میں جہنم اور جہنمیوں کے خوف ناک حالت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب کفار کو اس میں داخل کیا جائے گا تو بجائے خوش آمدید (welcome) کے جہنم کی آوازیں سنیں گے۔ جب آگ زیادہ گرم ہو کر زور پکڑ لیتی ہے تو ایک مہیب آواز سنائی دیتی ہے۔ جہنم کی آواز بھی اسی طرح ہوگی وہ تنور یعنی جہنم جب زیادہ گرم ہوگا تو غصہ سے جوش مار مار کر دور دور تک اس خوف ناک آگ کی آوازیں سنائی دیں گے۔ [2]

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی آیتوں اور معجزات سے انکار کرنے والا کفر ہی کا راستہ اپناتا ہے جن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا کیونکہ وہ دائرہ ایمان سے نکل کر دائرہ کفر میں داخل ہو چکا ہے جہاں سے نکلنا، بھاگنا ممکن نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿أَوۡ تَقُولَ حِينَ تَرَى ٱلۡعَذَابَ لَوۡ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ [3]

۱۔ سورہ ملک:۷

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۲۹

۳۔ سورہ زمر:۵۸

"یا جب تم عذاب کو دیکھنے لگے۔ تو تم کہتے اے کاش مجھے ایک بار اور دنیا میں بھیجا جائے۔ تو پھر میں بھی نیک بن سکوں۔"

پچھلی آیت میں کافروں کا یہ جھوٹ بیان ہوا تھا۔ کہ اللہ نے ان کی رہنمائی نہیں کی تھی، یہاں اس کے اس جھوٹ کا ذکر بیان ہوا ہے۔ کہ کافروں کو نیک اعمال کی مہلت نہیں دی گئی کفار کہتے ہیں۔ اب ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو اللہ فرماتا ہے۔ کہ میں نے ساری چیزیں اسی لیے واضح بیان کی تھی۔ کہ کہ روز قیامت کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اگر ہمیں ایک بار اور دنیا میں بھیج دیا جاتا تو ہم نیک لوگوں میں شمار ہوتے۔ لیکن جب انسان مرتا ہے تو یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اسے اس دنیا میں واپس آنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا لیکن جو کچھ اس نے اس دنیا میں کیا اب اس کا مزہ لینا چاہیے۔ (۱)

قرآن پر طرح طرح کے سوالات اور اعتراضات کج رو لوگوں کا وطیرہ ہے، یہ کوئی بات نہیں ہے، جیسا کہ سورہ مومن میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ ٱلَّذِينَ كَانُوا۟ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾ (۲)

"اسی طرح آیات کو جھٹلاتے رہنے والوں کو بھی اسی طرح دھوکا دیا جائے گا۔"

مولانا عبد الحق حقانی کی تفسیر کے مطابق اللہ نے ہر زمانے میں ہر قوم کے لیے رسول بھیجے اور ان پر آیات نازل کیں۔ تاکہ وہ ان کو سمجھائیں لیکن ان لوگوں نے ان نشانیوں کو ماننے سے انکار کیا۔ خود کو دھوکے میں ڈال دیا یعنی کفر کی طرف چلے گئے۔ تو فرمایا کہ تم بھی ان لوگوں کی طرح انکار کر کے خود کو دھوکے میں ڈال رہے ہو۔ جس طرح آپ سے پہلے لوگوں نے خود کو دھوکے میں ڈالا تھا۔ (۳)

قرآن مجید سے انکار کرنے اور اس میں الحاد تلاش کرنے کا ایک انداز اس سے تکبر اختیار کرنا اور اس کی طرف عدم التفات ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا فِىٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ وَفِىٓ ءَاذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَٱعْمَلْ إِنَّنَا عَـٰمِلُونَ ﴾ (۴)

"اور کہتے ہیں: ہمارے دلوں میں وہ غفلت ہے، اور ہمارے کانوں میں بھی بہرا پن ہے، جب تم ہمیں بلاتے ہو، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، پس ہم اپنا کام کریں گے تم اپنا۔"

اس مقام پر مشرکین کی طرف سے قرآن کے انکار کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوت ہمارے دلوں میں اترتی

۱۔ عبد الحمید سواتی، معالم العرفان فی دروس القرآن، ۱۶/ ۲۳۳-۲۳۴

۲۔ سورہ مومن: ۶۳

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/ ۳۹

۴۔ سورہ حم سجدہ: ۵

ہی نہیں۔ ہمارے دلوں میں غلاف پڑے ہوئے ہیں۔ مشرکین کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ ہم آپ کی کتاب کو نہیں ماننے والے، بلکہ جو عقائد ہمارے باپ دادا کے ہیں ہم اسی کی پیروی کریں گے۔ ہم آپ کی کتاب کو دل میں جگہ نہیں دے سکتے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں، کہ دلوں پہ پردے کے ساتھ ہمارے کانوں میں بوجھ ہے یعنی ہمیں قرآن کا سننا ہی بوجھ معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ مشرکین یہ بھی کہتے تھے۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے نظریے کو قبول نہیں کر سکتے۔ لہذا ہم سے کوئی امید نہ رکھیں آپ اپنا کام کریں۔ ہم اپنا کام کریں گے یعنی مشرکین نے قرآن سے صاف صاف انکار کیا۔ (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات سے واضح طوپر انکار کرتے ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے۔

آخرت سے انکار

روز آخرت کے وقوع اور ثبوت کی طرح اس سے انکار کرنے والوں کے رد پر بھی قرآن مجید میں بہت سارے آیات وارد ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ آیات میں براہ راست انکار آخرت کا ذکر ملتا ہے اور کچھ وہ ہیں، جن میں ضمناً انکار آخرت ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند آیات کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے، سورت المومنون میں انکار آخرت کا صریح عقیدہ پایا جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ۞ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ۞ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴾ (۲)

"کیا یہ تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو پھر تم زندہ کیے جاؤ گے۔ دور ہے بہت دور جو تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے"۔

آیت کی تفسیر میں حافظ عبد السلام بھٹوی لکھتے ہیں:

"ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں" اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل ہو گئے تھے، کیونکہ وہ اس دنیا کے سوا کسی زندگی کو مانتے ہی نہ تھے۔ اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہیں ہم مرتے جاتے ہیں اور پچھلے پیدا ہوتے رہتے ہیں، دنیا کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ: باء کی وجہ سے نفی میں تاکید پیدا ہو گئی، اس لیے ترجمہ ہے "اور ہم ہر گز اٹھائے جانے والے نہیں"۔ اگرچہ ان سرداروں کی پچھلی تمام باتوں کا مطلب بھی رسول اور قیامت کو جھٹلانا تھا، پھر بھی کوئی کمی باقی تھی، تو انھوں نے نہایت تاکید کے ساتھ صاف لفظوں میں قیامت کا انکار کر کے اور رسول کو مفتری کہہ کر پوری کر دی، جیسا کہ اگلی آیت میں ہے"۔

۱۔ عبد الحمید سواتی، معالم فی دروس القرآن، ۱۵/ ۳۸۱

۲۔ سورہ المومنون: ۳۵-۳۷

اس آیت کی طرح دیگر کئی آیات ہیں، جن میں براہ راست انکار آخرت کا ذکر کیا گیا ہے، جب وہ آیات جن میں ضمناً انکار آخرت کا ذکر وارد ہوا ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

روز آخرت یعنی جزا و سزا کے دن سے انکار کے حوالے سے سورہ طور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴾ (۱)

"کیا وہ کہتے ہیں کیا ان کو بغیر خالق کے پیدا کیا گیا؟ یا وہ خود خالق ہیں"۔

تدبر قرآن میں لکھا گیا ہے:

"سورہ طور کے اس مقام پر مکذبین کے اعتراضات کا جواب دینے کے بعد انہوں نے ان سے کئی سوالات کیے کہ اگر وہ آخرت کے عذاب سے انکار کرتے ہیں۔ تو پھر یہ بتائیں۔ کہ وہ کسی کی تخلیق کے بغیر پیدا ہوئے ہیں۔ اور وہ خود ہی اپنی تخلیق کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ زمین اور آسمان کو بھی انہوں نے ہی بنایا ہے۔ مشرکین عرب اپنا خالق اور زمین و آسمان کا مالک اللہ ہی کو مانتے تھے۔ تو اللہ ان سے یہاں یہ سوال پوچھتا ہے کہ جب تم مجھے اپنا اور زمین و آسمان کا ملک مانتے ہو تو پھر روز آخرت اور اس کے جزا و سزا کو کیوں نہیں مانتے ہو۔ یہ لوگ اس شک میں پڑے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک دفعہ پیدا کر کے دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو گیا۔ ان کی یہ سوچ انکی بڑی بے وقوفی ہے۔ کیونکہ اللہ نے ان کو جس کام کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اس کے بارے میں ان سے پوچھنے کے لیے روز قیامت یعنی جزا و سزا کا دن بھی مقرر کیا ہے"۔ (۲)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ سَعَوْ فِىٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴾ (۳)

"اور جو ہماری آیتوں کے رد کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، ان کے لیے درد دینے والا عذاب الیم ہے۔"

مشرکین مکہ آخرت کے بارے میں کہتے ہیں: یہ وقت کبھی نہیں آئے گا جواب میں اللہ فرماتا ہے کہ قیامت خدا کی قسم ضرور آئے گی۔ اور پھر قیامت کے برپا کرنے والے مالک یعنی اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ کہ اس کا جو بھی زمین اور آسمان پر ہے۔ کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ تو تمہارے ذرہ ذرہ جسم کے اجزاء کو اکٹھا کر دے گا پھر قیامت کے برپا کرنے کی دلیل بیان فرماتا ہے، کہ جو بھلائی دنیا میں کرتا ہے اس کو اس کی نیکی کا پورا صلہ نہیں ملتا اور جو بدی کرتا ہے۔ اس کو اس کے بدی کا پورا بدلہ نہیں ملتا۔ لیکن آخرت میں ہر ایک کو اس کے ایک ایک نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے گا۔ (۴)

۱۔ سورہ طور:۳۵

۲۔ تدبر قرآن، امین اصلاحی، ۸/ ۳۵

۳۔ سورہ سباء:۵

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/ ۴۳

کفر بالمقابل ایمان

قرآن مجید میں جگہ جگہ بتایا جاتا ہے، کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب چسپاں ہو گیا ہے، ان پر ثابت ہوا ہے، وہ عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کا راستہ اپنایا ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ حَقَّ ٱلْقَوْلُ عَلَىٰٓ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾[1]

"بے شک ان میں سے اکثر پر خدا کا حق آ چکا ہے پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے"۔

مولانا مودودی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"کہ یہ ان لوگوں کی طرف سے بولے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے نبی کی دعوت کے باوجود ہٹ دھرمی اور تکبر سے کام لیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں آپ کی بات نہیں سننی ہے۔ یا پھر یہ کہا ہے۔ کہ کافروں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس نصیحت کو رد کرتے ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے رسول پر نازل کیا گیا ہے، اور ان سے دشمنی کا راستہ چن لیا ہے۔ یہ برے کام آپ خود کرتے ہیں۔ اور پھر انہیں کبھی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ وہ صرف ان کی رہنمائی اور مشورہ دے سکتے ہیں۔ جو اللہ کو دیکھے بغیر آپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن اس پر یقین کرو اور ڈرو"۔[2]

رسول کو جھٹلانا

اللہ عزوجل کے جتنے بھی رسول اس دنیا میں تشریف لائے ہیں، سب کا بنیادی تعلیم ایک ہی اللہ کا پیغام دینا تھا، لیکن کفار و مشرکین ان کی دعوت کو اس انداز سے جھٹلاتے، کہ اقوام وافراد دونوں کے لیے اس دعوت کو مشکوک بنا دیا اور ان کی زندگیوں کو لڑائی و جھگڑا کا نظر کر دیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِۦ جِنَّةٌۢ ۗ بَلِ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ فِى ٱلْعَذَابِ وَٱلضَّلَـٰلِ ٱلْبَعِيدِ ﴾[3]

"کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ یا وہ پاگل ہے ایسا کچھ نہیں، بلکہ وہ لوگ آخرت پر ایمان رکھنے والے نہیں، مصیبت اور بری غلطی میں پڑے ہوئے ہیں"۔

معارف القرآن میں آیت کی تفسیر کچھ یوں کی گئی ہے:

"اس آیت مبارکہ میں کافروں کی اس بات کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جو روز قیامت کے منکرین تھے۔ اور نبی پاکؐ کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ آدمی جو یہ پیغام پہنچاتا ہے کہ کہ جب ہم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اس کے بعد قیامت کے دن ہمیں ایک بار پھر اٹھایا جائے گا اور ہمیں دوبارہ زندگی ملے گی، تو کافروں کا کہنا ہے، کہ یہ شخص اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اور یہ جنون ہے۔ اور جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو رد کرتے ہوئے

۱۔ سورہ یس:۷

۲۔ مودودی، تفہیم القرآن، ۴/۷/۲۴

۳۔ سورہ سباء:۸

فرماتے ہیں۔ کہ میرا نبی ﷺ نہ تو جھوٹا ہے، اور نہ ہی مجنون ہے، بلکہ آپ لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے ہو۔ اور آپ لوگ بھٹکے ہوئے ہیں اس گمراہی کے سبب آپ لوگوں کو مصیبت والا عذاب ہو گا"۔ (۱)

رسول کے جھٹلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو تسلی دے کر فرماتا ہے:

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ (۲)

"بے شک اگر وہ تمہیں جھٹلائیں گے اور تمہارے ساتھ تم سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا اور سب کچھ اللہ کے پاس لوٹا دیا جائے گا"۔

معالم العرفان میں سورہ فاطر کی اس آیت کی وضاحت میں لکھا گیا ہے:

"کہ مشرکین ہر نبی اور رسول کی تکذیب اور انکار کرتے تھے۔ تو اس آیت میں اللہ پاک محمدؐ سے فرماتا ہے۔ کہ اے محمد آپ سے پہلے بھی جو انبیاء میں نے بھیجے۔ تو ان لوگوں نے ان کی بھی تذیب کر کے انکار کیا تھا، حالانکہ اللہ کا ہر نبی توحید اور ایمان کا درس دینے آتا ہے۔ اور فرماتا ہے اے نبی آپ تسلی رکھے آپ فکر نہ کریں۔ واپس ان لوگوں نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، اور آپ اپنا کام جاری رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کا مدد کرنے والا ہے"۔ (۳)

یہاں براہ راست انکار آیات تو نہیں لیکن اللہ تعالی کے پرستادہ سے انکار، انکار آیات ہیں، کیوں کہ جس اللہ نے ان آیات کو نازل کیا ہے، اسی نے اس رسول کو یہ آیات دے کر بھیجا ہے۔ اب اس کے رسول سے انکار، انکار آیات کا مستلزم ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ﴾ (۴)

"وہ یہ کہتے ہیں، کہ یہ شاعر ہے، جس کے انتظار میں ہم گردش ایام میں ہیں۔"

اس مبارک آیت میں کفار مکہ کے تصور اور عنوان کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ کہ مشرکین نبی ﷺ کے بارے میں جو کہتے تھے ان کا ذکر اس آیت میں ہے، اگرچہ اس آیت میں اشارہ آپ ﷺ کی طرف ہے۔ مگر یہ خطاب حقیقت میں کفار مکہ کی طرف کی جا رہی ہے۔ کیونکہ کفار مکہ آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی کرنے اور بغض وعداوت کی وجہ سے نبی پاک کو کاہن یا مجنون کہتے تھے۔ اللہ نبی سے فرماتا ہے۔ کہ اے نبی ﷺ آپ ان کی فضول باتوں سے کاہن اور مجنون نہیں بن جائیں گے۔ کفار مکہ ایسی بکواس کرتے رہے آپ اپنے کام میں مصروف رہے خود بھی قرآن پڑھیں اور لوگوں کو بھی نصیحت کریں۔ (۵)

۱۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۷/ ۲۵۴

۲۔ سورہ فاطر: ۴

۳۔ سواتی، معالم العرفان فی دروس القرآن، ۱۵/ ۵۲۶

۴۔ سورہ طور: ۳۰

۵۔ کیلانی، عبد الرحمن، تفسیر تیسیر القرآن، ۴/ ۳۰۹-۳۱۰

اسی طرح قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے پر اعتراض کرتے ہوئے اور اس سے کا انکار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سختی سے رد کیا اور ارشاد فرمایا:

﴿ زَعَمَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن لَّن يُبۡعَثُواْۚ قُلۡ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡۚ وَذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٞ ﴾ (۱)

"کافر یہ دعوی کررہے ہیں۔ کہ ہم کبھی زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ کہو کہ بیشک! تم ضرور زندہ کیے جاؤگے اور میرا رب ضرور تم کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر تم کو تمہارے اعمال کے بارے میں آگاہ کیا جائے گا۔ جو تم نے کیے ہیں۔ اور اللہ کے حکم میں یہ سب کچھ ہے، وہ سب کچھ آسانی سے کرتا ہے"۔

سید قطب شہید اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"کافروں کا یہ دعویٰ کہ مر جانے کے بعد ایک بار پھر ان کو نہیں اٹھایا جائے گا۔ لیکن اللہ پاک محمد ﷺ سے کہتا ہے کہ اے نبی ان سے کہو، مجھے اپنے اللہ کی قسم جس نے میری اور آپ سب کی تخلیق کی، تم ضرور دوبارہ زندہ ہو جاؤ گے۔ صرف اٹھانا نہیں بلکہ آپ نے جو کچھ کیا تھا ان سب کے اعمال کے بارے میں بتایا بھی جائے گا۔ اور اللہ تمہارے سارے اعمال کا علم رکھتا ہے۔ جو تمہیں جزاو سزا کے دن بتادے گا۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان اور کچھ دشوار نہیں ہے۔ بلکہ بہت آسان ہے وہ ظاہری اور باطنی دونوں چیزوں سے باخبر ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہوتا ہے۔ ان سب سے واقفیت رکھتا ہے وہ ساری چیزوں پر قادر ہے"۔ (۲)

ان آیات میں انکارِ آخرت کو انکارِ آیات کا مستلزم قرار دیا گیا ہے، کہ وقوعِ آخرت کو وہ بعید سمجھتے تھے، اس لیے کبھی کبھار اس بنیاد پر آپ ﷺ کو پاگل اور دیوانہ تک بھی کہا کرتے تھے، جیسا کہ سورہ القلم میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُونَ بِأَييِّكُمُ ٱلۡمَفۡتُونُ ﴾ (۳)

"پھر تم دونوں دیکھ لوگے، کون دیوانہ اور پاگل ہے"۔

اس حوالے سے عبد الرحمن کیلانی فرماتے ہیں:

"سورہ قلم میں کفار مکہ کو یہ تنبیہ کی گئی ہے، کہ ایسی کوئی بات ہوگی ہی نہیں جو بغیر نتیجے کے ہو، بلکہ اس کا نتیجہ بہت جلدی سامنے آئے گا۔ وہ شخص جو نیکی اور بھلائی کا حکم دیتا ہے وہ پہلے خود اس پر عمل کرتا ہے، وہ بری بات کو پسند نہیں کرتا۔ وہ بدلہ لینے کے لیے کسی بات کو کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ سخاوت اور حوصلہ مندی اس کی مزاج میں بکثرت بھری ہوئی ہے۔ اسکے مقابلے میں جو لوگ صرف اس کو نقصان پہنچانے اور اس سے بدلہ لینے کے علاوہ کچھ

۱۔ سورہ التغابن:۷

۲۔ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، ۶/۴۰۹

۳۔ سورہ القلم:۵-۶

اور سوچتے ہی نہیں وہ صرف بغض و عناد اور دوسروں کی جڑ کاٹنے کا سوچتے ہیں۔ لہذا بہت جلد ہی ان دونوں کا انجام ایک دوسرے کے سامنے ظاہر کیا جائے گا۔ اس وقت ہر ایک کو پتہ چلے گا کہ کون دیوانہ ہے اور کون پاگل ہے"۔[۱]

اسی طرح منکرین آخرت وقوع قیامت اور اس میں حساب وکتاب کو بھی بعید سمجھتے تھے، اس لیے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم سے حساب وکتاب لیا جائے گا، تو وہ کہا کرتے تھے، پھر تو ہمیں ہمارا حساب کتاب ابھی بے باق کر کے دو، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَقَالُواْ رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبۡلَ يَوۡمِ ٱلۡحِسَابِ ﴾[۲]

"وہ رب سے کہتے ہیں، کہ ہمارا حصہ روز قیامت سے پہلے ہماری قسمت میں شامل فرمادے"۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"جو کفار و مشرکین نبی پاک سے مذاق میں کہتے تھے، اس دن تک ہمارے کام کو نہ چھوڑیں، جب تک کہ آپ ہمیں دھمکی نہ دیں، بلکہ اس سے آگے لکھی ہوئی ہر چیز کا ریکارڈ ہمیں واپس کر دیں، انہیں جلد ہمارے پاس آنے دو"۔[۳]

شرک بمعنی کفر

مشرکین مکہ رسول کے انکار کرنے کے بعد اللہ کی واحدانیت پر تعجب کر کے کہتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ ان تمام معبودوں کو باطل قرار دے کر ایک خدا کو مان لیا جائے، بلکہ اس کو تعجب خیز سمجھتے تھے، لیکن اللہ تعالی نے اس شرک کو کفر قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَجَعَلَ ٱلۡأٓلِهَةَ إِلَٰهٗا وَٰحِدًاۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيۡءٌ عُجَابٞ ﴾[۴]

"کیا انہوں نے اتنے زیادہ معبودوں میں ایک معبود بنا دیا، البتہ یہ تو بڑی تعجب والی چیز ہے"۔

مولانا عبد الحمید سواتی فرماتے ہیں:

"اس آیت مبارکہ میں رسول کے انکار کے بعد اللہ کی منکرین کی وضاحت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے اور یہ سوال اٹھانے لگے کہ ہم تو کئی خداؤں کو مانتے ہیں یعنی یہ شرک میں مبتلا تھے۔ ان سب خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کیسے کریں گے۔ یہ تو بہت ہی حیران کن بات ہے جس کا ذکر ہم سے پہلے کسی نے نہیں کیا ہے، اور نہ ہی ہم نے اپنے باپ دادا سے سنی ہے۔ ہمارے ماں باپ تو مختلف معبودوں کے سامنے نذرانے پیش کرتے آرہے ہیں ان

۱۔ عبد الرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، ۴/ ۵۰۰

۲۔ سورہ ص:۱۶

۳۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ۴/ ۳۲۳

۴۔ سورہ ص:۵

سے اپنی مرادیں مانگتے رہے ہیں۔ اور ان سے مرادیں مانگنے کے بعد وہ انکی مرادیں پوری کرتے تھے۔ اب وہ یہ کہتے ہیں۔ تو ہم حیران ہیں کہ صرف ایک ہی خدا ایسا کیوں کر سکتا ہے اور یہ سب خدا کیوں نہیں"۔[۱]

بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب اس لیے کیا جاتا تھا اور کیا جاتا ہے، کہ ایسا کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے، کہ اس کی جوابدہی اور بازپرس کرنے والا کوئی نہیں ہے، جب کہ ان بڑے گناہوں پر مصر رہنا، انکار آخرت پر وارد آیات کا نکار ہے۔

سورہ واقعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝ وَكَانُوا۟ يُصِرُّونَ عَلَى ٱلْحِنثِ ٱلْعَظِيمِ ﴾[۲]

"بیشک وہ اس سے قبل بہت زیادہ اونچے ہوئے تھے، اور وہ بڑی بڑی بے حیائی پر ڈھیر ہو جاتے تھے"۔

اس آیت کی تفسیر میں محمد امین ھرری لکھتے ہیں:

{يُصِرُّونَ} ويداومون ويواظبون{عَلَى ٱلْحِنثِ ٱلْعَظِيمِ }أي على الذنب العظيم الذي هو الشرك[۳]

جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے۔ کہ اس دنیا یہ لوگ میں بہت امیر اور عیش و عشرت کے لوگ تھے، یعنی ان کے انجام کو پہنچنے سے پہلے، مطلب اس کا یہ ہے، کہ خدا نے انہیں اس دنیا میں بہت سے فوائد اور دولت سے نوازا، پھر ان پر اللہ کی اطاعت کا حق بھی تھا۔ اور وہ شکر گزار بندے بن جاتے، لیکن یہ دولت انہیں تکبر اور کبیرہ گناہ پر اصرار کرتی ہے۔ لفظ حناس کا مطلب ہے گناہ۔ اس آیت میں حناس کی صفت بڑی

ہے جس کے معنی شرک کے ہیں۔ قرآن مجید اور مذہبی فلسفہ دونوں نے اسے بہت بڑا گناہ اور سب سے بڑا حق تلفی قرار دیا ہے"۔[۴]

اس سے معلوم ہوا کہ بڑے گناہوں پر اصرا کبیرہ گناہوں میں شمار ہیں، اور کبیرہ گناہوں میں شرک سب سے خطرناک اور سر فہرست گناہ ہے، جو جنت سے محرومی کا باعث بنے ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

« قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ ـ ـ ـ »[۵]

ہلاکت میں ڈالنے والے سات گناہوں سے بچو، پوچھا گیا: وہ کونسے ہیں؟ فرمایا: شرک باللہ۔

۱۔ عبد الحمید سواتی، معالم فی دروس القرآن، ۱۵/۳۱

۲۔ سورہ واقعہ: ۴۵-۴۶

۳۔ الهرري الشافعي ، محمد الأمين ، تفسير حدائق الروح والريحان في روابي علوم القرآن، دار طوق النجاة، بيروت — لبنان ۲۰۰۱م، ج:۲۸، ص: ۳٦٥۔

۴۔ احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۵/۱۷۰

۵۔ صحيح مسلم، بَاب بَيَانِ الْكَبَائِرِ وَأَكْبَرِهَا، حدیث نمبر:۱۲۹۔

خلاصہ

الغرض کفر سے متعلق قرآنی آیات کا تجزیہ کرنے کے بعد کفر بمعنی ایمان یعنی کہ ایمان کو کفر سے بدلنے کے بعد ان کے نیک اعمال اور موت کے وقت توبہ رائیگاں اور ناممکن ہو جائے گی۔ اللہ نے ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والوں کے لیے سخت تکلیف کی وعید سنائی ہے۔ اور ایمان کو کفر سے بدلنے والوں کو قرآن میں گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں کفر ناشکری کی معنی بھی استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، اور جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرے گا اللہ اس کو اور بھی نعمتوں سے نوازیں گا۔ اور شکر ادا نہ کرنے والوں کے لیے اللہ نے سخت عذاب کا بندوبست کر رکھا ہے۔ قرآن کریم میں شرک کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے شرک اللہ تعالیٰ کی واحدانیت سے انکار اور ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے عبادات میں ذات وصفات میں کسی کو شریک کرے گا وہ کفر کا مرتکب ہو گا اور شرک کرنے والوں پر جنت حرام ہیں قرآن نے شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے فرشتوں سے انکار، نبیوں کی نبوت سے انکار، قرآنی آیات سے انکار، رسولوں سے انکار غرض ان میں سے ہر ایک کا انکار کفر ہے۔ قران کریم کی بعض آیات میں لفظ کفر کا لفظ تو براہراست نہیں ہوتا۔ لیکن آیت میں ذکر کفر کا ہوا ہوتا ہے۔ ان آیتوں میں اللہ کی کلام قرآن کو جھٹلایا گیا ہے کفار مکہ کہتے تھے۔ کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں بلکہ ایک شخص کا لکھا گیا کلام ہے۔ اور یہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہے اور کئی پر اللہ کے رسول کو جادوگر کہا ہے۔ تو ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم، خدا، پیغمبر، اللہ کی آیتوں سے متعلق جھگڑا کرنا کافر کا کام ہے۔ تو اللہ کے کتاب قرآن سے انکار اس کے آخری نبی سے انکار اور روز جزا سے انکار کفر ہی ہے۔

فصل دوم

الحاد سے متعلق آیات

مبحث اول: الحاد پر براہ راست دلالت کرنے والی آیات

مبحث دوم: الحاد پر بالواسطہ دلالت کرنے والی آیات

مبحث اول

الحاد پر براہ راست دلالت کرنے والی آیات

الحاد کا لفظ لحد سے نکلا ہے۔ لحد سے مراد قبر میں کھودی ہوئی ایک طرف وہ جگہ جس میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ الحاد کا لفظ قرآن کریم کی آیات میں اپنا معنی رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ الحاد کا بیان قرآنی مفہوم سے کیا جانا ضروری ہے۔ قرآن و سنت کی اصطلاح میں قرآن کی آیات سے منحرف ہونے کو الحاد کہتے ہیں، الحاد کفر کی ایک خاص شکل ہے۔

الحاد کا لفظ قرآن میں جن جگھوں پر استعمال کیا گیا ہے، سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کے معنی مختلف ہیں۔ لغت نگار اور مفسرین الحاد سے متعلق الگ الگ بحث کرتے ہیں۔ عام طور پر الحاد کو قدیم اور جدید الحاد میں تقسیم کیا گیا ہے۔ عام طور پر الحاد کا لفظ خدا کے وجود سے انکار کفر کے معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی وہ شخص جو واضح طور پر دین کی ضرورت کا انکار کرتا ہے نبوت، رسالت اور قیامت کے دن کا منکر ہوتا ہے، یا تینوں کا منکر ہوتا ہے، اسے ملحد کہا جاتا ہے۔ لفظ الحاد کا معنی انکار و انحراف، اصل مطلوب و مقصود راستہ سے ہٹ جانا ہے۔ الحاد اصل میں اس انحراف کو کہا جاتا ہے جو ظاہری طور قرآن کی آیات پر عقیدہ رکھنے کا دعویٰ کرے، مگر ان کے معانی کو ایسے بنانے کی کوشش کرے، جو قرآن کے آیتوں اور امت کے مسلمہ عقیدہ کے منافی ہو۔ ہمارے موضوع کا تعلق اس معنی کی کھوج سے متعلق ہے۔

الحاد فی الاسماء (صفات خداوندی میں الحاد)

علامہ راغب اصفہانی کے نزدیک " خدا کی صفات کے حوالے سے الحاد کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ رب کو ایسے اوصاف کے ساتھ متصف ماننا جو شانِ الوہیت کے منافی ہو۔ دوم یہ کہ ایسی تاویل کرنا، جو اس کی شان و شوکت کے مناسب نہ ہو۔ اِلْتَحَدَ فُلَانٌ اِلَی کَذَا۔ فلاں راستہ سے ہٹ کر ایک جانب مائل ہو گیا"[1]۔

اسی مفہوم میں قرآن مجید کے سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَاۖ وَذَرُواْ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَـٰٓئِهِۦۚ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴾[2]

"اور پیارے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ کو پکارا کرو۔ اور ان کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹنے والے لوگوں کو چھوڑ دو جلد ہی ان لوگوں کو ان کے کیے کا بدلہ ضرور ملے گا۔"

۱۔ اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن، (اردو ترجمہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہ فیروز پوری)، (لاہور:)، ۹۵

۲۔ سورہ الاعراف: ۱۸۰

یہاں اسمائے خداوندی میں الحاد کا مفہوم یہ ہے کہ صفاتِ الٰہی کے بارے میں سیدھی راستے سے ہٹ جانا اور اس سے منحرف ہو جانا ہے۔ اچھے ناموں سے مراد وہ نام ہیں۔ جن سے خدا کی برتری اور شرف، پاکیزگی، اور کمال کی خصوصیات ظاہر ہوتے ہیں۔ خدا کے ناموں میں الحاد یہ ہے کہ خدا کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس کے رتبے سے کم تر ہوں، جو اس کے عظمت و بزرگی کے خلاف ہوں، جس میں اعیوب اور خرابیوں سے اس کی طرف نسبت دی گئی ہو۔ یہ بھی الحاد ہے، کہ لوگوں میں سے کسی کا ایسا نام رکھنا۔ جو صرف خدا کے لیے مناسب ہو۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے ناموں میں الحاد کرنے والوں سے کنارہ کشی کر لو۔ ان کو سمجھانے کے باوجود یہ لوگ اگر سیدھی راستے پر نہیں آتے۔ آپ ان کی الٹی سیدھی بحثیوں میں نہ پڑو، ان کو ان کی گمراہ ہونے والی حالت پر چھوڑ دو، وہ اپنی گمراہی کی سزا خود اپنی نظروں سے دیکھ لیں گے (۱)

قرآن کریم کے مطالعہ سے ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایسے ایمان لانا ہیں، جس میں نہ کوئی تحریف ہو نہ کوئی کمی یا زیادتی ہو۔ ان صفات کی کیفیت پر ایمان رکھنا، ان کی حقیقت پر کوئی بحث و مباحثہ نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ مشابہ نہ قرار دینا، اللہ پاک کو ہر قسم کے نقص سے پاک قرار دینا۔ اسماء وصفات کے اسی جامع مفہوم کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلۡ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ ٱللَّهِ أَحَدٞ وَلَنۡ أَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلۡتَحَدًا﴾ (۲)

"کہہ دو کہ مجھے یقیناً کوئی بھی بچانے والا اللہ کے سوا نہیں اور نہ ہی مجھے اس کے سوا پناہ ملے گی۔"

اللہ تعالیٰ نبی پاک سے اس آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ آپ ان کو بتا دیں کہ اگر میں نبی ہو کہ خدا کے احکام کو بجا نہ لاؤں، تو اللہ کی گرفت سے مجھے کوئی بھی نہیں بچا سکتا کیونکہ کسی کے پاس یہ اختیار ہی نہیں جو مجھے اس کے عذاب سے بچا سکے مجھے اس کے بغیر کوئی پناہ لینے کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں ملے گی۔ کہ میں اللہ کی عذاب سے بھاگ جاؤں اس آیت میں لفظ مُلۡتَحَدًا بمعنی پناہ گاہ استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ لینے اور اس کے تکلیف دہ عذاب سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ میں تمہیں ہر وہ بات پہنچا دوں جس کا خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ (۳)

﴿ وَٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلۡتَحَدٗا ﴾ (۴)

"اے (نبی!) اور پڑھو جو کچھ آپ پر وحی کیا گیا ہے۔ آپ کے رب کی کتاب سے، اس کے الفاظ میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی اور نہیں ملے گی، اس کے سوا آپ کو جائے پناہ"۔

۱۔ آزاد، ترجمان القرآن، ۱/۲۰۳

۲۔ سورہ الجن: ۲۲

۳۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۴/۷۴۰

۴۔ سورہ الکھف: ۲۷

تفسیر حقانی میں آیت کی وضاحت کچھ اس طرح کی گئی ہے:

"اس آیت کریمہ میں ملتحدا کا لفظ بمعنی پناہ کے استعمال کیا گیا ہے۔ ملتحداً بمعنی مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف بھی اور اس کا مطلب پناہ گاہ کا ہیں یہ لفظ لحد اور الحاد سے بنا ہے، اس کا معنٰی ہے مائل ہونا۔ آدمی جس جگہ پناہ لیتا ہے اس جگہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور ملحد کا معنٰی ہے دین حق سے کسی اور طرف مائل ہونے والا۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اے میرے نبی کسی کا کچھ خوف وخطر نہ کرو کوئی اس کی بات بدل نہیں سکتا جو کچھ وہ کہتا ہے وہی حق ہے وہی ہو گا، وہی ہوا ہے آپ اسکی دی ہوئی کتاب (قرآن) کو پڑھا کرو اور لوگوں کو سنایا کرو کسی کی اختلاف کی کچھ پرواہ نہ کرو"۔(۱)

قرآنی آیات میں الحاد

کسی بھی زبان میں قرآن مجید کی آیات کی غلط تشریح وتفسیر کرنا، خدا کی کتاب میں الحاد ہے۔ قرآن کریم کا عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں صرف اسی مفہوم پر مبنی ترجمہ جائز ہو گا۔ آیت کا عربی مفہوم اپنے خود ساختہ غرض کے لیے کر لینا، کسی لفظ کا اپنی جگہ پر فٹ نہیں ہونے دینا، قرآن مجید کی آیت یا آیات میں الحاد ہے۔ اسی لیے جو لوگ اس کی اس طرح تشریح کرتے ہیں۔ انہیں ملحد کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں الحاد کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ ٱلَّذِى يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِىٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِينٌ﴾(۲)

"اور جانتے ہیں ہم بے شک وہ کہتے ہیں، اس کو صرف آدمی علم دیتا ہے، اس کی زبان میں جس کی طرف وہ ان میں الحاد کرتے ہیں، وہ عجمی ہے، اور یہ عربی واضح زبان ہے"۔

مولوی عبدالحق حقانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت کفار قریش کے برے سلوک کا جواب ہے، جو یہ کہتے تھے، مکہ میں کچھ فارسی اور رومی رہتے تھے، جن کو عربی میں صحیح طرح سے بات بھی کرنی نہیں آتی تھی، مگر انہوں نے عیسائی اور فارسی مذہب سے سن سن کر تھوڑی بہت سیکھ کر بول لیتے تھے۔ اب مکہ کے جاہل لوگ ان کو عالم اور لائق سمجھنے لگے۔ جس طرح سے کسی گاؤں میں کسی ادنیٰ مولوی کو لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ان کو بڑا مولوی سمجھنے لگتے ہیں۔ اب قریش کو کوئی دوسری بات عیب کی نہیں ملی، تو بس یہ کہنا شروع کیا، کہ اس کو حضرت جبرائیل نہیں کوئی اور آدمی یعنی عجمی غلام، جو بھی سکھاتا ہے۔ اس کے اس اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے کہ اس عجمی کو تو عربی میں بات کرنا نہیں آتا اور قرآن تو عربی زبان میں ہے اگر وہ غیر عربی خود بہت زیادہ علم رکھتا، تو اپنی طرف سے اس کلام کو پیش کرتا۔ پھر اس عربی زبان میں نازل ہونے والا پاک کلام اس فصاحت سے لائے گا، جس کا مثل مکہ کے تمام فصحا سے نہ ہو سکا"۔(۳)

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۱۳۳

۲۔ سورہ النحل: ۱۰۳

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۴۷

قرآن و سنت کی اس اصطلاح الحاد سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی قرآن و حدیث کو تسلیم تو کرتا ہے مگر اس کا مفہوم ایسا بیان کرے، جو نہ تو اللہ تعالی نے مراد لیا ہو، اور نہ ہی رسول ﷺ نے اور نہ ہی صحابہ کرام، نہ تابعین اور نہ ہی تبع تابعین عظام نے مراد لیا ہو۔ اس قسم جسارت کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالی نے سخت تہدید و عید سنائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَآۗ أَفَمَن يُلۡقَىٰ فِي ٱلنَّارِ خَيۡرٌ أَم مَّن يَأۡتِيٓ ءَامِنٗا يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۚ ٱعۡمَلُواْ مَا شِئۡتُمۡ إِنَّهُۥ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ (۱)

"بے شک وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں ٹیڑے چلتے ہیں، وہ مخفی نہیں ہیں ہم پر۔ کیا وہ شخص بہتر ہے جس کو آگ میں ڈالا جائے، یا وہ شخص بہتر ہے جو محفوظ طور پر پہنچے؟ تم جو چاہتے ہو کر لو، تم جو عمل کرتے ہو، اللہ اسے بہتر جانتا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں عبد الحمید سواتی لکھتے ہیں:

"اس آیت میں الحاد کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم ایسے بد قسمت لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہیں جو الحاد کو مانتے ہیں۔ ان کے عقیدے اور اعمال کے مطابق ہم ان کے ساتھ معاملہ کریں گے۔ اور یہ بات ہم سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہچکچانا ہی بہتر ہے، اب لوگوں کا کام خود فیصلہ کرنا ہے۔ کہ وہ ایمان قبول کر کے اللہ کی رحمت کے مقام تک پہنچنا چاہتے ہیں یا الحاد کو قبول کر کے دائمی ذلت اور عذاب کے مستحق ہونا چاہتے ہیں۔ مجھے بننا پسند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ جو تمھارا جی چاہے وہ کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے اس سے کچھ بھی چھپی ہوئی نہیں ہیں وہ تمہارے خلوص، ایمان، کفر، شرک، الحاد ہر چیز سے واقفیت رکھتا ہے تو جو کام کرتے ہو وہ اس میں رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔ لیکن قیامت والے دن تمہارے عقائد و اعمال کے مطابق بدلہ دے گا"۔ (۲)

الحاد بمعنی ظلم

کسی چیز کو اس کے اصل جگہ پر نہ رکھنا ظلم کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم میں شرک کو اللہ تعالی نے بہت بڑی حق تلفی قرار دی ہے۔

اس حق تلفی کو ظلم (۳) سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ حق اللہ تعالی کا تھا، انسان یا کسی اور مخلوق دیا گیا جو اس کا حق نہیں بن سکتا۔

۱۔ سورہ فصلت: ۴۰

۲۔ عبد الحمید سواتی، دروس القرآن، ۱۶/ ۴۳۲-۴۳۴

۳۔ دیکھئے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (سورۃ لقمان: ۱۳)

ظلم کی ایک قسم جو انسان اپنے اوپر خود کرتا ہے اور اپنے لیے غلط چیزوں کا انتخاب کرتا ہے اور خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے، کیوں کہ اس کے لیے اللہ تعالی کا جو انتخاب تھا، اس کے علی الرغم دوسری چیزوں کو ترجیح دی، جس سے وہ مشقت اور زحمت میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے کئی مواقع پر ایسا کیا(۱)، جسے اللہ تعالی نے ظلم قرار دیا ہے۔

ظلم کی ایک اور قسم جو انسان ایک دوسرے پر حق تلفی کی صورت میں کرتے ہیں۔ یہاں الحاد بمعنی ظلم سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی چیز کو اس کے اصل و جائز مقام پر نہیں رکھتا ہے۔ تو وہ ظلم کر بیٹھتا ہے، اسی وجہ سے الحاد بھی ایک طرح کا ظلم ہے۔ اِلْحَادُ کے دو اقسام ہے ایک شرک باللہ کی طرف مائل ہونا۔ دوم شرک بالاسباب کی طرف مائل ہونا۔ اول قسم کا الحاد ایمان کے خلاف ہے، جو انسان کے ایمان اور عقیدہ کو باطل کر دیتی ہے اور دوسری قسم کا الحاد ایمان کو باطل تو نہیں کرتا، لیکن اس سے اس کا حلقہ ایمان کمزور ضرور ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ٱلَّذِى جَعَلْنَٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءً ٱلْعَٰكِفُ فِيهِ وَٱلْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (۲)

"وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں۔ اور روکتے ہیں اللہ کے راستے اور مسجد الحرام سے، ہم نے اس کو اس میں رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں کے لیے یکساں بنا دیا، جو اس میں کسی قسم کے ظلم کے ساتھ کسی الٹی سیدھی بحث کا ارادہ کرے گا، ان کو ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں"۔

المختصر فی تفسیر القرآن میں لکھا گیا ہے:

"جو خدا کو نہیں مانتے، اور دوسروں کو بھی اسلام لانے سے منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشرکین نے حدیبیہ کے سال کیا تھا یعنی اسلام اور نبی ﷺ کی پیروی سے مشرکین مکہ ان لوگوں پر جو اسلام لاتے تھے۔ بڑے ظلم و ستم کر کے ان کو اسلام سے روکتے تھے اور لوگوں کو مسجد الحرام سے دور رکھتے تھے۔ یہی وہ مسجد ہے جو ہمارے پاس ہے۔ لوگوں کے لیے قبلہ بنایا گیا اور حج اور عمرہ کے مناسک میں سے ایک رسم ہے جس میں مکہ کے مقیم اور باہر سے آنے والے حجاج یکساں ہیں۔ در حقیقت ہم ان کو دردناک عذاب میں ڈال دیں گے، اگر وہ جان بوجھ کر کوئی گناہ کریں گے"۔ (۳)

گزشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ شرعی مفاہیم کو غلط اور خود ساختہ جامہ پہنانا، اس کے ساتھ نامناسب رویہ اپنانا، الحاد کے معنی میں آتا ہے۔ الحاد کی جتنی بھی مفاہیم ہیں، ہر ایک سے بچنا ضروری ہے، کیوں کہ الحادِ کبیر جو شرک ہے، اس سے بچنا تو لازم ہے کیوں کہ اس کے ارتکاب سے انسان کی زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ جب کہ الحاد دیگر سے اپنے آپ کو بچانا بھی ضروری ہے، کیوں کہ اس میں کسی نہ کسی طرح انسان دوسروں کے حق تلفی کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

۱۔ دیکھئے: ﴿وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ (سورة البقرة:۵۷، سورة الاعراف:۱۶۰)

۲۔ سورہ الحج:۲۵

۳۔ جماعة من علماء التفسير ، المختصر في تفسير القرآن الكريم ، ،مركز تفسير للدراسات القرآنية ١٤٣٦ھ، ۱/۳۳۵۔

مبحث دوم

الحاد پر بالواسطہ دلالت کرنے والی قرآنی آیات

جو لوگ قرآن مجید میں، موقع محل کے مطابق دلائل سے ثابت کیے ہوئے الفاظ میں اور مفہوم کی شرط کے مطابق حقیقت یا مجاز میں غور وفکر اور تدبر نہیں کرتے۔ کہ دوسرے لوگ جو ایک دوسرے کے کلام سے سمجھتے ہیں، وہی بات یہ بھی سمجھیں اور تراکیب صحیح کا خیال کرے اور مفصل عبارت سے جو معنی حاصل ہوتے ہیں، ان کو مختصر عبارت میں ادا کریں، صحیح تفسیر اور مقبول تفسیر اسی کا نام ہے، اس مقبول اور صحیح تفسیر کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَآ ﴾(۱)

"کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں"۔

اسماء الحسنیٰ اور اس میں الحاد

اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے مبارکہ اور صفات پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ ایمان مجمل میں ہم اقرار کرتے ہیں:

"امَنْتُ بِاللّٰہِ کما هُوَ بِاَسْمَآءِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ"(۲)۔

"میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اس کے اسماء پر اس کے صفات پر اور اس کے تمام احکام کو قبول کرتا ہوں۔"

حدیث مبارکہ میں اسمائے حسنی کے بارے میں حضرت اَبو ھُریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ»(۳).

"اللہ تعالی کے ۹۹ نام ہیں، جس نے بھی اسے یاد کیا، وہ جنت میں داخل ہو گا"۔

تفسیر معالم القرآن آیت: ﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ﴾(۴) کی وضاحت یوں کرتی ہے:

"اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے بعض اس کے ذاتی اور بعض صفاتی نام ہیں جن اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا جاتا ہے وہ ذاتی ہیں۔ اور جو اس کے صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ صفاتی نام کہلاتے ہیں۔ دراصل اللہ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ جب ہم لفظ اللہ کہتے ہیں تو اس سے مراد وہ ہستی ہوتی ہے۔ جس کی ہستی خود بخود ہے۔ اور دوسری ہستی کی عطا

۱۔ سورہ محمد:۲۴

۲۔ قال الامام الطحاوی: الإيمان ينقسم إلى قسمين: إيمان مجمل، وإيمان مفصل الخ...(خالد بن عبد الله بن محمد المصلح ، شرح العقيدة الطحاوية، دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية ،۱۵\۵)

۳۔ صحيح مسلم، بَاب فِي أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَفَضْلِ مَنْ أَحْصَاهَا، حدیث نمبر:۴۸۳۶۔

۴۔ سورۃ الاعراف:۱۸۰

کردہ نہیں ہے۔ اس دنیا میں خدا کے سوا کوئی ہستی موجود نہیں ہے۔ جو صفاتی نام ہیں وہ خدا تعالیٰ کی پاکیزگی یا ان کے صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام رحیم اس کے رحم کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض نام خاص ہیں جن کے ساتھ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں پکارا جا سکتا ہے۔ ایسے ناموں میں رحمان بھی ہے۔ یہ ایسا اسم ہے، جو اسم اللہ کے بعد ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہے"۔[1]

اس لیے اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام ہوں یا صفاتی، ان کے ذریعے خداوندِ قدوس کو پکارا جانا چاہیئے، جو اس کے شانِ عالی، مقامِ جلالی اور بزرگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس کے سوا کوئی کسی کی حاجت براری کر بھی نہیں سکتا، اس لیے انہی کی طرف حاجات میں رجوع کرنا شانِ بندگی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ٱدْعُواْ ٱللَّهَ أَوِ ٱدْعُواْ ٱلرَّحْمَٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُواْ فَلَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَٱبْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴾[2]

"آپ کہیے تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور آپ نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرآن پڑھیں اور نہ بہت پس آواز سے اور ان دونوں کے درمیان طریقہ اختیار کریں"۔

امام الماوردی کے مطابق آیت کے نازل کے بارے میں دو اقوال ہیں: کلبی کہتے ہیں قرآن پاک میں رحمن کا تذکیرہ کم تھا۔ لیکن تورات میں رحمن کا ذکر بہت زیادہ تھا۔ جب عبد اللہ ابن سلام اور ان کے بعض یہودی ساتھیوں نے جب اسلام قبول کیا۔ تو رحمن کا ذکر نہ ہونے پر وہ ناراض ہوئے کہ رحمن کا ذکر کم ہونے کے باوجود انہوں نے قرآن کو نازل کیا۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، جنہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کر رہے تھے اور اللہ کو پکار رہے تھے، اے رحمن، اے سب پر رحیم کرنے والے، تو مشرکین نے کہا۔ یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ان کا ایک ہی معبود ہے، لیکن وہ دو کو پکارتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت ہوئی۔[3]

جبکہ تفسیر ابن عباس میں لکھا گیا ہے:

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ تم اللہ یا رحمن کو پکارو، دونوں بہترین نام ہیں۔ علم، قوت، بصارت اور سماعت جیسی اعلیٰ صفات ہیں۔ لہٰذا اسی کو پکارو اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی کہہ دو، کہ تلاوت کرتے وقت اپنی آوازوں کو اونچی نہ کرو، تاکہ مشرک تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کو شوق سے کرو ایسا نہ ہو، کہ تم اپنی ساتھیوں کو سنو اور آواز اوپر اٹھائے اور نیچے کرنے کے درمیانی راستہ تلاش کرو"۔[4]

۱۔ عبد الحمید سواتی، معالم العرفان دروس القرآن، ۸/ ۵۸۹-۵۹۱

۲۔ سورہ بنی اسرائیل: ۱۱۰

۳۔ الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد، الكتاب النكت والعيون، ۲/ ۴۶۱

۴۔ عبد اللہ بن عباس، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (جمعه: مجد الدین أبو طاهر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، (دار الکتب العلمیة-لبنان)، ۱/ ۲۴۳

اللہ جل جلالہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے، اس کے تمام اچھے ناموں میں جس کو چاہیں، اس سے پکاریں۔ اللہ ہو یا رحمان وغیرہ کسی بھی نام سے، اسے پکار سکتے ہیں، جیسا کہ سورت اعراف میں فرمایا ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا﴾ (۱)

اسی طرح سورت طٰہٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ﴾ (۲)

"عبادت کے لائق صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں، اس کے سب نام بہت خوبصورت ہیں"۔

الشعراوی المتوفی:۱۴۱۸ لکھتے ہیں:

"مکہ کے کافر نبی سے کہتے ہیں کہ آپ رحمن کو اللہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ اور ہمیں اللہ سے بات کرنے سے روکتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔ سب سے اچھی بات جو میں نے اور میرے انبیاء نے آپ تک پہنچائی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات میں خالص ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ کو صرف اسی کی عبادت کرنے کا حق ہے اور اس کے بغیر کسی کو یہ حق نہیں۔ کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔ تم جو کچھ اللہ کی رضا کے لیے کر رہے ہو، وہ تمہارے پاس آئے گا اور اس کے بہت سے اچھے نام ہیں اور اللہ لوگوں سے فرماتا ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں کو اچھے ناموں سے پکاریں"۔ (۳)

کچھ دیگر اسمائے حسنی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورت الحشر میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ هُوَ ٱللَّهُ ٱلْخَٰلِقُ ٱلْبَارِئُ ٱلْمُصَوِّرُ ۖ لَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ (۴)

"وہی اللہ ہے خالق، موجد، صورت بنانے والا، تمام اچھے نام اسی کے ہیں، آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ بہت غالب بے حد حکمت والا ہے"۔

امام ابن جریر طبری اسمائے حسنی کی تفسیر کرتے ہوئے یہاں لکھتے ہیں:

"اس مبارک آیت میں خدا اپنی صفات کے بارے میں فرماتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی خالق موجود نہیں ہے۔ اس خالق نے اکیلے مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں اپنے جیسا بنایا۔ اس کی مرضی اقتدار میں آئے گی۔ اور اللہ کے یہ تمام نام خوبصورت نام ہیں جنہیں اللہ نے خود پکارا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جو زمین اور آسمان میں ہر کوئی خدا کی تسبیح کرتا ہے

۱۔ سورۃ الاعراف:۱۸۰

۲۔ سورہ طٰہٰ:۸

۳۔ محمد متولي الشعراوي، تفسير الشعراوي الخواطر، (مطابع أخبار اليوم)، ۱۵/۹۲۲۱

۴۔ سورہ الحشر:۲۴

اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کے لیے خوشی سے سجدہ کرتا ہے۔ اگرچہ غالب اور اس کی ہدایت اس کی مخلوقات پر حکومت کرتی ہے لیکن اس کے ہر عمل اور حکم میں دانائی ہے"۔(۱)

ان آیات پر غور وفکر کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات قرآنیہ میں الرحمن، الرحیم، الخالق، المصور اسما حسنی ہیں رحمن نام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے بندے پر مہربان ہیں۔ماننے والوں کو بھی نوازتا ہے اور منکرنِ ربوبیت، الوہیت، خالقیت اور رازقیت جیسے صفات سے انکار کرنے والوں کو بھی عطا کرتا رہتا ہے۔ رحیم اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے ان بندوں پر آخرت میں خصوصی رحمت فرمائے گا، جو دنیا میں صرف اپنے رب کی بندگی کیا کرتے تھے، جس کی بنیاد پر قیامت میں رحمت خصوصی کے وہ مستحق ٹھہرے ہیں۔ خالق یعنی اس دنیا کی ہر چیز کو پیدا کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے اور المصور کا مطلب ہے، مختلف شکل وصورت بنانے والی ذات، جو اللہ تعالی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے، جو اپنے مخلوق کا مصور ہے وہ جس طرح چاہے، اپنے مخلوق کی صورت بنا سکتا ہے۔ اپنی حکمتوں کے مطابق اس نے انسانوں کی کیا خوبصورت تصویر کشی کی ہے۔ دنیا کی ہر چیز کو ایک بہترین صورت اعتدال سے نوازرکھا ہے۔

ان آیات میں وارد اسماء میں الحادیہ ہے، کہ اللہ تعالی کے ان صفات اور قدرتوں کی کوئی ایسی تاویل اور تفسیر پیش کی جائے، جو اس کے شایانِ شان نہیں ہے، بلکہ ایسے مفاہیم ان کو پہنایا جائے، جس سے ان کا تنقیص اور انکار لازم آتا ہو۔

عربی زبان میں نزولِ قرآن پر ملحدین کا اعتراض

آج کی ملحدین کی طرح قرآن مجید کو کفار و مشرکین نے گذشتہ امتوں کی قصے اور کہانیاں قرار دے کر اس میں الحاد کرتے تھے کہ اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ اس حوالے سے سورہ یوسف میں ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ (۲)

"ہم نے قرآن کو تمہاری سمجھنے کے لیے عربی زبان میں نازل کیا ہے"۔

قرآن کی عربی زبان اور روایت بالمعنی کی ضرورت کے پیش نظر مولانا عبد الرحمان کیلانی لکھتے ہیں:

" قرآن ساری دنیا کے لیے ہدایت کی کتاب ہے۔ لیکن چونکہ اس کے اولین مخاطب اہل عرب تھے۔ اس لیے ضروری تھا کہ اسے عربی زبان میں نازل کیا جاتا۔ تاکہ پہلے عرب اس کے مطالب کو خوب سمجھیں، پھر دوسرے لوگوں تک ان لوگوں کی زبان میں اسے پہنچائیں۔ اہل عجم عربی زبان سیکھ جائیں اس سے ایک نہایت اہم مسئلہ کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے جو یہ ہے کہ روایت بالمعنی شرعی لحاظ سے قابل اعتبار چیز ہے اور روایت بالمعنی کے بغیر یہ ممکن ہی نہ تھا کہ قرآن کے مطالب کو دوسری زبانوں میں منتقل کیا جاسکتا۔ قرآن کی ایک صفت تو یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں

۱۔ الطبری، محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان فی تأویل آی القرآن، مؤسسة الرسالة، ۲۳/ ۳۰۵

۲۔ سورہ یوسف:۲

ہے اور دوسری یہ کہ وہ اپنے سارے مطالب واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ یعنی ایسے مطالب جن پر انسانی ہدایت کے لیے کسی عمل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہو"[۱]۔

معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"قرآن کریم عربی زبان میں کیوں نازل ہوا؟ چونکہ آپ زبانوں کے ساتھ کام کرنے والے لوگ ہیں، آپ کو ان کے معنی جاننے اور ان کے مواد کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پھر اس زبان میں دوسروں کو سمجھائیں"۔[۲]

چنانچہ اسی مضمون اور ضرورت کو بیان کرتے ہوئے سورہ ابرھیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡۖ ﴾[۳]

"ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے"۔

جس قوم سے نبی کریم ﷺ مخاطب تھے، اس کے فصیح زبان میں قرآن مجید کو اللہ نے نازل کیا اور ضرورت کے تحت اس کی تفسیر بھی ان کو سمجھائی۔ دیگر اقوام کو قرآن مجید کو سمجھانے کے لیے دیگر زبانوں میں اس کی معانی کو پہنچانا جائز اور مطلوب امر ہے، جو قرآن مجید کے حکم بلغ[۴] سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔

صدیق حسن خان (المتوفی:۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

"بعض منکرین یہ نہیں جانتے تھے کہ قرآن کریم عربی میں کیوں نازل ہوا اور دوسری زبان میں کیوں نازل نہیں ہوا۔:"ہم نے پہلی امتوں میں کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اس کی زبان نہیں بولتا ہو"۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ جس کی جانب وہ رجوع کرے گا وہ سمجھے گا کہ وہ ان سے کیا کہہ رہا ہے۔ اور وہ کیا طلب کر رہا ہے۔ یہ ان کے لیے آسان ہو گا کیونکہ یہ ایک مختلف زبان میں ہے۔ اس لیے میں نے سارے اقوام کو ان کی اپنی زبان میں اور ان کی قوم کے رسول کی طرف قرآن بھیجا ہے۔ اور اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے"۔[۵]

قرآن مجید کے ان صاف اور مدلل ارشادات کے باوجود کافروں اور مشرکوں نے اس کو ماننے سے انکار کیا اور اسے قصے کہانیاں قرار دے کر رد کیا اور اس میں الحاد کے مرتکب ہوئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوٓاْ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ٱكۡتَتَبَهَا فَهِيَ تُمۡلَىٰ عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَأَصِيلًا ﴾[۶]

"اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جن کو صبح وشام پڑھا جاتا ہے"۔

۱۔ تفسیر تیسیر القرآن، سورۃ یوسف، آیت:۲

۲۔ مفتی شفیع، معارف القرآن، ۱۵/۵

۳۔ سورہ ابراھیم:۴

۴۔ ﴿بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (المائدة:٦٧)

۵۔ أبو الطیب، محمد صدیق حسن خان، فتح البیان في مقاصد القرآن، (المكتبة العصرية للطباعة والنشر، بیروت، ۱۹۹۲ء)، ۸۱/۷۔

۶۔ سورہ الفرقان:۵

آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

"کفار قرآن کریم کے سلسلے میں یہ سوچتے ہیں کہ محمد (ﷺ) توان پڑھ ہے۔ یہ کتاب صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں اور افسانے ہیں اور یہ لکھوائی گئی کہانیاں صبح و شام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ ان کا یہ الزام ان کے جھوٹ، کم عقلی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ بات تو شروع سے ثابت ہے، کہ نبی ﷺ امی تھے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں نہ کسی سے لکھا اور نہ کسی سے پڑھا۔ پیدائش سے لے کر بعثت تک آپ نے چالیس سال کا عرصہ اسی میں گزار دی۔ کفار اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ ﷺ صادق اور امین ہے اور آپ فسق و فجور اور اخلاق رذیلہ سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ کفار کے اس کذب و بہتان سے کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا"[1]۔

ان کے اس الزام اور بے ہودہ اعتراض کے جواب میں کہ قرآن مجید پچھلے قوموں کی قصے اور کہانیاں ہیں، اللہ تعالی نے ان کا رد کرتے ہوئے ان کو چیلنج کیا، کہ اگر تمہارا یہ دعوی درست ہے، تو ایک سنگل سورت بنا کے پیش کر دو، جیسا کہ سورہ یونس میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾[2]

"کافر کہتے ہیں کہ قرآن کو نبی نے از خود بنایا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس کی مانند ایک سورۃ بنالاؤ اللہ کے سوا جس کو بلانا چاہتے ہو بلانا"۔

مولانا عبد الحق حقانی لکھتے ہیں:

"اس سوال کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی دے سکتا ہے، کیونکہ قرآن خدا کا معجزہ ہے"۔[3]

اسی طرح انہوں نے قرآن مجید میں الحاد تلاش کرتے ہوئے اس کو سحر قرار دیا۔ جیسا کہ سورہ مدثر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ﴾[4]

"اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے"۔

مولانا امین احسن اصلاحی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۵۱۹/۳

۲۔ سورہ یونس:۳۸

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۲۸۷/۴

۴۔ سورہ مدثر:۲۴

"اس آیت مبارکہ میں کفار کا قرآن کو جادو کہنے کا ایک پہلو بیان کیا گیا ہے۔ کفار کے لیے اس قرآن کی فصاحت اور بلاغت اور اس کی بے پناہ تاثیر کا انکار ان کے لیے ممکن نہیں رہا تو کہتے ہیں کہ یہ کتاب الٰہی نہیں بلکہ جادو ہے اس کے اندر جو تاثیر ہے اس وجہ سے نہیں کہ یہ اللہ کا نازل کیا گیا کلام ہے یہ صرف الفاظ وزبان کی جادو گری ہے۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ پہلی بار نازل ہوئی ہے اس سے پہلے بھی ایسے شاعر اور خطیب گزرے ہیں ان کے کلام میں بھی یہ جادو موجود تھا لیکن کسی نے ان کو مانا کسی نے نہیں مانا۔ اور نہ کسی نے ان کو اللہ کا کلام سمجھا۔ تو اس میں ایسی کیا خاص چیز ہے کہ اسے اللہ کا کلام سمجھ لیا جائے"۔ (۱)

خلاصہ

الحاد بھی کفر کا ایک قسم ہے۔ الحاد کا لفظ عموماً لادینیت اور خدا کے وجود پر عدم یقین کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، جو شخص مذہب کی ضرورت، نبوت ورسالت اور آخرت میں یا تینوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے، وہ ملحد کہلاتا ہے۔ لفظ الحاد کا معنی انکار وانحراف، اصل مطلوب ومقصود راستہ سے ہٹنا ہے۔ الحاد اصل میں ایسے منحرف ہونے کو کہتے ہیں، کہ ظاہراً قرآن کی آیات پر عقیدہ رکھنے کا قائل ہو، مگر اصل میں ان کے تشریح ومعانی ایسے بنائے، جو قرآن کے آیات اور امت کے مسلمہ عقائد کے منافی ہو۔ اسی طرح قران مجید کی اپنی رائے کے مطابق اس طرح سے تفسیر یا تشریح کرنا، جو ان کے منافی عقائدِ اسلام آراء کا ثبوت پیش کرتا ہوں، کفر والحاد کہلائے گا، اور گمراہی کا کھلا سبب بھی ہے۔ اسی طرح بغیر علم کے قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر کرنا جائز نہیں ہے، جس سے اس قسم کے گمراہی کا راستہ کھلے۔ ایسے لوگ قرآن مجید میں، موقع محل کے مطابق دلائل سے ثابت شدہ الفاظ کے مفہوم جو حقیقت یا مجاز کے مطابق ہو، اس میں تدبر وتفکر نہیں کرتے، کہ جس طرح لوگ ایک دوسرے کے کلام سے سمجھتے ہیں، وہی بات یہ بھی سمجھیں اور تراکیب صحیح کا خیال کرے اور مفصل عبارت سے جو معنی حاصل ہوتے ہیں، ان کو مختصر عبارت میں ادا کریں، صحیح تفسیر اور مقبول تفسیر اسی کا نام ہے۔

۱۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۷/ ۵۲-۵۳

باب سوم

کفر کی قرآنی تعبیرات اور متعلقہ آیات کی تفسیر

فصل اول: کفر تکذیب، کفر گمان (کفر شک)

فصل دوم: کفر تکبر و انکار، کفر اعراض

فصل سوم: کفر نفاق اور اقسام

فصل اول

کفر تکذیب، کفر گمان (کفر شک)

مبحث اول: کفر تکذیب

مبحث دوم: کفر گمان (کفر شک)

مبحث اول
کفر تکذیب

تکذیب کی لغوی معنی

واقعہ کے خلاف خبر دینا، دھوکہ دہی، جھوٹے بیانات، بدنیتی، مکر و فریب اور غلط بات کہنا کے ہیں[۱]۔ عربی میں اس کے لیے کذب کا لفظ مستعمل ہے۔ تکذیب کی وضاحت کرتے ہوئے ابن فارس لکھتے ہیں:

"الکذب خلاف الصدق و هو الخبر عدم بمطابقته للواقع".[۲]

"وہ خبر جو حقیقت سے متصادم ہو یا وہ خبر جو واقعات کے مطابق نہ ہو، کذب کہا جاتا ہے"۔

المنجد میں تکذیب کی معنی کچھ یوں بیان ہوئے ہیں:

"تکذیب لفظ کذب سے نکلا ہے۔ جس کی لغوی معنی جھوٹ بولنا، جان بوجھ کر غلط خبر دینا، دھوکا دینا، غلط ہونا، جھوٹ کی طرف نسبت کرنا، رُک جانا، جھوٹا بنانا، جھوٹ بولنے کا اقرار کرنا، جھوٹا سمجھنا، لغو و باطل باتیں کرنے کے ہیں"۔[۳]

اصطلاحی معنی

کفر تکذیب اللہ کے قول کو ماننے سے انکار کرنا، یا اس کو جھوٹ سمجھ لینا ہے۔ پس وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کو جھٹلائے اور حق کو جھوٹ سمجھ کر انکار کرے۔ اور انبیاء کرام کے متعلق یہ ایمان رکھے۔ کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ مطلب ایمانیات میں سے کسی جز کا نہ ماننا اور زبان سے اس کا اقرار نہیں کرنا، کفر تکذیب کہلاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"الْکذبِ ضدالصّدق، قال تعالی: إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ كلّ ذلك للمبالغة، قال تعالی :الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ القرآن ففي تَكْذِيبِ الصادق كَذَّبُوا بِآياتِنا". [٤]

"جھوٹ سچ کی ضد ہے۔ رب نے فرمایا: یقیناً وہ لوگ جو عقیدہ نہیں رکھتے، وہی جھوٹ گھڑتے ہیں۔ یہ سب مبالغہ آرائی کی سبب سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ اللہ اس کے رسول کی قرآن لانے سے منکر کھوتے ہیں، پس اس سچے رسول کے تکذیب میں وہ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں"۔

۱۔ نیر مرحوم نور الحسن، نور اللغات، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۸۹ء) ۲/ ۷۱ ۴

۲۔ ابو الحسین، احمد بن فارس بن زکریا، (مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۶م)، ۱/ ۸۱ ۷

۳۔ لویس معلوف، المنجد (مترجم: عبد الفیظ بلیاوی)، ۴۲۲ ۷

۴۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن فی غریب القرآن، ۲/ ۴۰۷ ۷

اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا کفر تکذیب

آیات سے مراد اللہ کے احکام، معجزات اور نشانیوں کے ہیں۔ نشانیوں سے مراد وہ دلائل ہیں جو حق کو ثابت کرنے والے ہیں جو ان سے انکار کرے گا اور ان کی تردید کریں گے، وہ کفر تکذیب کرتا ہے، اور ایمان کے دائرہ سے نکل کر کفر کا مرتکب ہوتا ہے، تو جس طرح سے پہلے قوموں کا انجام ہوا تھا، ان لوگوں کا انجام بھی انہی کی طرح ہوگا۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں میں تحریف کرنا، ان کے اصلی حالت بدل دینا، اپنی مرضی اور منشا کے مفاہیم اس سے اخذ کرنا، جھٹلانے کے مترادف ہے اور کفر تکذیب ہی ہے۔ قرآن کریم کا فرمان ہے:

﴿كَدَأْبِ ءَالِ فِرْعَوْنَ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَـٰتِنَا فَأَخَذَهُمُ ٱللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ﴾(۱)

"ان کا انجام ان سے پہلے والوں اور فرعون جیسا ہے۔ انہوں نے ہماری تمام آیاتوں میں تکذیب کی، اور خدا نے ان کو ان کی تکذیب کی سزا دی۔ خدا سخت سزا دیتا ہے"۔

مولانا عبد الحق حقانی یہاں لکھتے ہیں:

"داب کے معنی حقیقت میں محنت اور کوشش کرنے کے ہیں۔ یہ لفظ عام طور طریقے، عادت کے معنوں کے طور میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں داب عادت اور خصلت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یعنی ان کافروں کی بھی وہی عادت اور خصلت ہیں۔ جس طرح فرعون کی قوم اور اور ان سے پہلے انکار کرنے والے جو مال اور اولاد یعنی دنیاوی محبت میں ڈوب کر اللہ کو بھول گئے۔ اس کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلانے لگے۔ تمام انبیاء کرام نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے کسی نبی کی بات نہیں سنی۔ آخر میں اللہ نے ان کے گناہوں اور بدکاریوں کی سبب ان پر سخت عذاب نازل کی۔ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا جو بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے گا، وہ کفر اختیار کرے گا اور ان کا انجام بھی ان جیسا ہوا جو قوم فرعون کا ہوا تھا کیونکہ انہوں نے بھی اللہ کی آیتوں اور نشانیوں سے منہ موڑا تھا"۔(۲)

آیتِ مذکورہ میں اس بات کی طرف رہنمائی ہے کہ فرعون کی قوم اور ان سے پہلے لوگوں نے انبیاء کے سمجھانے کے باوجود، اللہ کی نشانیوں اور آیتوں کو جھوٹ سمجھ کر ان سے انکار کیا تھا۔ اللہ سے محبت کی بجائے اپنے اولاد اور مال و دولت کی زیادہ محبت میں حد سے گزر گئے تھے اور طرح طرح کی گناہوں اور برے اعمال میں مبتلا ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے وہ عذاب نازل ہونے کے مستحق ہو گئے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ اس وقت کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے، جب وہ حد سے

۱۔ سورہ آل عمران:۱۱

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۲۸/۳

زیادہ گناہوں اور بدکاریوں میں ڈوب جائے اور اللہ تعالیٰ جو اصل محبت اور اطاعت کا حق دار ہے، اس کو چھوڑ کر دنیاوی چیزوں کو اس پر ترجیح دی جائے۔

اللہ کی آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلانے والوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا، کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولنے کو اپنی غلطی مان کر کہیں گے، کہ اگر ہمیں ایک اور موقع دیا جائے، تو ہم دوبارہ کبھی اس عمل کے مرتکب نہیں ہوں گے اور ایمان والوں کا راستہ اختیار کریں گے، ان کی اس کیفیت کو سورہ انعام میں اللہ تعالی نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا۟ عَلَى ٱلنَّارِ فَقَالُوا۟ يَـٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَـٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (۱)

"کاش تم (انکو اس وقت) دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اسے کاش ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیئے جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں"۔

اس آیت میں رسول ﷺ سے اللہ پاک فرمارہے ہیں کہ اے پیغمبر جس وقت ان کافروں کو جہنم کے کناروں پر لا کھڑے کر دیے جائیں گے اس وقت آپ ان کی کیفیت اور حالت دیکھے، تو پھر فریاد کریں گے اور دنیا میں لوٹنے کی تمنا کریں گے کہ کاش اگر ہمیں ایک دفعہ دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت ملیں تو ہم جا کے کبھی بھی اللہ کی آیتوں کو جھوٹ نہیں سمجھیں گے اور ہم ان کو سچ مان کر ان پر ایمان لائیں گے لیکن اس وقت اس کے دنیا میں دوبارہ آنے کے کوئی چانسز نہیں ہونگے۔ (۲)

مشرکین قیامت، روز قیامت کے دن ہونے والے حساب و کتاب اور اسی طرح دیگر کئی اور باتوں کے بارے میں آپ ﷺ کے اطلاعات کو جھٹلاتے تھے اور اس پر آپ ﷺ کو نہایت تکلیف پہنچاتے تھے، جس پر آپ ﷺ موافق بشریت رنجیدہ ہوتے تھے، تکلیف دہ صورت حال پر اللہ تعالی نے اپنے نبی کو یوں تسلی دے کر ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَـٰكِنَّ ٱلظَّـٰلِمِينَ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾ (۳)

"(اے پیغمبر) ہم خوب جانتے ہیں کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں وہ تم کو آزردہ کرتی ہیں (پس تم صبر کرو) کیونکہ یہ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ (یہ) ظالم (دراصل) اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں"۔

تفسیر حقانی کے مطابق مشرکین جو رسول ﷺ کو قیامت اور حساب کتاب کے حوالے سے جھٹلاتے تھے، اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دے کر فرمایا، کہ اے نبی ﷺ یہ مشرکین اصل میں آپ کو نہیں جھٹلاتے، بلکہ مجھے جھٹلاتے ہیں کیونکہ آپ کے پاس جو کتاب آیا ہے، وہ میری طرف سے آیا ہے، حقیقت میں وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں (۴)۔

۱۔ سورہ انعام: ۲۷

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/ ۸۱

۳۔ سورہ انعام: ۳۳

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/ ۸۳

پس ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالی کے احکام و آیات کا انکار کرتے ہیں، اس کو کسی طریقے سے جھٹلاتے ہیں اور ان سے استکبار اختیار کرتے ہیں، وہ جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سورہ اعراف میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾(۱)

"اور جن لوگوں نے سرکشی کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی لوگ دوزخ کے مستحق ہیں اور وہاں ہمیشہ رہیں گے"۔

اس آیت میں مومنین کے علاوہ باقی لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے، کہ جنہوں نے احکام الٰہی کو جھوٹا سمجھا اور تکبر کیا یعنی اللہ کی نازل کردہ آیات پر دل سے ایمان نہ لائے، اس کی تکبر اور جھٹلانے کی سبب وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔(۲)

ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی نشانیوں اور آیتوں کو قلبی اور ذہنی دونوں طرح سے مان کر اس پر ایمان لایا جائیں کیونکہ اللہ نے اپنی آیتیں اور نشانیاں اسی لیے اتاری ہے کہ اس کے بندے اچھے اور برے دونوں راستوں کو پہچان سکیں، اور برے عواقب سے اپنے آپ کو بچا سکے، قیامت کے دن عذر لنگ پیش کرنے کا موقع نہ آئے، اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾(۳)

"کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں، تو تم نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا"۔

اس آیت کریمہ میں ایک گنہگار کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، کہ جب وہ دنیا میں واپس آنے کی خواہش کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو اللہ کی جانب سے جواب ملے گا کیا میری آیتیں آپ کے پاس نہیں آئیں تھیں؟ پھر تو نے ان کو جھٹلا کر ان سے انکار کر کے سرکشی کی اب آپ کے پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں تو دنیا میں اپنی آیتیں اُتار چکا تھا لیکن تو نے اس کو جھٹلایا تکبر کر کے کفر اختیار کیا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔(۴)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا میں انسان تکبر کر کے اللہ کے آیتوں کو جھوٹ سمجھ کر ان سے انکار تو کر لیتا ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا، کہ وہی انسان افسوس کر کے واپس اس دنیا میں آنے کی تمنا کرے گا لیکن اس کی دنیا میں واپسی

۱۔ سورہ اعراف:۳۶

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/۱۴۳

۳۔ سورہ زمر:۵۹

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/۱۶۸

کسی صورت ممکن نہیں ہو گی۔ پھر اس افسوس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ اللہ نے اپنی آیتیں اس لیے نازل فرمائی ہیں کہ ان آیتوں میں جو احکام دیے گئے ہیں ہر ایک حکم پر عمل پیرا ہو کر قیامت کے دن نجات کا سامان کیا جائے۔

اللہ پر افترا کرنا

زمین و آسمان میں ہر وہ شے جو ہمارے فہم و شعور اور علمی تحقیق کی پہنچ سے باہر ہو اس کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ وہ ذات ہے، جس کی صفات انعامات اور قدرت کاملہ کا تذکیرہ کرنا انسانوں کی بس سے باہر ہے، لیکن اس دنیا میں کچھ ایسے ظالم اور ڈیٹ بھی موجود ہیں، جو اس منعم حقیقی اور کامل ذات پر جھوٹ باندھ لیتے ہیں اور اس کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔ ایسے منکر اور ظالموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَـٰتِهِۦٓ ۗ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴾ (۱)

”اور کیا اس سے بڑھ کر کوئی ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولتا ہو، یا اس کی نشانی کو جھٹلاتا ہے۔ بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوتے“۔

تفسیر حقانی آیت کریمہ کی تفسیر یوں کرتی ہے:

”مشرکین عرب اہل کتاب کو پڑھے لکھے اور قابل سند سمجھتے تھے۔ ان میں سے سوائے چند اہل انصاف کے جیسا کہ عبداللہ بن سلام تو شہادت کی بجائے جان بوجھ کر تکذیب ہی کرتے تھے۔ اس پر اللہ فرماتا ہے کہ جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ یہ اہل مکہ تم جو نبی ﷺ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہو کہ یہ نبی نہیں۔ اور اس طرح میری آیتوں کا تکذیب کرے جیسا کہ تم اور اہل کتاب کر رہے ہو۔ اس سے بھی بڑا کوئی ظلم کرنے والا ہے۔ یعنی جو نبوت کا غلط دعوی کرے وہ بھی ظالم ہے، اور اسی طرح جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہوئے وہ بھی ظالم ہے اب دونوں میں سے ناحق کی پہچان یہ ہے کہ ظالم کو کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو گی“۔ (۲)

صرف یہ نہیں کہ ایسے افترا پرداز ظالموں کو میابی نہیں ملی گی، بلکہ ان کے لیے قیامت کے دن خسارہ اور سخت عذاب بھی ہو گا، خدا کے ہاں ان کو فلاح کہاں؟ انہیں سخت دکھ اور افسوس کا سامنا رہے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَـٰعٌ فِى ٱلدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ ٱلْعَذَابَ ٱلشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ ﴾ (۳)

۱۔ سورہ الانعام:۲۱

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/۸۱

۳۔ سورہ یونس:۶۹-۷۰

”(اے نبی ﷺ) ان سے کہہ دو کہ جو مجھ پر جھوٹ افترا کرتا ہو، وہ کامیاب نہیں ہوتے، وہ دنیا میں تنگی اور مشکلات کی زندگی گزاریں گے، پھر ہماری طرف واپس آئیں گے، پھر میں ان کو ان کے کفر کا مزہ چھکاؤں گا۔“

اس آیت مبارکہ میں خدا پر افترا کرنے اور جھوٹ گھڑنے والوں کے متعلق کذب کا لفظ تاکید کے لیے استعمال ہوا ہے اوران کے بارے بتایا گیا ہے کہ جو لوگ خدا کے بارے میں سچائی سے کام نہیں لیتے۔ وہ کسی طرح سے آخرت میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ دنیا کے تھوڑا سا فائدہ حاصل کرنے کے لیے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں حالانکہ دنیا یہ تو ختم ہونے والی چیز ہے، اس کا فائدہ بے کار ہے۔ پھر اس کے بعد تو اس نے میرے پاس ہی آنا ہے، کہیں اور نہیں جاسکتے۔ اس کے بعد ہم ان کے کفر کی بری سزا کا احساس دلائیں گے۔[1]

خدا پر افترا محض افترا نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ظلم بھی ہے، جیسا کہ اوپر گزر بھی گیا ہے، کہ ظلم کسی چیز کو اس کا اصل مقام نہ دینا ہوتا ہے، اس لیے ایسے لوگوں سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ خدا کو اس کے مقام گرا کر کسی اور کو یہ مقام دیں ایسے افترا پردازوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ ٱلْأَشْهَـٰدُ هَـٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُوا۟ عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴾[2]

”اور کیا کوئی ظالم اس سے بدتر ہے، جو اللہ پر جھوٹ افترا لگاتا ہے۔ انہیں ان کے رب کی طرف لائے جائیں گے اور گواہوں کو کہہ دیا جائے گا: یہ ہیں جو خدا پر جھوٹ بولتے رہے۔ بیشک ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔“

حدیث میں اس کی تفسیر اس طرح آتی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ایک مومن سے اس کے گناہوں کا اقرار و اعتراف کروائے گا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو نے فلاں گناہ بھی کیا تھا، فلاں بھی کیا تھا، وہ مومن کہے گا ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے ان گناہوں پر دنیا میں بھی پردہ ڈالے رکھا تھا، جا آج بھی انھیں معاف کرتا ہوں، لیکن کافروں اور منافق کا معاملہ ایسا ہو گا کہ انھیں گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ یہ گواہی دیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا[3]۔

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/۲۹۳

۲۔ سورہ ھود:۱۸

۳۔ «يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَعْرِفُ قَالَ فَإِنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَإِنِّي أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيُنَادَى بِهِمْ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ» (صحيح مسلم، بَاب قَبُولِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ وَإِنْ كَثُرَ قَتْلُهُ، حدیث نمبر:۴۹۷۲)۔

تفسیر الفتح المنان کے مطابق طرح طرح کے شک و شبہات کے ساتھ کفار مکہ کی عادت تھی کہ روز نئے معجزات کا طلب، کبھی قران کا انکار، کبھی اپنے پرانے بتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنا، ان کا کام تھا۔ اسی طرح ممنوعہ چیزوں کو جائز اور غیر ممنوع کو ناجائز کہنا، یہ سب باتیں بے بنیاد اور اللہ تعالیٰ پر ناحق جھوٹ باندھنا تھا۔ اس لیے اللہ تعالی فرماتا ہے، کہ خدا کے بارے میں جھوٹ بولنے والے بدکار ہیں۔ خدا کی عدالت میں ان کا پیش کیا جانا اور گواہوں کی تکذیب کرنا، یہاں بیان کیا گیا ہے۔ مجاہد کے مطابق گواہوں سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو اعمال لکھتے ہیں مفسرین کے نزدیک انبیاءؑ مراد ہیں۔ پھر جب ان کے عدالت آسمانی میں جھوٹ ثابت ہو جائے گا، تو اعلان ہو گا کہ جھوٹوں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ [1]

اسی طرح اپنی غلط کاری کو سندِ جواز فراہم کرنے کے لیے خدا کو ڈھال بنا کر اس طرح پیش کرنا، کہ اس جرم میں ہمارے اوپر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اللہ پر جھوٹ اور افترا ہی کے مانند ہے، اس لیے سورہ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِۦٓ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِۦٓ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا۟ لَيْسَ عَلَيْنَا فِى ٱلْأُمِّيِّۦنَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [2]

”اہل کتاب میں کچھ ایسے امانت دار بھی ہیں، کہ اگر تم ان کے پاس ایک خزانہ بھی رکھو گے۔ تو وہ واپس کر دیں گے اور ان میں ایسے خیانت کرنے والے بھی ہیں، کہ اگر تم ان کے پاس کم از کم ایک دینار رکھو گے۔ تو وہ تمہیں واپس نہیں کریں گے۔ یہ جہاں ہو وہاں رہو اور اسے کبھی واپس نہ دو۔ وہ کہتے ہیں کہ جاہلوں کے معاملے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں، اور وہ قصداً خدا پر جھوٹ بولتے ہیں، اور وہ خوب جانتے ہیں“۔

تفسیر حقانی میں اس آیت کی تفصیل کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

”یہودیوں کے اتنے تہدید کے باوجود قرآن فرماتا ہے کہ یہودی سب ایک جیسے نہیں کچھ ایسے بھی ہیں جن کے دل میں خدا کا ترس بھی ہیں ان میں کچھ سچ بولنے اور انصاف پسند بھی ہیں۔ اور کچھ اللہ کے احکام اور کتاب الٰہی میں خیانت نہیں کرتے اور نہ جھوٹ کو سچ میں ملاتے مکمل ایمانداری اور دیانت پر کھڑے تھیں اور ان میں وہ جو دنیاوی چیزوں میں دیانت کا خیال نہیں رکھتے تو پھر اس قوم کا دین اور اور کتاب کی حفاظت اور تحریف یعنی غلط تشریح کرنے کا بھی کوئی بھروسہ نہیں۔ یہود میں خدا سے ڈرنے والے لوگ بھی تھے جیسا کہ عبد اللہ بن سلام جس کے پاس کوئی خزانہ

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/۳۰۸

۲۔ سورہ آل عمران: ۷۵

بھی امانت کے طور پر اس کے حوالے کرے تو وہ اس میں خیانت نہ کریں۔ کیونکہ ان لوگوں نے تورات اور زبور میں آپؐ کی جن بشارتوں کا ثبوت تھا اس میں کوئی خیانت نہیں کیا اور اسلام قبول کیا لیکن ان میں بہت زیادہ ایسے بد دیانت بھی ہیں جو کسی کی ایک دینار یعنی ایک اشرفی بھی ان کو بطور امانت دی جائے تب ان کے سر پر سوار ہو کر ان سے واپس نہ لے لے۔ تو واپس نہیں کرتے۔ پھر دین کے معاملے میں ان کے گواہیوں پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ یہودی یہ کہتے تھے ہم اہل کتاب ہے باقی تمام دنیا جاہل ہے۔ کہ بنی اسرئیل کو ان سے خیانت کرنے سے کوئی گناہ نہیں ملتا یعنی غیر اہل کتاب کا حق کھانے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور ان کی امانت ان کو واپس کرنا ضروری نہیں۔ اللہ نے ان کی اس دعوے کو غلط قرار دے کر فرماتا ہے، کہ یہ لوگ عمداً اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں"۔ [1]

اللہ کی کتاب کو جھٹلانا

اللہ کی کتاب کو جھٹلانے والے یہودیوں کی سرشت ایسی ہے، کہ ان کی اکثریت میں مانت داری کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معاملہ انسانوں کے مال میں تصرف کا ہو، یا کتاب اللہ میں تحریف کا، ان کی عادت ایسی ہے، کہ وہ کتاب اللہ میں خود اپنی طرف سے باتیں ملا کر کتاب اللہ ظاہر کرتے ہیں، اس کے معانی اور تشریح اس انداز سے کرتے تھے، کہ ان کی خود ساتگی سے بچ نہیں سکتا تھا، لیکن لوگ یہ سمجھتے، کہ یہ الفاظ کتاب اللہ تورات کے ہیں اور اسی طرح وہ لوگوں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے تھے۔ اس جھوٹی اور بناوٹی باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کرنے کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم بِٱلْكِتَٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [2]

"ان میں ایک جماعت قرآن کو ٹیڑھی زبان سے پڑھنے والے بھی ہے، تاکہ تم اسے قرآن سمجھ کر اس کی بات مانو، حالانکہ وہ نہیں، اور وہ کہتے ہیں، کہ اللہ کی طرف سے آیا ہے لیکن وہ نہیں۔ وہ قصداً اللہ پر جھوٹی باتیں بناتے ہیں"۔

مولانا عبد الحق حقانی کی تفسیر کے مطابق یہودیوں ایک گروہ ایسی بھی موجود تھی، جو اللہ کے بندوں کو صحیح راستے سے ہٹانے کے لیے کتاب الٰہی کو توڑ موڑ کر اور اپنی طرف سے ان میں ملاوٹ کر کے، اسے آسمانی کتاب کا حصہ ظاہر

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۵۶/۳

۲۔ سورہ آل عمران: ۷۸

کرتے۔ کہ یہ جانب اللہ سے نازل ہوا ہے، حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں تھا۔ وہ خود سے جھوٹی باتیں بنا کر عمل میں لایا کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ جھوٹ اور اللہ تعالیٰ پر افترا ہے [۱]۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ موجودہ تورات جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا تھا، یہودیوں نے تحریف کر کے اس کی اصلی شکل بدل دی ہے کیونکہ یہودی اپنی طرف سے شریعت بناتے اور حق و باطل کو ملا کر ایمان فروشی کیا کرتے تھے۔ حق کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے۔ الحاد کی اس دور میں آج کل کچھ دنیاوی مفادات کی حصول کے لیے امتِ محمد ﷺ میں سے کچھ لوگ اسی راستے پر چل کر قرآن کریم کی لفظی اور معنوی تحریف کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ غلام محمد قادیانی، عبد اللہ چکڑالوی، اسلم جیراجپوری اور دیگر معاصرین جو مغربی دنیا میں پناہ لیے ہوئے ہیں جیسے تسلیمہ نسرین اور سلمان رشدی جو بے علم لوگوں کو گمراہ کرنے میں خصیص دنیا کے حصول کے لیے لگے ہوئے ہیں۔

پیغمبروں کو جھٹلانا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے آیات میں اطاعت رسول ﷺ کا حکم نازل فرما کر اسے ایمان کا لازمی جز قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر ایمان لائے بغیر ایمان کو مسترد کر دیا ہے۔ لہذا تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا پرستادہ مانا جائے، لیکن کفار و مشرکین نے اللہ کے آخری نبی کو جھٹلایا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تسلی دی اور فرمایا کہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر اس دنیا میں تشریف لائیں، ان سب کو بھی جھٹلانے کا یہ رویہ درپیش تھا، اس تناظر میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَآءُو بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلزُّبُرِ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُنِيرِ﴾ [۲]

"پھر بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے، جو روشن دلیلیں صحیفے اور منور کتاب لے کر آئے"۔

مبارک آیت میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ انہوں نے صرف آپ کی تکذیب نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے آپ سے قبل جو پیغمبر آیئں، ان کو بھی جھٹلایا۔ حالانکہ وہ آسمان سے نازل ہونے والے کتابوں اور صحیفوں اور احکام شرعی کے ساتھ مبعوث ہوئیں اور معجزات بھی دکھائیں۔ [۳]

صرف یہی ایک جگہ نہیں کئی اور مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعادہ کیا ہے، کہ گزشتہ مکذبین کا بھی یہ وطیرہ تھا، جیسا کہ سورہ فاطر میں ذکر آیا ہے:

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۵۶/۳

۲۔ سورہ آل عمران: ۱۸۴

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۹۸/۳

﴿ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدۡ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ وَبِٱلزُّبُرِ وَبِٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡمُنِيرِ ﴾ (۱)

"اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے"۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی اور انکار کرنے والوں کو دھمکی دے رہے ہیں، کہ اے محمد وَاِنْ یُّکَذِّبُوْكَ انہوں نے صرف آپ کو نہیں جھٹلایا، بلکہ جو نبی آپ سے پہلے معجزات، مقدس اور عظیم کتابوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے، ان کی بھی تکذیب کی گئی، خدا نے ان کے انکار کی سزا دی۔ (۲)

تکذیب انبیاء میں حضرت نوح علیہ السلام کا خصوصی تذکرہ اس لیے کیا، کیوں کہ آپ علیہ السلام نے ایک طویل مدت تک دعوت کا کام کیا، لیکن قومِ نوح نے اس سے بلکل فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ اس الٹ یہ کہ انہیں جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوحٖ فَكَذَّبُواْ عَبۡدَنَا وَقَالُواْ مَجۡنُونٞ وَٱزۡدُجِرَ ﴾ (۳)

"اے رسول! ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑک دیا گیا تھا"۔

تفسیر حقانی کے مطابق اہل مکہ سے پہلے قوم نوح نے ان کو پاگل اور دیوانہ کہا ہے۔ حضرت نوح اللہ کے پاک بندے نے ان کو کئی سو سال تک اپنے رب کی بندگی کا سمجھاتے رہے، لیکن اس کے باوجود وہ حضرت نوحؑ کی پاکیزہ تعلیم کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (۴)

قرآن حکیم کی مذکورہ آیت سے ثابت ہوا کہ جتنے انبیاء کرام اس دنیا میں تشریف لائیں، سب اللہ کے حکم سے اللہ تعالی کے احکامات اس کے بندوں کو سمجھاتے رہے، لیکن اکثریت ایمان نہیں لائیں۔ اس ایمان میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول بھی شامل ہے۔ انبیاء پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، کیوں کہ انبیاء کی تکذیب در اصل میں اللہ کی تکذیب کے مترادف اور اس کے حکم کو ٹکرانا ہے۔

حق کو جھٹلانا: نزول قرآن سے پہلے جو آسمانی کتب نازل ہوئیں اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی صفات اور ان کے نبی ہونے کی بشارت موجود تھی کہ وہ حق و صداقت کے آخری نبی اور رسول ہیں، لیکن یہود و نصاری کو جب معلوم ہوا کہ یہ نبی تو

۱۔ سورہ فاطر: ۲۵

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/ ۱۶۴

۳۔ سورہ القمر: ۹

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۷/ ۵

ہمارے نسل سے نہیں، تو اس عنصریتِ عصبیت نے ان کو حقائق کو چھپانے پر مجبور کیا اور یوں وہ حق کو بالائے طاق رکھ کر تلبیس حق کے مرتکب ٹھہرے، اس بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ لِمَ تَلۡبِسُونَ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَـٰطِلِ وَتَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴾ (۱)

"اے اہل کتاب سچ بات میں کیوں جھوٹی بات ملاتے ہو اور قصداً حقیقت کو چھپاتے ہو۔ جب کہ تم کو خوب معلوم ہو"۔

اس آیت میں اہل کتاب کو بتایا جارہا ہے، کہ تمہاری یہ عادتِ خبیثہ کیوں ہے، کہ حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہو، جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو (۲)

اس ارتکاب جرم کی پاداش میں اللہ تعالی نے ان کو ہدایت حق سے محروم کر دیا، کیوں کہ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ یہ رسول حق ہے، حق لے کے آئیں ہیں، ارشاد رباری تعالی ہے:

﴿كَيۡفَ يَهۡدِى ٱللَّهُ قَوۡمًا كَفَرُواْ بَعۡدَ إِيمَـٰنِهِمۡ وَشَهِدُوٓاْ أَنَّ ٱلرَّسُولَ حَقٌّ وَجَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَـٰتُ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِى ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴾ (۳)

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا، جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد کافر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا"۔

ایسے لوگ جو آسمانی تعلیمات پر ایمان اور پھر کفر کے مرتکب جائے، اس قسم کے لوگوں کا ذکر ان آیات میں بیان ہوا ہے۔ انہوں نے ہدایت کی راہ کو جانتے بوجتے اختیار نہیں کی، جس طرح ایک مریض مرض کو بڑھانے والے چیز سے پرہیز نہیں کرتا، تو کس طرح سے صحت یاب ہوں گے۔ اللہ فرماتا ہے، کہ ایسے بندوں کو ہدایت نہیں ملے گے، جو اللہ کے رسول کے آنے سے پہلے سابقہ کتب میں ان کی بشارتیں دیکھ کر ان پر ایمان رکھتے تھے اور ان کو برحق رسول ہونے کی گواہیاں دیتے تھے اور انہوں نے نبی ﷺ کے بے شمار معجزات بھی دیکھے تھے، لیکن پھر بھی وہ بغض و عداوت کی وجہ سے انکار کرنے لگے۔ تو ایسے بدبختوں کے لیے خدا کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں (۴)۔

۱۔ سورہ آل عمران:۷۱

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۵۵/۳

۳۔ سورہ آل عمران:۸۶

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۵۹/۳

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ حق بات کو چھپانا اللہ کو بالکل بھی پسند نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ رسولوں کی اطاعت، ان پر نازل شدہ کتاب کی تصدیق اور اس میں موجود احکامات پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی پر افترا بھی ایک گناونا عمل ہے۔اس سے اجتناب آخرت میں کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ حق بات کو چھپانا اللہ کو سخت ناپسند اور سب سے بڑا جرم ہے اور تمام جرائم حق بات سے انکار کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں لیکن مجرمین اور کفار ومشرکین حق بات کو کبھی بھی پسند نہیں کرتے تھے حالانکہ انسان اس وقت سب سے بڑی نیکی کا حق دار بن سکتا ہے جب وہ حق بات کو تسلیم کریں۔ حق کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ حق کو جھٹلانے کے بارے میں قرآن کے آیات پر غور کیا گیا تو واضح ہوا کہ جھٹلانے والا شخص اس وقت اس غلط کام سے باز آسکتا ہے جب وہ جھٹلانے کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں گہرا مطالعہ کرے۔ صحیح عقیدہ کو تلاش کرکے اسے اپنالے اور اللہ تعالیٰ کے سارے احکامات کی پیروی کرے۔ یہ دنیا تو انسان کی آزمائش کا اصل مقام ہے، اس دنیا میں تو خدا اور اس کے مخلوق کے درمیان ایک پردہ حائل ہے لیکن روز قیامت کے دن یہ پردہ زائل ہو جائے گا۔اس لیے ایمان سب سے وہی معتبر ہے جو انسان غیب میں چھپے ہوئے حق کو پالے۔ اگر انسان روز قیامت حق کو سامنے دیکھ کر اس کو ماننے کا اقرار کرے گا تو یہ اس کے جرم کو ثابت کرے گا نہ کہ یہ فلاح پائے گا بلکہ اس کا اقرار اس کا ثبوت ہوگا کہ انسان نے اپنی بے پروائی اور گھمنڈ کی وجہ سے حق کو ماننے سے انکار کیا اگر وہ اس کے بارے میں سنجیدگی سے کام لیتا تو یقیناً وہ حق کو جان لیتا۔ آج کے دور میں بھی قرآن مجید، رسول کریم کی تعلیمات کا پھیلاؤ کافروں کی طبعیتوں پر ناگوار گزرتا ہے اور حق سے انکار ان کے اند کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

بحث دوم

کفر گمان (کفر شک)

گمان کی لغوی معنی

لغات القرآن کے مطابق "گمان کی لغوی معنی شک شبہ، خیال، غرور، تکبر، قیاس، وہم وغیرہ کے ہیں۔ لغات القرآن میں گمان کے معنی ظن، خیال، اٹکل، تخمینی بات، علم، یقین، شک، وہ اعتقاد راجح کہ جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو"۔[۱]

المنجد کے مطابق:

"شک کی لغوی معنی شبہ کرنا، مشتبہ ہونا، ہڈی تک چھیدنا، مائل ہونا، ہڈی میں تھوڑی سی درز، ایک دوا جو چوہوں کے لیے قاتل ہے، کے معنی میں مستعمل ہیں۔"[۲]

اصطلاحی معنی

قرآن، دین، آخرت وغیرہ میں شک کرنا، حضرات انبیاء کی ذات وصفات کے بارے میں شبہات کا اظہار کرنا۔ خدا اور اس کے پیغمبر کے احکامات میں کسی حکم پر شک کرنا، کفر شک یا گمان کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ قَالَ مَآ أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِۦٓ أَبَدًا ﴾[۳]

"کہنے لگا مجھے کبھی یہ گمان نہیں کہ یہ باغ برباد ہو"۔

قرآن میں شک کرنا

قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے۔ جس میں شک کرنے کی کوئی جگہ ہی نہیں اور قرآن کریم نے مختلف طریقوں سے اس کو سمجھانے پر زور دیا ہے کہ جو بھی اس میں مِن جانبِ اللہ ہونے میں شک کرے گا، ایمان کھو بیٹھے گا۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴾[۴]

"یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پس تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔"

۱۔ نعمانی، مولانا عبد الرشید، لغات القرآن، (دار الاشاعت: کراچی، ۱۹۹۴ء)۴/۱۴۰

۲۔ لویس معلوف، المنجد (مترجم: عبد الحفیظ بلیاوی)، ۴۴۰

۳۔ سورہ الکھف: ۳۵

۴۔ سورہ آل عمران: ۶۰

آیت سے معلوم ہوا کہ جو بات اللہ نے قرآن میں نازل فرمائی ہے وہ اٹل ہے اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں۔اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ﴾ (۱)

"اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے اتری ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں، ان سے پوچھ لو۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو آپ ہر گز شک کرنے والوں میں نہ ہوں"۔

مولانا عبد الحق حقانی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان فرما کر نبی ﷺ کو مخاطب کر کے سننے والوں سے فرمارہے ہیں کہ اگر آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی میں کوئی شک ہے تو تم سے پہلے یہود نصاری جو کتاب پڑھتے تھے یعنی اہل کتاب سے پوچھو۔ آپ ﷺ کو اور صحابہ کرام کو نہ اس میں کوئی شک تھا اور نہ کبھی کسی نے اس کے تصدیق کے بارے میں کوئی چیز پوچھا اور سوال کیوں کرتے۔جب اللہ کی طرف سے یہ کتاب حق آچکا تھا۔ہر گز اس کتاب میں مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ شک نہیں کرنا کیونکہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے حقانیت پر مبنی اور ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے"۔ (۲)

چونکہ یہود و نصری جو سابقہ کتابوں ؛تورات و انجیل کے عالم ہونے کا دعوی کرتے تھے اور لوگ ان پر اعتماد بھی کیا کرتے تھے، لیکن وہ قرآن مجید میں شکوک پیدا کرنے کی کوششیں کر رہے تھے،لہذا ان سے کہا گیا کہ انہوں نے پہلے بھی ان کتابوں میں اختلاف کیا تھا، یہ قابلِ تقلید اور قابلِ اعتبار علماء نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ فَٱخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴾ (۳)

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور یہ اس (قرآن) سے شک میں الجھ رہے ہیں"۔

آیت کریمہ کی تفسیر مولانا عبد الحق حقانی لکھتے ہیں:

"اس مقام پر اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے۔ کہ ہم نے آپ لوگوں کی طرح موسیٰ پر بھی آسمانی کتاب (تورات) نازل کی، لیکن لوگوں نے اسکو بھی نہیں مانا کسی نے اس کو اللہ کی کتاب مانا کچھ نے اس سے انکار کیا۔اب اگر اللہ ان پر

۱۔ سورہ یونس:۹۴

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی،۴/۲۹۸

۳۔ سورہ حم سجدہ:۴۵

غضب کرتا۔ توان کی سرکشی پر ان کو ہلاک کرتا۔ مگر نہیں کیونکہ خدا نے ان کے مرنے کے وقت مقرر کر دیا تھا کہ ہو سکتا ہے کوئی ایمان لے آئیں ہلاک نہ کرنے میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت رکھی ہوئی ہے اس لیے اللہ اب یہ فیصلہ نہیں کرتا تھا۔ اس بات سے وہ قرآن مجید میں اور بھی شک میں پڑ گئے کہ اگر واقعی اللہ کا کلام ہوتا پھر جب ہم نے انکار کیا تو ہم پر کیوں کوئی آفت اور مصیبت نہیں آئی اس لیے وہ خدا کی کتاب سے منہ موڑتے ہیں اور قرآن پر شک کرتے ہیں"۔[۱]

آخرت میں شک

آخرت کی معنی بعد میں آنے والی چیز اور شرعی لحاظ سے آخرت کا مطلب یہ ہے، کہ یہ دنیا فانی ہے اور ایک دن فنا ہو جائے گی۔ اس کے بعد مردے جی اٹھیں گے اور ان کے کیے ہوئے اعمال پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس نقطہ نظر پر بغیر کسی شک و شبہ کے ایمان لانا، ایمان بالآخرت کہلاتا ہے۔ اگر کوئی اس میں شک کرے کہ نہ تو قیامت آئے گی اور نہ اس میں حساب و کتاب لیا جائے گا۔ اس شک اور تذبذب کے تناظر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾[۲]

"پس کیا حال ہو گا جبکہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے؟ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اپنا اپنا کیا پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا"۔

آیت کریمہ کی تفسیر مولانا اسحاق مدنی لکھتے ہیں:

"اس روز ان کا حال بہت ہی برا ہو گا کہ ایمان و عمل صالح کی کوئی پونجی حساب کے اس دن کیلئے یہ لوگ اپنے ساتھ لے نہیں گئے ہوں گے، کیونکہ سعی و عمل کی فرصت اور عمر رواں کی مہلت کو انہوں نے اسی طرح کے خود ساختہ ڈھکوسلوں، اور من گھڑت مفروضوں اور افسانوں کے تکیے پر یونہی ضائع کر دیا ہو گا۔ اور تلافیٔ مافات کی اب کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہو گی۔ سو یہ خسارہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے۔ جب کہ ہم ان کو ایک ایسے "یوم الفصل" میں اکٹھا کر لائیں گے، جس نے بہر حال آ کر رہنا ہے اور جو اس کائنات کی ایک اٹل حقیقت ہے، جس کے پیش آنے میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس دن ہر کسی کو اس کے زندگی بھر کے کئے کرائے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہو سکیں"۔[۳]

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی،۶/۲۸۵

۲۔ سورہ آل عمران:۲۵

۳۔ تفسیر مدنی کبیر، سورت آل عمران، آیت نمبر:۲۵

بعض اوقات قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ قیامت کے تقاضوں سے واقف ہوتے ہیں، لیکن کوئی نہ کوئی مفاد اس کے ماننے میں حائل بنا دیتے ہیں، تاکہ دنیائی اغراض کا نقصان نہ اٹھانا پڑے، اس لیے وہ آخرت کے قیام کے بارے میں شک میں نہیں ہے، بلکہ اس سے اعراض برت رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ بَلِ ٱدَّٰرَكَ عِلۡمُهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِۚ بَلۡ هُمۡ فِي شَكّٖ مِّنۡهَاۖ بَلۡ هُم مِّنۡهَا عَمُونَ ﴾[1]

"بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا ہے، بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں، بلکہ اس سے اندھے ہو رہے ہیں"۔

تفسیر حقانی کی رو سے مشرکین جب اپنی آنکھوں سے قیامت کے دن دیکھ کر آخرت کو برحق مان لیں گے۔ پھر اس علم کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، کیوں کہ دنیا میں وہ اس سے گمان میں پڑے تھے۔ آخرت کے بارے میں ان کو کوئی علم نہیں تھا اور کوئی اس کا وقت نہیں جانتا تھا، اس سے وہ شک میں تھے۔ دل کے اندھے ہونے کی وجہ سے انہیں آخرت کے بارے میں کوئی علم حاصل ہی نہیں ہوا۔ ان تینوں باتوں سے انہوں نے منہ پھیرا اور آخرت پر یقین سے محروم ہیں۔[2]

پیغمبروں کے بارے میں گمان اور شک

کفر کی قسموں میں سے ایک قسم رسالت کے بارے میں شک میں مبتلا ہونا ہے۔ شک سے انسان دائرہ اسلام سے آہستہ آہستہ نکل کر دائرہ کفر کی طرف قریب ہو جاتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور پیغمبروں کے بارے میں کسی بھی حوالے سے شک یا گمان میں پڑ جاتا ہے، تو کفر کے سرحد کے اوپر پہنچتا ہے اور یوں کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے، کیونکہ عقیدہ توحید کے ساتھ تمام انبیاء اور رسولوں کو اللہ تعالی کا پرستادہ ماننا ضروری ہے۔ ان کو اللہ کے بندے اور رسول کی حیثیت معصوم عن الخطا تسلیم کرنا بھی ضروری ہیں۔ اس حیثیت کو بڑھانا یا گھٹانا ایمان کے بنیادوں میں شک یا گمان مبتلا ہونے کے مترادف ہے، جو اللہ تعالیٰ کو کسی صورت قبول نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَۖ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٖ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴾[3]

"بے شک خدا کی نظر میں عیسیٰ علیہ السلام آدم کی مانند ہیں، آدم علیہ السلام کو اس نے مٹی سے بنایا اور پھر ان سے کہا کہ ہو جا اور وہ بن گئے۔"

اس آیت کریمہ میں عیسائیوں کو خطاب ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ ان کے اس عقیدہ کو اللہ تعالی نے باطل قرار دیا ہے، کہ جس طرح اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام بنا باپ کے پیدا کیا تھا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ایسا

۱۔ سورہ النمل:٦٦

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۳۵۷

۳۔ سورہ آل عمران:۵۹

ہی بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ بلکہ آدم علیہ السلام کو تو والدین کے بغیر مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اصل میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی صرف کن کہہ کر پیدا کیا۔ اللہ تعالی جس طرح چاہتا ہے کر سکتا ہے۔

دین اسلام میں شک

آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے جو دین ہم تک پہنچایا، اگر کوئی شخص اس کی حقانیت میں شک کرے، تو اس کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، جیسا کہ مشرکین مکہ نے اس بارے میں اظہار کیا ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَنَّمَا نُمۡلِي لَهُمۡ خَيۡرٞ لِّأَنفُسِهِمۡۚ إِنَّمَا نُمۡلِي لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوٓاْ إِثۡمٗاۖ وَلَهُمۡ عَذَابٞ مُّهِينٞ ﴾(۱)

''اور کافر لوگ کبھی نہ سمجھیں، کہ ہم نے ان کے لیے وقت بڑھا دیا تو یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ ہم نے ان کے لیے وقت بڑھا دیا ہے، تاکہ ان کے گناہ اور زیادہ ہو جائیں اور ان کے لیے رسوائی کا عذاب ہے''۔

مولانا عبد الحق حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''کہ جنگ احد میں فتح حاصل ہونے کے بعد مشرکین فخر سے یہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہمارا دین حق ہے، ہم کامیاب بھی ہیں، اور دنیا کا سارا دولت ہمارے نصیب میں ہے مسلمان اسلام کی وجہ سے کتنے پست حال میں ہیں نہ ان کے پاس مال ہے، نہ دولت ہے اپنے گھروں سے نکل کر مدینہ میں بیک مانگ رہے ہیں اور قتل کیے جا رہے ہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ جو چیز وہ اپنے حق میں بہتر سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں ان کے لیے نقصان ہے، ہم نے ڈیل صرف اس لیے دی ہے کہ اس سامان اور دولت سے مزید ان کی گناہ میں اضافہ ہو جو ان کو ملا ہے اور مرنے کے بعد پوری سزا پائیں، جس طرح کوئی مجرم جرم کرتا ہے تو بادشاہ اس کے بارے میں جاننے اور طاقت کے باوجود اس کو ایک دم گرفتار نہیں کرتا، وہ اس کو مزید مہلت دیتا ہے کہ وہ اور بھی بغاوت کریں اور فساد پھیلائیں۔ سو یہ بادشاہ کی کامل غضب کی علامت ہے، اب بادشاہ کا مجرم کو مہلت دینا اس کے حصے میں اچھا نہیں بلکہ اور غضب ہے بے دین لوگوں کا دنیا میں کامیاب ہونا اور دولت میں ترقی کرنا اور اس کے باوجود اللہ کی نافرمانی کرنا ان کے حصے میں رسوائی والا عذاب ہے''۔(۲)

دین کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانا مشرکین مکہ اور یہود کی طرح بہت سارے لوگوں کا کام ہے، لیکن اہل ایمان کو پیغمبر اسلام ﷺ کی طرح حکم ہے کہ وہ دین پر استقامت اختیار کریں کسی کے شک پیدا کرنے سے دین کے بارے میں تذبذب کا شکار نہ ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمۡ فِي شَكّٖ مِّن دِينِي فَلَآ أَعۡبُدُ ٱلَّذِينَ تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ

۱۔ سورہ آل عمران:۱۷۸

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/ ۱۹۵-۱۹۶

وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ ٱللَّهَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُمْ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾[1]

"آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو، تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا، جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، لیکن ہاں میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں، جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے رہوں"۔

مولانا امین احسن اصلاحی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں نبی ﷺ کی طرف سے دین اسلام کے بارے میں آخری فیصلہ کن اعلان کرایا جارہا ہے کہ کیا آپ لوگوں کو میرے دین کے بارے میں گمان ہے؟ حالانکہ اس کلام میں شک کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے لیکن اگر تمہیں اس میں شک ہے۔ تو میرا اعلان سنو اور یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو کہ جس کی عبادت تم کرتے ہو، میں خدا کے علاوہ کسی کو معبود نہیں بناتا۔ اس قسم کا اعلان آخر میں سارے انبیاء سے ماثور ہے اور میں اس خدا کو معبود مانتا ہوں، جو تمہیں مارتا ہے اور تمہیں ہر حال میں اس کے پاس جانا ہے۔ اور مجھے تو یہی حکم اللہ کی طرف سے ملا ہے کہ میں مومن بن کر رہوں اور کسی کے سامنے سجدہ نہ کروں۔ لہذا میری راہ اور تمہاری راہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے"۔[2]

خلاصہ

قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں کفر تکذیب کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آگئی ہے کہ دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے ضروری چیز اللہ کے تمام احکامات پر ایمان لانا اور اس کے مطابق عمل ضروری ہے۔ اس میں سے کسی چیز کو جھوٹا نہ سمجھنا، اور نہ اس میں شک یا گمان کرنا، کیونکہ جو بھی ان احکامات کو جھٹلائے گا اور ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی یا کسی بھی وجہ سے سرکشی کا رویہ اپنائے گا، تو وہ ایمان کے دائرے سے نکل کر کفر کی طرف جائے گا۔ کفر تکذیب؛ اللہ کے قول کو ماننے سے انکار کر کے اس کو جھوٹ سمجھ لینا اور انبیاء کرام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں اور کلام الٰہی کو اپنی طرف سے گھڑتے ہیں۔ غرض ایمانیات میں سے کسی جز کا نہ ماننا اور زبان سے اس کا انکار کرنا کفر تکذیب ہے۔ اسی طرح دین اسلام کے بارے میں شک و تذبذب شکار ہونا بھی ایک طرح سے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ لہذا کتاب اللہ کی قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود لوگ تعلیماتِ اسلام میں شک اور گمان کے مرتکب ہوتے ہیں جو کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اور جو لوگ حقیقتاً ایسے شک میں مبتلا ہیں تو اصل وہ کفر گمان میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالی کے ہاں ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید ہے۔

۱۔ سورہ یونس: ۱۰۴

۲۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۴/ ۹۳

فصل دوم
کفر تکبر وانکاراور کفرِاعراض

مبحث اول: کفر تکبر وانکار

مبحث دوم: کفراعراض

مبحث اول
کفر تکبر وانکار

تکبر کی لغوی معنی

تکبر کی لغوی معنی غرور، بڑائی، گھمنڈ، خود پسندی، کبر، فخر، استکبار، ہٹ دھرمی اور سرکشی کے ہیں۔ ابن فارس اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"الْكَافُ، وَالْبَاءُ، وَالرَّاءُ أَصْلٌ صَحِيحٌ يَدُلُّ عَلَى خِلَافِ الصِّغَرِ ، وَالْكِبْرُ: مُعْظَمُ الْأَمْرِ، كِبْرُ سِيَاسَةِ الْقَوْمِ ، فِي الْمَالِ الْعَظَمَةُ، وَكَذَلِكَ الْكِبْرِيَاءُ أَيْ كَبِيرًا عَنْ كَبِيرٍ فِي الشَّرَفِ وَالْعِزِّ" (۱)۔

"ک ب ر اصل صحیح ہے، زوائد سے پاک ہے اور چھوٹے کے ضد کبیر ہے۔: کبر کسی معاملہ کا بڑا ہونا، کسی قوم کی سطوت، دولت کی عظمت، اسی طرح اقتدار کا غلبہ اور دوسروں سے عزت اور شرف میں بڑا ہونا یا سمجھنا، کے معنی میں ہے"۔

المنجد کے مطابق غرور کرنا، بڑا سمجھنا، شمار کرنا، تعظیم کرنا، متکبر ہونا، بڑا گنا، کفر وشرک، چیز کا بڑا حصہ، عظمت وغیرہ تکبر کے لغوی معانی ہیں"۔(۲)

اصطلاحی معنی

اللہ اور اس کے احکامات کا دل، قول وفعل سے انکار کرنا، تکبر اور غرور کرتے ہوئے، اللہ کے حکم کو ٹھکرا دینا، کفر تکبر کہلاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی تکبر کی اصطلاحی معنی لکھتے ہیں:

"والْكِبْرُ والتَّكَبُّرُ والِاسْتِكْبَارُ تتقارب، فالكبر الحالة التي يتخصّص بها الإنسان من إعجابه بنفسه وذلك أن يرى الإنسان نفسه أكبر من غيره. وأعظم التّكبّر التّكبّر على الله بالامتناع من قبول الحقّ والإذعان له بالعبادة .والاسْتِكْبارُ يقال على وجهين:أحدهما :أن يتحرّى الإنسان ويطلب أن يصير كبيرا، وذلك متى كان على ما يجب، وفي المكان الذي يجب وفي الوقت الذي يجب فمحمود.والثاني :أن يتشبّع فيظهر من نفسه ما ليس له، وهذا هو المذموم، وعلى هذا ما ورد في القرآن وهو ما قال تعالى :أَبى وَاسْتَكْبَرَ- والتَّكَبُّرُ يقال على وجهين،أحدهما۔ أن تكون الأفعال الحسنة كثيرة في الحقيقة وزائدة على محاسن غيره، وعلى هذا وصف الله تعالى بالتّكبّر قال الْعَزِيزُ

۱۔ ابن فارس، معجم مقاییس، ۵/ ۱۵۳-۱۵۴

۲۔ لویس معلوف، المنجد (مترجم: عبد الفیظ بلیاوی)، ۳۴۷

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ والثاني :أن يكون متكلّفا لذلك متشبّعا، وذلك في وصف عامّة الناس نحو قوله فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ". [1]

"غروراور تکبر اور استکبار ایک دوسرے کے قریب ہیں، کیونکہ تکبر وہ حالت ہے، جس میں انسان اپنی تعریف میں مبتلا ہوجاتا ہے اور خود کو دوسروں سے بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ سب سے بڑا تکبر اللہ تعالی سے استکبار، قبول حق اور حق تعالی کی عبادت سے استغنی ہے۔ تکبر کی دواقسام ہیں: ان میں سے ایک انسان عظیم بننے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ کہ جب وہ ایسا کررہا ہو، جو اسے کرنا چاہیے، اور مناسب جگہ پر اور مناسب وقت پر، تو یہ قابل تعریف ہے۔ دوسرا یہ کہ انسان اپنے آپ کوبڑا سمجھنے لگتاہے، جب کہ یہ اس کے لیے جائز نہیں، بلکہ مذموم عمل ہے اور قرآن مجید میں اسے انکار اور استکبار سے موسوم کیا ہے(أَبَى وَاسْتَكْبَرَ)۔ کہتے کہ تکبر دو طرح کا ہے: ایک یہ نیکیاں حقیقت میں بہت زیادہ ہیں اور دوسروں کے خوبیوں سے حقیقت میں زیادہ ہیں، اس سے اللہ تعالی متصف ہے، جیسا کہ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُاس پر دلالت کرتے ہیں۔ دوسرا تکبر تکلف کا ہے، جو عام لوگوں میں پایا جاتاہے، جس کے بارے اللہ تعالی نے فرمایاہے، "متکبرین کاٹھکانہ بہت براہے"(فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ)۔

مولاناعبدالحمید سواتی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"تکبر ایک انسان کے لیے بہت ہی بری عادت ہے۔ تکبر کے مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ تکبر کا عام معنی سچی بات کو جھٹلانااور انسانوں کو کم تر سمجھنا، دولت، طاقت، اقتدار اور قومیت وغیرہ کی بناپر دوسرے کو حقیر جاننا اور سچی بات کو رد کر دینا یعنی جھوٹ سمجھنا تکبر کی نشانی ہے۔ یہ وہی بیماری ہے جو شیطان کولاحق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے آدم کے سامنے سجدہ کرنے کاکہا، تو شیطان تکبر کرکے منکر ہوا، کہ اللہ نے آگ سے مجھے بنایاہے اور آدم مٹی سے۔ میں کیسے اس کے تعظیم میں جھک کر سجدہ کروں"۔ [2]

جس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا:

﴿أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾ [3]

"اس نے انکار اور غرور کیااور کافروں میں سے ہوگیا"۔

تکبر ایک ایسی بیماری ہے کہ جو جس کے اندر پیدا ہوئی تو اسے جنت کے دخول روک دے گا، جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آتاہے:

«عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» [4].

۱۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ۵۹۶، ۵۹۷

۲۔ سواتی، حضرت مولاناعبدالحمید، معالم القران فی دروس القرآن، (گوجرانولہ: مکتبہ دروس القرآن) ۴/ ۵۰۰-۵۰۱

۳۔ سورہ البقرہ: ۳۴

۴۔ صحیح مسلم، بَاب تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ، حدیث نمبر: ۱۳۳۔

"جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر پایا جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

بلکہ ایسا شخص جو کبر و غرور کا شکار ہے، جنت سے محرومی کے ساتھ جہنم میں دخول کے راستہ پر گامزن ہے، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں وارد ہے:

«يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، مَنْ يِنَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا، أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ»[1].

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، تکبر میرا چادر اور عظمت میرا تہبند ہے، جو میرے ساتھ اس میں جھگڑا کرے گا، اسے میں جہنم میں ڈال دوں گا۔

لیکن یہ تکبر میں نہیں آتا کہ ایک آدمی کا لباس اچھا ہو، جوتے اچھے ہو اور ملبس و مسکن میں زیب و زینت کا خیال رکھتا ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند کرتا ہے، تاہم مصنوعی تکبر، جو انسان کا حق نہیں، اس کا دعویٰ کریں تو یہ سچائی کو مسخ کرنے کے مترادف ہے اور انسانوں اس کے ذریعے خود کو دھوکہ دیتا ہے اور باعث ہلاکت ہے۔

اللہ کے مقابلے میں تکبر اختیار کرنے کا انجام

تکبر انسان کی عقل کو اس طرح ڈھانپ لیتا ہے، کہ ایسے متکبر اللہ تعالیٰ کے مقابل میں آجاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ میں اتنے خطرناک مرض میں مبتلا ہو چکا ہوں جیسے کہ فرعون[2] وغیرہ، لیکن کچھ لوگ خود کو بہت خاکسار، عاجز اور فقیر کہتے اور سمجھتے ہیں، لیکن ان کے باطن میں تکبر کے جرثومے موجود ہوتے ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں دونوں سے واقف ہوں:

﴿ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِۦ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱسْتَنكَفُواْ وَٱسْتَكْبَرُواْ فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴾[3]

"اللہ نیک اعمال کرنے والوں اور ایمان لانے والوں کو صلہ دے گا، اور مزید فضل عطا کرے گا۔ اور جو لوگ بے شرم اور متکبر ہیں وہ ان کو دارد دینے والا عذاب دے گا۔ اور اللہ کے مقابلے میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو گا"۔

اس آیت میں اللہ ایمان اور نیکیاں کرنے والوں کو پورا پورا بدلہ دینے کے ساتھ اور بھی فضل عطا کرنے کی خوشخبری سنا رہے ہیں اور جو عار و تکبر سے انکار کرتے ہیں، یعنی جو بندے اللہ کی بندگی کو عار سمجھ کر اتراتے ہیں۔ انہیں ایسے

۱۔ ابن ماجة، السنن، بَاب الْبَرَاءَةُ مِنْ الْكِبْرِ وَالتَّوَاضُعُ، حدیث نمبر: ۴۱۷۴۔

۲۔ دیکھئے: ﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ (النازعات: ٢٤)

۳۔ سورہ النساء: ۱۷۳

بڑے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا، کہ پھر اس رنج دائمی کے جیل سے نہ کبھی کہیں بھاگنے کے لیے کوئی جگہ ملے گی نہ اس کو بچانے کے لیے سوائے اللہ کے کوئی دوسرا اور حمایت کرنے والا ہو گا[1]۔

جو لوگ اپنے آپ کو مال و دولت یا کسی بھی عہدہ وغیرہ کی وجہ سے بڑا سمجھ کر اللہ تعالی سے بے اعتنائی اور بے پرواہی کا رویہ اپناتے ہیں، ان کے بارے میں سورہ غافر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾[2]

"جو شخص تکبر کی وجہ سے میری عبادت سے گریز کرے گا۔ وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائے گا"۔

اللہ تعالی سے نہ مانگنے والا اللہ پاک سے استکبار اختیار کرتا ہے اور جس کا یہ رویہ ہو اللہ اس پر نہایت غصہ ہوتے ہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

«إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ»[3].

اور جس پر اللہ غصہ ہوا، وہ ہلاک کیا گیا۔

لہذا اللہ تعالی انسانوں سے کہتا ہے، کہ مجھ سے ہر دعا مانگو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ میں تم سے غائب نہیں ہوں میں تمہاری دعائیں سنتا ہوں اور جو عبادت آپ صرف میرے لیے کرتے ہو اس کو قبول کرنے والا میں ہوں اور اگر تم نے میری عبادت سے تکبر کیا، تو تمہیں ضرور جہنم کا عذاب چکھنا ہو گا۔[4]

رسول کے مقابلے میں تکبر

تکبر کی یہ صورت کفر ہے کہ بغض و عداوت کی بنا پر رسول ﷺ کی پیروی پر تکبر برتا جائے، اس کے مقابلے میں خود کو عزت والا سمجھا جائے، جس طرح کفار مکہ اور مشرکین نے رسول ﷺ کا انکار اس بنیاد پر کرتے ہوئے کہا، ہم آپ جیسے عام آدمی کی اطاعت نہیں کرتے۔ کوئی فرشتہ یا خود اللہ ہماری طرف اپنا پیغام کیوں نہیں بھیجا؟ جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ۗ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا﴾[5]

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/۳۱۲-۳۱۳

۲۔ سورہ غافر: ۶۰

۳۔ سنن ترمذی، بَاب مِنْهُ، حدیث نمبر: ۳۳۷۳۔

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/۲۶۳

۵۔ سورہ الفرقان: ۲۱

"ان لوگوں نے جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے کہہ دیا کہ ہمارے پاس ملائکہ کیوں نہیں بھیجے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھ کر تب یقین کر لیتے۔ انہوں نے تو بہت بڑا تکبر کیا اور بہت ہی بڑی سرکشی کی"۔

ایسی باتیں تو منکر اور بے ایمان ہی کرتے ہیں۔ ایمانداروں کی کوئی مجال کہ وہ یہ کہیں فرشتے کیوں نہیں آئے محمد ﷺ کے پاس کیوں آتے ہیں یا ہم خدا کو دیکھ لیتے۔ خدا جواب میں فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے خود کو اس کے قابل سمجھا کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا اس دنیا میں خدا کو دیکھیں ان لوگوں نے بہت بڑی تکبر اور سرکشی کی۔[1]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ سے تکبر اختیار کرنا اور اسے اپنے سے حقیر سمجھنا کفر ہے۔ اسی طرح پیغامِ حق کے معاملہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنے لیے باعث ذلت خیال کرنا اور اس کے مقابلے میں اکڑ جانا باعثِ ہلاکت ہے، بلکہ اس کے مقابلے میں رسول ﷺ کی اطاعت اپنے لیے باعث افتخار اور آپ ﷺ کی دعائیں، اپنے لیے باعث نجات سمجھنا چاہیئے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُواْ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُواْ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ [2]۔

"اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے استغفار کرتے، تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے"۔

آخرت کا انکار تکبر

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ آخرت ہے، جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس دن کے ماننے سے انکار کرتا ہے، تو اس انکار کی اہم وجہ اس کا تکبر ہی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ فَٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴾ [3]

"تم سب کا معبود صرف اللہ تعالیٰ اکیلا اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ خود تکبر سے بھرے ہوئے ہیں"۔

اس آیت میں یوم جزا و سزا کے دن میں تردید دراصل اللہ کا انکار ہے، آخرت پر عقیدہ رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ اگر اس کا انکار کیا جائے، تو وہی لوگ مُّسْتَكْبِرُوْنَ یعنی تکبر کرنے والے ہیں، کیونکہ تکبر کا مطلب حق کو جھٹلانا ہے۔[4]

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳۱۰/۵

۲۔ سورہ النساء:۶۴

۳۔ سورہ النحل:۲۲

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۲۱/۵

ایک اور مقام پر بنی اسرائیل کے پسِ منظر میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقَالَ مُوسَىٰٓ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ ﴾[۱]

"موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے شخص (کی برائی) سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔"

تفسیر حقانی کے مطابق اس سے پہلے والے آیت میں جب فرعون نے سرکشی کی اور تکبر سے کہا کہ موسیٰ کا قتل مجھ پر چھوڑ دو، تو اس آیت میں اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زبان سے فرعون کو جواب دیتے وقت فرمایا میں اس رب کے پناہ میں ہوں، جو تمہارا اور میرا یعنی ہم دونوں کا رب ہے اور میں ہر اس متکبر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو روز قیامت سے نہیں ڈرتا ہے مطلب میرا محافظ اللہ ہے۔[۲]

آیت کریمہ میں قیامت کو نہ ماننے کی وجہ تکبر بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا بھی تکبر کی علامت ہے، جیسا کہ آنے والے عنوان سے اندازہ ہو گا۔

اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا تکبر ہے

﴿ بَلَىٰ قَدْ جَآءَتْكَ ءَايَٰتِى فَكَذَّبْتَ بِهَا وَٱسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾[۳]

"ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں، جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں"۔

گزشتہ سے پیوستہ آیت میں جو عذر پیش کیا گیا، یہ اس کا جواب ہے، کہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے دیتا تو ہم متقین میں سے ہوتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو تم میں سے ایک ایک کے پاس اپنی آیات بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے اللہ تعالیٰ کا دین اس کے بندوں تک پہنچایا، لیکن تم نے اسے قبول کرنے کی بجائے، ان آیات کو جھٹلایا اور تکبر کا اظہار کیا۔ کبھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غربت کا مذاق اڑایا، کبھی آپ پر ایمان لانے والوں کی کمزور حالت پر آوازے کسے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر تمھاری ہدایت کے لیے کوششیں کیں، لیکن تمھارا تکبر ہمیشہ آڑے آتا رہا۔ آپ کی کوششوں کے نتیجے میں بجائے اس کے کہ تم ہدایت کی طرف آتے، تم ہمیشہ کافروں کے ساتھی بنے رہے۔ تو اب تمھارا یہ کہنا کہ ہمیں ہدایت نہیں دی گئی، ایک عذرِ لنگ کے سوا کچھ نہیں[۴]۔

لوگوں کے دلوں پر مہر لگ جانے کے اسباب میں سے ایک سبب، جس پر اللہ تعالیٰ نہایت غصہ ہوتے ہیں، قرآن مجید میں تکبر ہی بتایا گیا ہے، جیسا کہ سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

۱۔ سورہ مومن:۲۷

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی،۶/۲۵۶

۳۔ سورہ الزمر:۵۹

۴۔ صدیقی، ڈاکٹر محمد اسلم، تفسیر سورتِ الزمر، آیت:۵۹

﴿ ٱلَّذِينَ يُجَٰدِلُونَ فِيٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ بِغَيۡرِ سُلۡطَٰنٍ أَتَىٰهُمۡۖ كَبُرَ مَقۡتًا عِندَ ٱللَّهِ وَعِندَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْۚ كَذَٰلِكَ يَطۡبَعُ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٖ جَبَّارٖ ﴾ (۱)

”جو بغیر کسی سند کے، جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی ناراضگی کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے“۔

آیت مبارکہ کی تفسیر:

اللہ تعالی کے ہاں غصہ اور ناراضگی کی سب سے بڑی بات بلا دلیل اور بلا ثبوت کے ناحق بات پر اڑنا ہوتا ہے۔ یہی بات مشرکین مکہ میں پائی جاتی تھی، جسے اللہ تعالی نے سخت ناپسند کیا اور فرمایا کہ تمہارے اکڑ اور ڈیٹ پن کی سبب میں نے تمہارے دلوں پر مہر کر دیا ہے۔ تمہارا یہ غرور، جس نے فرعونیوں کو دریا نیل میں غرقاب کیا تھا، تمہیں اے قریشوں بحر قلزوم میں نہیں، بلکہ قحط اور قتل بدر کی بلا کے بحر عمیق میں غرق کر دے گا۔

اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھنا کہ اللہ تعالی کی آیات کو بالکل توجہ کے قابل نہ سمجھنا ڈیٹ پن ہے اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الجاثیہ میں تکبر کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَسۡمَعُ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرٗا كَأَن لَّمۡ يَسۡمَعۡهَاۖ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٖ ﴾ (۲)

”جو اللہ کی آیتیں سنتا ہے، جو اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، پھر وہ اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے، استکبار کے ساتھ، گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، آپ اس کو ایک دردناک عذاب کا مژدہ سنا دیں۔“

اللہ تعالی کی آیات، جو واضح امثال اور روشن دلائل سے لبریز ہوتی ہیں، سننے کے باوجود، کفر، شرارت اور گنہگاری پر اصرار کرنا، تکبر ہے۔ ان سے ایسے بے رخی اختیار کرنا ہے کہ گویا اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، تو ایسے مستکبرین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سے چوکنا کرنا والی ہے۔ یہی مضمون سورتِ لقمان (۳) میں بھی ذکر ہے۔

تفسیر حقانی آیت کریمہ کی تفسیر یوں پیش کرتی ہے:

”اس آیت کریمہ میں قرآن سے روگردانی کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے سنائی جاتی ہیں۔ تو وہ تکبر کر کے اللہ کی کلام کی کچھ پرواہ کیے بغیر پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ ایسا ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کچھ ہی سنا نہیں۔ گویا کہ ان کے کانوں پر پردے آگئے ہیں۔ اور یہ سننے سے محروم ہیں تمام غافل لوگ اللہ کی آیت سنتے ہی بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا فائدہ تو اس میں ہے کہ جو کلام الٰہی کو سنیں اور ان پر غور و فکر

۱۔ سورہ مومن:۳۵

۲۔ سورہ الجاثیہ:۸

۳۔ دیکھئے: ﴿ وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ءَايَٰتُنَا وَلَّىٰ مُسۡتَكۡبِرٗا كَأَن لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَأَنَّ فِيٓ أُذُنَيۡهِ وَقۡرٗاۖ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ (لقمان:۷)

کریں اے نبی ﷺ ان لوگوں کو درد دینے والی عذاب کی مژدہ سنادو، یعنی ان کو خبر دے دو کہ اللہ نے ان کے لیے درد دینے والا عذاب رکھاہے جو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گی"۔ (۱)

مذکورہ بالا آیات سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تکبر کرنا، ان کی آیات سے کان بند کرنا، ان سے منہ موڑنا، کفر ہے، جیسے شیطان، نمرود، ہامان اور فرعون کا تکبر یا یا مشرکین مکہ جیسے دیگر لوگوں کا تکبر، جن میں بعض نے خدائی تک کا دعویٰ کر دیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حقیر جانا، ان سے نفرت کی اور ان کے حقوق غصب کر کے دنیا میں انسانوں کو بدحالی کا شکار کیا، لیکن انبیاء کے گوشمالی پر وہ اس قدر بفر گئے، کہ اللہ تعالیٰ کی آیات تک سے منہ پھیرتے رہیں۔

ناحق تکبر

اس قسم کے تکبر سے مراد یہ ایک شخص کا عام لوگوں سے بے رخی ہے، انہیں کم نظری یا حقارت سے دیکھنا ہے، سچائی کو نہ ماننے اور اپنے آپ کو برتر سمجھ لینے کے ہیں، جو ایک ناحق بر تا گیا رویہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا عَادٌ فَٱسْتَكْبَرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَقَالُوا۟ مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ ٱلَّذِى خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴾ (۲)

"جو عاد تھے، وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ، جس نے ان کو پیدا کیا، وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے"۔

تفسیر حقانی میں اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبد الحق حقانی لکھتے ہیں:

"قوم عاد و ثمود دونوں کے پاس بہت سے رسول آئیں۔ لیکن انہوں نے یہ کہا کہ اگر خدا نے رسول بھیجنے تھے۔ تو فرشتوں کو کیوں نہیں بھیجا۔ دونوں قوموں کی یہ حالت تھی، کہ قوم عاد نے تکبر کیا۔ اور انہوں نے اپنے طاقت پر فخر کیا ان کو یہ علم نہیں تھا، کہ وہ اللہ جس نے ان کو تخلیق فرمایا ہے اور وہ ان سے زیادہ قوت و طاقت والا ہے۔ ان کو اپنے بہادری اور قد آوری پر بہت زیادہ فخر تھا اللہ نے ان کی تخلیق کر کے ان پر احسان کیا لیکن انہوں نے اللہ کی نازل کی گئی آیتوں کے سخت منکر ہوئے۔ پھر خدا کی طرف سے ان پر سخت آندھی والا عذاب نازل ہوا، اور آندھی نے سب کو تباہ کیا۔ پھر ان پر نحس دن یعنی مصیبت والے دن آ گئے"۔ (۳)

تکبر ایک مہلک مرض ہیں، بندے کیسے اس کے حق دار ہو سکتے ہیں؟، کیونکہ بندوں میں ہر قسم کا نقص پایا جاتا ہے جبکہ تکبر صرف اللہ رب العزت کو سزاوار ہے جو ہر نقص سے پاک، محتاج غیر نہیں اور کامل مختار بھی ہیں۔ خالق کائنات

۱۔ مولانا عبد الحمید، معالم العرفان فی دروس القرآن، ۱۵/۴۳

۲۔ سورہ حم سجدہ: ۱۵

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/۲۷۶

ہیں، متصرف بھی ہیں اور منعم حقیقی اور مالک بھی ہیں۔ تکبر معاشرے میں پایا جانے والا وہ عیب ہے، جو افراد کے دلوں میں سے تعاون اور محبت کو ختم کر دیتا ہے۔ خدا کی آیات سے محروم ہونے کا سبب بنتا ہے، کیوں کہ یہ تکبر ناحق ہے، درج ذیل آیت لوگوں کے لیے بڑی قابلِ غور ہے ارشاد باری ہے:

﴿ سَأَصْرِفُ عَنْ ءَايَٰتِيَ ٱلَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَإِن يَرَوْاْ كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُواْ بِهَا وَإِن يَرَوْاْ سَبِيلَ ٱلرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْاْ سَبِيلَ ٱلْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًاۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُواْ عَنْهَا غَٰفِلِينَ ﴾[1]

"میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا، جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں، تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستے دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے"۔

اس آیت کریمہ میں ناحق تکبر کرنے والوں کے حق میں تین نقصانات کا ذکر ہیں: ایک یہ کہ ہر قسم کی آیات، نشانیاں اور معجزات دیکھ بھی لیں، تو ایمان سے محروم ہی رہیں گے۔ دوم یہ کہ رشد و ہدایت ان پر آشکارا ہونے کے باوجود، اس کو اختیار کرنے کی توفیق نہیں ہو گی۔ سوم یہ کہ گمراہی کا ہر راستہ وہ اختیار کریں گے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اس سے غفلت برتی ہے۔

انسان جب تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ مزید ترقی نہیں کر پاتا۔ کیونکہ وہ خود کو بہتر تصور کرنے لگتا ہے یوں وہ خود پر ترقی کے راستے بند کر دیتا ہے اور بعض اوقات وہ اس تکبر کی وجہ سے لوگوں سے الگ رہ کر اکیلا اور تنہا رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت عذاب کا وعید ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ عَلَى ٱلنَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ ٱلدُّنْيَا وَٱسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ ﴾[2]

"اور جس دن کافر جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے، (کہا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں اور ان کا فائدہ نہ اٹھا چکے، پس آج تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اس باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کرتے تھے"۔

۱۔ سورہ اعراف:۱۴۶

۲۔ سورہ الاحقاف:۲۰

آیت کریمہ کی تفسیر کے مطابق جس دن کفار کو جہنم میں ڈالا دیا جائے گا، توان کو بتایا جائے گا، کہ تم دنیا میں مزے اٹھا کر آخرت کو بھول گئے تھے اور دنیا کے عیش وعشرت میں اتنے مگن تھے، کہ قیامت کی کوئی غم ہی نہیں کی۔ واحدی فرماتے ہیں، کہ یہ تکبر اور سرکشی دنیا میں بہت عمدہ چیز ہیں، لیکن آخرت میں اس کا بدلہ ملے گا۔ اسی لیے نیک بے تکبر لوگ دنیا میں تلخ زندگی گزارنے کے بعد آخرت میں فلاح پائیں گے اور تکبر کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ اب اپنے تکبر اور بدکاری کی وجہ سے اب ذلت کا عذاب اٹھاؤ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں انسانوں کو عطا فرمائی ہے، یہ سب ان کے لیے آزمائش ہیں۔ انسان کہاں سے ان کا مالک ہو گیا۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ اس قابل بنایا گیا کہ کچھ چیزیں بطور امتحان ان کے تصرف میں دیدی جائیں اور اب اترانے لگا، کہ میں اتنی اتنی چیزوں کا مالک ہوں۔ اللہ کے بندوں کا نہ حق جانا، نہ احساس پیدا ہوا کہ میں کب سے ان چیزوں کا مالک بنا ہوں۔ اس سے پہلے کون اس کا مالک تھا۔ جب اللہ کی طرف سے ان پر کوئی مصیبت آئی ہے، تو اس پر بھی اللہ تعالی کی طرف متوجہ نہیں ہوا، تو ایسے متکبر کا انجام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، کہ اسے اعراض اور ناشکرا بننے کے نتیجے میں جہنم رسید کیا جائے۔

پیغمبر کے ذریعے طلبِ مغفرت سے تکبر

جس طرح بہت سے اچھے اعمال کی وجہ سے انسان کو خدا کی رحمت و مغفرت مل جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سے وجوہات ایسے بھی ہیں، جن کے سبب انسان اللہ تعالی کے عذاب شدید سے بچ جاتا ہے اور استحقاقِ رحمتِ خداوندی حاصل کر لیتا ہے۔ ان میں سے ایک چیز رسولِ خدا ﷺ کے توسط سے بندے کے لیے دعا و استغفار ہے، لیکن تکبر بھی ایک ایسی چیز ہے، جو انسان کو مذکورہ چیزوں کے استحقاق سے محروم کر دیتی ہے، جس طرح منافقین اور کفار و مشرکین اس سے محروم ہو گئے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴾ (۲)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں"۔

اس آیت میں منافقین کی خصلتِ خبیثہ کا ذکر ہے، کہ جو اندر سے ان کے کافر ہونے کی نشاندہی کر رہا ہے۔ ان کا جھوٹ ثابت ہونے، بدکاریاں اور گستاخیاں اشکارا ہونے پر خدا سے گناہوں کی بخشش اور معافی کے لیے دربار رسالت

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/۳۵۱

۲۔ سورہ المنافقون:۵

میں استغفار کے لیے حاضر ہونے کا کہ دیا جاتا تو تکبر کرنے انہیں سر ہلانے اور منہ موڑنے پر آمادہ کرتی اور بڑے بے قدری پر اتر آتے۔ اس ناقدری کا اندازہ درج ذیل آیت سے لگایا جا سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓاْ أَصَٰبِعَهُمْ فِيٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْاْ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّواْ وَٱسْتَكْبَرُواْ ٱسْتِكْبَارًا ﴾[1]

"میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا، انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور پھر بڑا تکبر کیا"۔

تدبر قرآن میں آیت کی تفسیر کچھ یوں ہے:

"اس آیت میں حضرت نوح کی قوم کی انکار اور تکبر کی تصویر پیش کیا گیا ہے۔ حضرت نوح نے کہا۔ کہ جب میں نے میری قوم کو ایک اللہ معبود بنانے اور گناہوں سے توبہ و بخشش کے لیے بلایا۔ تاکہ وہ استغفار کر کے اللہ کی مغفرت کے حق دار بن جائے تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال دی تاکہ ہمیں ان کی بات سنائی نہ دے قوم نوح نے حق کو جانتے ہوئے بھی حق کی مخالفت کر کے تکبر اور سرکشی کی۔ یہ کانوں میں انگلیاں دینا اور اپنے اوپر چادر لپٹنا اور شرک پر ڈٹے رہنا یہ اصل میں ان کے اندر سخت تکبر تھا جس طرح ان لوگوں نے مظاہرہ کیا"۔[2]

مال و دولت کا تکبر

مال و دولت، جاہ منزلت اور اولاد خدا کی نعمتوں میں سے ہیں، ماضی کے متکبرین میں جن کے پاس زیادہ مال و دولت ہوتی تھی۔ وہ غریبوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ مال کے تکبر میں مبتلا ایک مالدار شخص کا قصہ، جس کے باغ کو اللہ نے خاکستر بنا دیا تھا، قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَانَ لَهُۥ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَٰحِبِهِۦ وَهُوَ يُحَاوِرُهُۥٓ أَنَا۠ أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴾[3]

"الغرض اس کے پاس میوے تھے، ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ مضبوط ہوں"۔

۱۔ سورہ نوح:۷

۲۔ مولانا، امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۸/ ۵۹۵

۳۔ سورہ الکھف:۳۴

مولانا عبد الحق تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں دنیا کے مال واسباب پر غرور و تکبر کر کے کبھی کبھی اللہ کی نافرمانی اور الحاد کا نتیجہ کبھی دنیا میں ہی ظاہر ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی یہاں ایک مثال فرما ہے۔ کہ یہ دو آدمی بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے اور دونوں بھائی تھے، ان میں سے ایک نے ان کا دولت و جائیداد اللہ کی راستے میں صرف کیا، اور دوسرا آخرت کا منکر اور مشرک تھا، ان کے پاس بہت عمدہ پھلوں والے باغ اور نوکر چاکر تھے، ایک دن وہ ایک غریب مسلمان بھائی کے ساتھ باغ میں گئے، اور وہاں بجائے شکر کے تکبر کا مظاہرہ کیا، اور دنیا کی ترقی پر قیاس کر کے آخرت میں بھی تجمل و آرائش کی خوائش ظاہر کی۔ اور ان کی باتوں سے آخرت کا انکار بھی ثابت ہوا، تو اس پر اس کے مسلمان بھائی نے اس کو تکبر سے روکنے کا کہا پھر بھی اس نے بات نہیں سنی۔ اور آخر اس پر آسمان کی طرف سے کوئی بھلا نازل ہوئی اور سارا باغ اجڑ گیا جس پر وہ بہت شرمندہ ہوا تب معلوم ہوا کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے"۔[۱]

اکثر اوقات تکبر انسان کی عقل پر پردہ ڈالیتی ہے اور اسے خدا اور اس کے رسول کے دشمنی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ قارون، فرعون، ہامان اور ابو جہل جیسے آج کے بہت سارے متکبرین اختیار و اقتدار، علم اور مال و دولت کے نشے مبتلا، مغرور ربِ تعالی کے مقابلے پر اتر آئے ہیں۔ تکبر کی اس خوفناک بیماری نے قارون کو موسی علیہ السلام کے دشمنی پر آمادہ کیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ قَٰرُونَ كَانَ مِن قَوۡمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيۡهِمۡۖ وَءَاتَيۡنَٰهُ مِنَ ٱلۡكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ بِٱلۡعُصۡبَةِ أُوْلِي ٱلۡقُوَّةِ إِذۡ قَالَ لَهُۥ قَوۡمُهُۥ لَا تَفۡرَحۡۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَرِحِينَ ﴾[۲]

"قارون تھا تو قوم موسیٰ سے، لیکن ان پر ظلم کرنے لگا۔ ہم نے اسے (اس قدر) خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقتور لوگ بمشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے۔ ایک بار اس کی قوم نے کہا کہ اترا مت، اللہ تعالی اترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا"۔

آیت کریمہ کی تفسیر کے مطابق قارون بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا، پھر قارون نے موسیٰ اور ہارونؑ اور بنی اسرائیل کے جو فرمانبردار سردار تھے، ان کی نافرمانی کر کے اس سے مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ سرمایہ دیا تھا، جن کی چابیاں اٹھانے سے بہت زور رکھنے والے آدمی تھکن محسوس کرتے تھے۔ قارون کے اکڑنے پر اس کی اپنی قوم نے بتایا کہ لَا تَفۡرَحۡ اتراؤ نہیں، کیونکہ اللہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔[۳]

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۱۳۶

۲۔ سورہ القصص:۷۶

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/۲۱-۲۲

مذکورہ آیات سے واضح ہوا کہ دیگر اسبابِ تکبر کی طرح مال و دولت بھی تکبر کا سبب بن ہے۔ بعض اوقات زیادہ مال و دولت اور سہولیاتِ زندگی کی بہتات بھی انسان کو تکبر میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ تکبر کے اس وبا سے خود کو بچانے کے لیے بندہ اس بات کا یقین مستحکم کر لیں کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہ مال و دولت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس دنیا سے خالی ہاتھ جانا پڑے گا۔ قبر میں جو چیز کام آئے گی وہ انسان کے نیک اعمال ہوں گے۔

زمین پر اکڑ کر چلنا اور تکبر

لوگوں سے رخسار پھیرنا اور اکڑ کر زمین پر چلنا بھی انسان کو تباہی سے قریب کرنے والے اعمال ہیں، یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اکڑ کر زمین پر چلنے اور انسانوں سے رخ پھیرنے سے منع فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًاۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾[1]

"لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اکڑ کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ پسند نہیں فرماتا"۔

مولانا عبد الحمید سواتی آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ میں اللہ پاک چال میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ زمین پر اتراتے ہوئے نہ چلو، کیونکہ یہ تکبر کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود انکساری اور عاجزی کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے بندوں کو بھی عاجزی کا درس دیتا ہے اور اللہ تکبر و غرور کرنے والوں کو ترجیح نہیں دیتا"۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے، کسی سے ملتے وقت محبت اور احترام سے پیش آنا چاہیے اور بہتر انداز سے ان سے بات چیت کرنی چاہیے۔ کسی غریب انسان کو حقیر جان کر اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کسی کو کم نظر سے دیکھنا اور اس سے رخ پھیرنا تکبر کی علامت ہیں۔ اس عادت سے ہر ایک کو بچنا چاہیے۔

غرور اور انانیت کا انجام

غرور و انانیت جہنم کا راستہ دیکھانے والے اعمال ہیں، اس لیے ان اعمال کے مرتکبین کا ٹھکانہ جہنم بتایا گیا ہے۔ متکبر راہ حق سے روگردانی کر کے ایسی راہ پر چل پڑتا ہے جو سیدھا جہنم تک جاتا ہے اور جہنم ظالموں اور متکبرین کی جگہ ہے جو ان سے بھر دیا جائے گا۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ سورہ لقمان:۱۸

۲۔ مولانا عبد الحمید، معالم القرآن فی دروس القرآن، ۱۵/۸۱

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتْهُ ٱلْعِزَّةُ بِٱلْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُۥ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ ٱلْمِهَادُ ﴾ (۱)

"اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور تعصب اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ ایسے کے لیے بس جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے"۔

آیت کی تفسیر کے مطابق جو آخرت کے دن سے منکر ہے اور دنیاوی مال و اسباب مانگتے رہتے ہیں، تو ہر وہ شخص جس کا یہ وطیرہ ہو کہ ہر بات پر قسم کھائیں، ان کو آخرت کی نعمتوں کا علم اور یقین ہی نہیں، لیکن جب کوئی شخص ان کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہے، تو وہ اور بھی تکبر کرنے لگتا ہے، کیونکہ ان کی اندروں خراب ہوتی ہے۔ ایسے فسادی کے لیے، نافرمان اور متکبر کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جو بہت ہی خراب جگہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنت تکبر اور غرور کرنے والوں کا مہمان خانہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ خاکساری اور عاجزی کرنے والوں کا مہمان خانہ ہے۔ کبر و غرور میں مبتلا انسان جو مستحق لعنت اور ترندہ در گاہ ہوتا ہے، جہنم ان سے بھر دیا جائے گا۔ روز قیامت اان سے کہا جائے گا، جہنم میں داخل ہو جاؤ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَٱدْخُلُوٓا۟ أَبْوَٰبَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَلَبِئْسَ مَثْوَى ٱلْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ (۲)

"پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکبر اختیار کرنے والوں کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے، اور یہ فیصلہ ان کو قیامت والے دن سنایا جائے گا، کہ اب چلو جہنم کے اندر اور ہمیشہ کے لیے اس میں ٹھہرے رہو، جو متکبرین کے لیے بہت بری جگہ ہے۔ یہ ان سزا ہو گی کہ اس بری جگہ ہمیشہ کے لیے رہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑائی کا مالک صرف اللہ کی ذات ہیں اور وہ ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے، جو عاجزی اختیار کرنے والے ہوں، انسانوں سے محبت کرنے والے ہوں۔ وہ اللہ کے مخلوق پر برتری کے خواہاں نہ ہو، غرور و تکبر سے بے زار ہوں پسند و ناپسند میں خدا کے احکامات کے تابع ہوں۔ وہی لوگ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں تکبر جیسی لعنت سے خود کو بچانا نہایت ضروری ہے، تاکہ جہنم کی آگ سے بچا جا سکے۔

۱۔ سورہ البقرہ:۲۰۶

۲۔ سورہ نحل:۲۹

مبحث دوم
کفرِ اعراض

لغوی معنی

اعراض کی لغوی معنی کنارہ کشی، روگردانی، پرہیز، اجتناب، منہ پھیرنا اور انکار کے ہیں۔ سید علی اکبر قریشی لکھتے ہیں:

"اعراض کی معنی روگردانی کے ہیں، درحقیقت یہ اس وجہ سے ہے کہ انسان اس کی مخالف جہت کو اپناتا ہے"۔[۱]

اصطلاحی معنی

اسلام یا حق کی کوئی بات پیش کی جائے، تو اس پر غور نہ کرنا، بلکہ اپنی بات پر قائم رہنا اور حضرات انبیاء کو کسی قسم کی اہمیت نہ دینا چاہے یہ عملی ہو یا قلبی۔ یعنی انبیاء کی بات سن کر منہ موڑنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ عَمَّآ أُنذِرُواْ مُعۡرِضُونَ﴾[۲]

"اور کافر لوگوں کو جس چیز سے خوف دلایا جارہا ہے، اس سے منہ پھیرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض

آیات آیت کی جمع ہے اور قرآن پاک میں یہ لفظ نشانی، دلیل، حکم اور معجزہ کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی آیات کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنے اور اس سے منہ موڑنے والوں کو ظالم کہا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعۡرَضَ عَنۡهَآۚ إِنَّا مِنَ ٱلۡمُجۡرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾[۳]

"اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا، پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا (یقین مانو) کہ ہم بھی گناہ گار سے انتقام لینے والے ہیں"۔

تفسیر حقانی کے مطابق اس آدمی سے زیادہ ظلم اور بدبخت کوئی نہیں ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو درخور اعتنا نہ سمجھیں، اور ان کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اس سے اعراض کرتا ہو، ایسا شخص بہت بڑا گنہگار اور سخت سزا کا حق دار ہیں۔ پھر ہم کیوں ان مجرموں سے بدلہ نہیں لیں گے ہم ضرور بدلہ لیں گے[۴]۔

اس وطیرہ پر گامزن ہونے والوں کے بارے میں سورہ الشعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ قریشی، سید علی اکبر، قاموس قرآن، (اردو مترجم: سید محمد سعید موسوی، دارالتراث القرآنیہ، ۱۴۲۹ھ) ۲/۵۷۹

۲۔ سورہ الاحقاف: ۳

۳۔ سورہ سجدہ: ۲۲

۴۔ حقنی، تفسیر حقانی، ۶/۹۲

﴿ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ ٱلرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُواْ عَنْهُ مُعْرِضِينَ ﴾ (۱)

"اور ان کے پاس رحمان کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی کرنے والے بن گئے"۔

جب رب کریم کی طرف سے ان کو نصیحت کی کوئی نئی خبر آتی تو ایسا نہیں تھا، کہ وہ نصیحت صرف ایک بار آتی، بلکہ وہ نصیحت بار بار نئی سے نئی آتی۔ اگر یہ نصیحت صرف ایک بار آتی، پھر ان کا کیا حال ہوتا، تو یہ اس سے اعراض کر لیتے یعنی انکار کر لیتے۔ اس قرآنی جملے میں ان کے اعراض کا مسلسل بیان ہوا ہے۔ (۲)

کتابِ الٰہی سے اعراض

الہامی کتابوں اور قرآن مجید سے اعراض اور منہ موڑنے کے کئی صورتیں ہیں: ایک صورت ان کتابوں اور قرآن کریم پر ایمان نہ لانا ہے، جس سے انسان کافر قرار پاتا ہے۔ ایک اور صورت ان کتابوں اور قرآن مجید کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنا ہے، اس صورت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُواْ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَٰبِ ٱللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴾ (۳)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا، جنہیں ایک حصہ کتاب کا دیا گیا ہے، وہ اپنے آپس کے فیصلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں، پھر بھی ایک جماعت ان سے منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے"۔

تفسیر حقانی میں آیت کی وضاحت کچھ یوں ہے:

"اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کی ایک بری عادت کو بیان کیا رہا ہے۔ اور اس کی سبب بھی بتایا گیا ہے۔ ان کو جو مذہبی کتاب تورات ملی تھی۔ اس میں بھی ان لوگوں نے تحریف کی تھی۔ جن کے بھروسہ پر وہ ایسا کرتے تھے۔ انکی جو بری عادت تھی۔ وہ یہ کہ جب ان کے آپس میں کوئی جھگڑا ہوتا۔ تو ان کی فیصلہ کے لیے جب ان کو قرآن کی طرف فیصلہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہا جاتا۔ کہ جو اللہ کی کتاب میں ہے۔ اس کو مانو تو اس پر بھی ان کا ایک فریق مُّعْرِضُوْنَ یعنی منہ موڑ کر چلے جاتے تھے۔ کتب حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ یہود میں ایک مرد اور عورت شریف اور دولتمند نے زنا کیا یہود کے علماء نے دولت کا لحاظ کر کے اصلی حکم جاری کرنے کا بہانہ کیا۔ اور ان کے درمیان جھگڑا ہونے لگا۔ تو یہود فیصلہ کرنے نبیؐ کے پاس تشریف لے گئے یہودی عالم عبد اللہ بن صور بھی آیا تو رسول نے فرمایا۔ کہ قرآن میں اس کا یہ حکم ہے۔ کہ پتھروں سے ان کو مارو اور یہی حکم تورات میں بھی ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تورات لاؤ، جب اس مقام کو نکالا۔ تو عبد اللہ نے اس پر انگلی رکھ کر چھپایا۔ تو آپ نے عبد اللہ

۱۔ سورہ الشعراء:۵

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۳۲۲

۳۔ سورہ آل عمران:۲۳

کا ہاتھ اٹھا کر وہ آیت پڑھی۔ تو اس میں یہی حکم تھا۔ تب آپؐ نے پتھروں سے مارنے کا حکم دیا۔ تو اس پر یہود اور ان کے علماء بہت ناراض ہو گئے۔ اور اکڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ جب اس قرآن کے بارے میں ان کا یہ حال ہے۔ جس کو بر حق کتاب سمجھتے ہیں، پھر قرآن کے بارے میں ان کا کیا خیال ہو گا"۔ (۱)

قرآن مجید کی ہر آیت پر ایمان لانا فرض ہے اگر انسان جان بوجھ کر کسی ایک آیت کا انکار کر کے اس میں شک کرے، تو اس سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید سے اعراض کی ایک اور صورت قرآن کے احکام اور مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا بھی اعراض ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اس شخص سے بھی کوئی بڑا ظالم ہو سکتا ہے، جس کو اللہ کی آیتوں سے نصیحت کی جائے، پھر وہ ان سے منہ موڑ لیں، بے شک ہم گناہ گاروں سے انتقام لیں گے (۲) "۔

مشرکوں اور کافروں کے اعراض کو یہاں پر اللہ تعالی نے بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی آیات اور احکامات سنی ان سنی کر دینا بھی اعراض ہے، اس لیے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ سزا کا ہے، جنہیں ضرور سزا دی جائے گی۔ اس اعراض اور روگردانی کی سزا صرف اس زندگی تک محدود نہیں بلکہ اگلی زندگی میں بھی بھگتنی ہو گی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ وِزْرًا ﴾ (۳)

"جو قرآن سے روگردانی کرتا ہے، روز آخرت اپنے اس گناہ کا بوجھ اٹھائیں گے"۔

آیت کی تفسیر کی رو سے امتِ محمد (ﷺ) کو گذشتہ لوگوں کے تذکرے سنائیں جا رہے ہیں اور انہیں بتایا جا رہا ہے، کہ یہ محض سابقہ قوموں کے تذکرے نہیں، جنہوں نے اپنی کتابوں سے روگردانی کی۔ ہم نے تمہیں قرآن مجید جیسے متبرک کتاب سے نوازا ہے، جو اس پر عمل پیرا نہیں ہوا، اور جنہوں نے اس پر ایمان نہیں لایا، وہ اس سے معرض ہے۔ وہ قیامت کے دن ضرور اپنا بھاری بھر کم بوجھ خود اٹھائیں گے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے اعراض

اللہ تعالی پر یقین رکھنے کے ساتھ نبی اکریم ﷺ کو آخری نبی ماننا بھی لازم ہے۔ جو اللہ کے نبی کو نہیں مانتا، اللہ تعالی سے انکار کے مترادف ہے کیو کہ نبی کریم ﷺ کے تعلیمات در اصل اللہ تعالی ہی کے تعلیمات ہیں اس سے روگردانی اللہ تعالی کے احکام سے اعراض ہے۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۱۳۵/۳

۲۔ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَـٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَآ ۚ إِنَّا مِنَ ٱلْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴾ (سورہ سجدہ: ۲۲)

۳۔ سورہ طٰہٰ: ۱۰۰

﴿ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهۡتَدُواْۚ وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلۡبَلَٰغُ ٱلۡمُبِينُ ﴾ (۱)

"کہہ دیجئے کہ اللہ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول (ﷺ) کے ذمے تو صرف وہی ہے، جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جوابدہی ہے، جو تم پر رکھا گیا ہے۔ ہدایت تو تمہیں اس وقت ملے گی جب رسول (ﷺ) کی ماتحتی کرو۔ سنو رسول (ﷺ) کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے"۔

مولانا عبد الحق حقانی کے تفسیر کے مطابق اللہ کے حکم کے ساتھ رسول ﷺ کا حکم مانو، کیونکہ جو تعلیمات وہ تمہیں دیتا ہے، وہ اصل میں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ اگر آپ رسول ﷺ کے حکم ماننے سے انکار کروگے، تو رسول ﷺ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ وہ اپنا پیغام تمہیں پہنچا چکا ہے، اس پر عمل کرنا آپ کا فرض ہے۔ اگر آپ رسول ﷺ کے حکم کو مانوگے، تو کامیابی پاؤگے اور رسول ﷺ کا کام صرف اللہ کے احکام اس کے بندوں تک پہچانا اور واضح کر کے بتانا ہے۔ (۲)

اس ضمن میں کسی کا زبانی جمع خرچ کافی نہیں ہے، عملاً اس کا مظاہرہ بھی کرنا پڑے گا، جیسا کہ آنے والی آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے:

﴿ وَيَقُولُونَ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلرَّسُولِ وَأَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٞ مِّنۡهُم مِّنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَۚ وَمَآ أُوْلَٰٓئِكَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ إِذَا فَرِيقٞ مِّنۡهُم مُّعۡرِضُونَ ﴾ (۳)

"اور (اے رسول!) منافقوں کا یہ کہنا ہے، کہ ہم اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور فرمانبردار بھی ہو گئے، مگر اس کے بعد بھی ان کا ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے اور وہ تو سرے سے ایمان ہی نہیں لائے تھے اور جبکہ وہ اللہ اور رسول کی جانب باہم فیصلہ کے لیے بلائے جاتے ہیں، تو بھی ایک فریق ان میں سے منہ موڑ لیتا ہے۔"

مولانا عبد الحق حقانی کے تفسیر کے مطابق:

قرآن حکیم ان گمراہ ظالموں کی حالت کو اس آیت مبارکہ میں بیان کرتا ہے، جو ظلم میں مبتلا ہے، جو ان ظلمات کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی سی باتوں میں بھی رسول ﷺ کی پیروی سے دل چراتے ہیں اور بہانے بناتے ہیں۔ ان آیات میں مدینہ کے رہنے والے منافقین کی طرف اشارہ ہے، جو منہ سے ایمان اور فرمانبرداری کا دعویٰ کرتے تھے، لیکن جب موقع آتا۔ تو منہ موڑ لیتے۔ جن سے صاف پتہ چلتا ہے، کہ اصل میں وہ مومن نہیں، بلکہ منافق ہے اور جب ان کے کسی باہمی فیصلہ کے لیے اللہ اور رسول کی طرف کہلا کر بلایا جاتا ہے، تو ایک گروہ منکر ہو کر اعراض کرتا۔ اگر ان کو یہ

۱۔ سورہ نور: ۵۴

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۵/۲۹۸

۳۔ سورہ نور: ۴۷-۴۸

معلومات ہو جائیں کہ فیصلہ شرعی قوانین کے مطابق ہونا ہے، تو بھاگ کر آتے ہیں اور اگر فیصلہ ان کے حق میں نہ ہو تو ہو تو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ سے دور بھاگتے۔[۱]

مذکورہ آیات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی اطاعت اصل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہر حکم کو ماننا مسلمان کے لیے فرض اور ضروری ہے، بالکل اسی طرح نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی ہر بات کو ماننا بھی لازمی ہے[۲]۔ زندگی کے سارے معاملات میں حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی پیروی اختیار کرنا اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہی دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔ حامل قرآن اور صاحب وحی ہونے کی حیثیت سے جو کچھ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے فرمایا، وہی خدا کا فیصلہ اور امر ہے۔ اس سے منہ پھیرنا اور اس سے انکار کرنا اللہ تعالیٰ سے منہ پھیرنے کے برابر ہے۔

اللہ کے حق عطایا سے اعراض

خداوندِ کریم نے انسانوں کو مختلف انواع و اقسام کے نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ ان نعمتوں کا حساب و کتاب رکھنا دشوار ہے، جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾[۳]

"اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے۔ اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انھیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے"۔

اس کے باوجود انسان ناشکرا ہے، کہ رب کے بے حساب احسانات کو فراموش کر بھٹتا ہے، جیسا کہ آنے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے:

﴿فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُم مِّن فَضْلِهِۦ بَخِلُواْ بِهِۦ وَتَوَلَّواْ وَّهُم مُّعْرِضُونَ﴾[۴]

"اور جب انہیں اللہ نے اپنی رحمت سے نوازا، تو وہ کنجوس ہو گئے، اور منہ پھیر لیا"۔

تذکیر القرآن آیت کریمہ کی تفسیر کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"وہ شخص اللہ کی نظر میں منافق ہے۔ جو پہلے مال و دولت کے لیے اللہ سے دعائیں کرے اور جب اللہ اسے مال عطا کرے تو وہ اپنے مال میں اللہ کا حق نکالنا بھول جائے۔ یعنی زکواۃ دینے سے انکار کریں۔ پہلے وہ ان بندوں کے بارے

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۲۹۸/۵

۲۔ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورة الحشر: ۷)

۳۔ سورۃ ابراھیم: ۳۴

۴۔ سورۃ توبہ: ۷۶

میں برا بھلا کہتا ہے، کہ یہ اللہ کے بندے غلط کاموں میں مال کو برباد کرتے ہیں۔ اگر اللہ نے مجھے دولت دی تو میں اس کو خیر کے کاموں میں خرچ کروں گا، مگر جب اللہ کی طرف سے اس کے پاس مال آتا ہے تو اس کی نفسیات بدل جاتی ہے۔ وہ اپنی کہی ہوئی بات کو بھول جاتا ہے کہ پہلے کن جذبات کا اظہار کیا تھا۔ اب وہ مال کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھ کر تنہا اس کا مالک بن جاتا ہے۔ خدا کا حق ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے"۔[۱]

احسان فراموشی کے نتیجہ میں تباہی کا ایک واقعہ سیل العرم؛ قومِ سبا کا ذکر ہوا ہے، جس کے پاداش میں اللہ تعالی نے ان سے اپنی نعمتیں چھین لی تھیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَعْرَضُواْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ ٱلْعَرِمِ وَبَدَّلْنَٰهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَىْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴾[۲]

"پس انہوں نے (منہ موڑلیا) سرکشی کی، پھر ہم نے ان پر سیلاب والا بند کا پانی چھوڑا، اوران کے ان دو باغوں کے بالعوض اور دو باغات بد ذائقہ پھلوں کے اور جھاؤ کے اور کچھ کم سی بیریوں سے بدل دیتے ہیں"۔

آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا عبد الحق حقانی لکھتے ہیں:

"اس آیت میں فَاَعْرَضُوْا اعراض شکر گزاری سے انکار کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری اور نیکی کی کاموں کی بجائے کفر و بدکاری میں مبتلا ہوگئے۔ اصل میں انسان کی یہ خصلت ہے۔ جب مصیبت کے بعد اس پر کوئی آسانی یا خوشی آتی ہے، تو چند دنوں کے گزرنے کے بعد وہ واپس اس مصیبت کو بھول کر بدکاری کی طرف دھیان کر جاتا ہے۔ اور جو نعمت اللہ کی طرف سے ان کو ملی ہوتی ہے، ان کو باپ دادا کا میراث سمجھ کر ان کو معمولی چیز تصور کرنے لگتے ہیں۔ الْعَرِمِ سے مراد پتھروں کا بنا ہوا بند ہے۔ لوگوں کی سرکشی اور اعراض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بند کا پانی چھوڑا اس بند کے ٹوٹنے سے باقی بند بھی ٹوٹ گئے، اور سینکڑوں کھیت تباہ ہوگئے۔ وہ باغ بھی جن میں انگور اور طرح طرح کے میوے تھے۔ تباہ و برباد ہوگئے اور ان کے ان دو باغوں کے بدل میں ہم نے ان لوگوں کو دو اور کڑوے بدمزہ اور جھاؤ اور بیریوں کے درخت دیے۔ فراش اور سدر بیری کے دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ بیری جو باغوں میں لگائی جاتی ہے۔ ان کے بیر عمدہ یعنی بہت مزہ دار ہوتے ہیں۔ ایک جنگلی بیر جس کو جھڑ بیر بھی کہتے ہیں، اس کے بیر بد ذائقہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے یہاں سدر کے بعد قلیل کا لفظ آیا ہے"۔[۳]

اللہ تعالی کے نعمتوں کی ناقدری کے نتیجہ میں قومیں برباد ہوئی ہیں اور نشانِ عبرت بن گئی ہیں، لیکن انسان کم ہی ان واقعات کی طرف توجہ کرتا ہے۔ حالانکہ ان واقعات کو عبرت پذیری کے لیے بیان کیا گیا ہے، تاکہ ان سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے

۱۔ خان، وحید الدین، تذکیر القرآن (نئی دہلی، مکتبہ الرسالہ) ۱/ ۴۹۴-۴۹۵

۲۔ سورہ سباء:۱۶

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۶/ ۱۴۸-۱۴۹

مستقبل کو بہتر کریں، تاہم حقائق و واقعات بتاتے ہیں، کہ کم ہی لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید نشاندہی کرتا ہے:

﴿قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (۱)

"تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو"۔

خلاصہ

کفر تکبر اور کفر اعراض سے متعلق قرآن کریم کی آیتوں کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلا کہ اللہ پاک غرور و تکبر کو انتہائی ناپسند فرماتے ہیں اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ پہلی امتوں نے تکبر اور اعراض کے پاداش میں بڑا خسارہ اٹھایا۔ جس کی بدولت انہوں نے اللہ تعالیٰ، انبیاء اور روز آخرت کا انکار کر کے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے۔ مال و دولت پر غرور و تکبر کر کے انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ تکبر کو سخت ناپسند کرتا ہے اور تکبر کرنے والوں کے لیے ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے۔ اسلام، حق اور انبیاء کے باتوں کو غور سے نہ سننا اور اپنی بات پر قائم رہنا، یعنی انبیاء کی باتوں سے منہ موڑنا کفر اعراض ہے۔ جو بھی کتاب الٰہی ، نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اعراض کرے گا۔ وہ قیامت کے دن ضرور اپنا بھاری بھر کم بوجھ خود اٹھائیں گے۔

ا۔ سورہ النمل:۶۲

فصل سوم: کفر نفاق اور اقسام

مبحث اول: نفاقِ اعتقادی اور صورتیں

مبحث دوم: نفاقِ عملی اور صورتیں

مبحث اول

نفاقِ اعتقادی اور صورتیں

لغوی مفہوم

لفظ نفاق نَافَقَ کا مصدر ہے، جس کے معانی دشمنی، عداوت، نفرت بے زاری، پھوٹ، ناچاقی ،اختلاف ، بگاڑ، حسد، منافقت، دوغلاپن، دورخی، کفر کو دل میں رکھنا اور زبان سے ایمان کا ظاہر کرنے کے ہیں۔

ابن فارس لکھتے ہیں:

" (نَفَقَ) النُّونُ ،وَالْفَاءُ، وَالْقَافُ، أَصْلَانِ صَحِيحَانِ، يَدُلُّ أَحَدُهُمَا، عَلَى انْقِطَاعِ شَيْءٍ ،وَذِهَابِهِ، وَالْآخَرُ عَلَى إِخْفَاءِ ،شَيْءٍ وَإِغْمَاضِهِ"[1]۔

"نفاق(ن،ف،ق) کے دونوں مصدر صحیح الاصل ہیں،ان میں سے ایک کسی چیز کے منقطع اور غائب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا کسی چیز کے اخفا اور غموض پر۔"

اصطلاحی مفہوم

نفاق اصل میں لوگوں کے ظاہر اور باطن میں تضاد کو کہتے ہیں، زبان پر کچھ اور ہو اور دل میں کچھ اور ہو۔ یہ نفق لفظ سے نکلا ہے جس کی معانی سرنگ کے ہیں، جس کے دو منہ ہوتے ہیں۔ اردو میں اسے ہم دوغلاپن کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی نفاق کی اصطلاحی معنی یوں لکھتے ہیں:

"النِّفَاقُ وهو الدّخولُ في الشَّرْعِ من بابٍ والخروجُ عنه من بابٍ، أي: الخارجون من الشَّرْعِ وجعل اللّهُ المنافقين شرّاً من الكافري "[2]۔

"نفاق: شریعت میں ایک باب سے اندر داخل ہونا اور دوسرے باب سے نکلنا[3] (مختصر شرعی معنی دورخاپن ہے)، جو لوگ شریعت سے نکل جاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے منافقوں کو کافروں سے بدتر قرار دیا ہے"۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ منافقین کو تنبیہات کی گئی ہے، لیکن ایک جگہ سخت وعید ان الفاظ میں سنائی ہے:

﴿إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ فِي ٱلدَّرۡكِ ٱلۡأَسۡفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيرًا﴾[4]

"منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے۔ ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے"۔

۱۔ ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ۵/ ۴۵۴

۲۔ امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ۲/ ۳۱۹

۳۔ اس مفہوم پر قرآن مجید کی آیت: ﴿إِنَّ الْمُنافِقِينَ هُمُ الْفاسِقُونَ﴾(سورہ التوبہ:۶۷)۔ دلالت کرتی ہے۔

۴۔ سورہ النساء:۱۴۵

ایک جگہ منافقین کو فاسق کہہ کر قرآن مجید نے ان کو پکارا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴾[1]

"بیشک منافق ہی فاسق و بدکردار ہیں"۔

یہاں "فاسقون" شریعت سے خارج ہونے ولوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

شرعی مفہوم

"شرعی اصطلاح میں نفاق اور منافقت ایسی دو طرفہ اصطلاحات کا نام ہے، جن میں کوئی شخص اپنی لسان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ڈھونگ سے نماز ادا کرتا ہے، لیکن دل میں کفر چھپا رکھتا ہے اور اسلام کے مخالف عقائد رکھتا ہے۔ ایسے انسان کو شریعت کی اصطاح میں منافق کہتے ہیں"۔[2]

اسلامی اصطلاح میں منافق شخص سے مراد ایسا شخص ہے، جو زبان سے ایمان یعنی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، لیکن دل میں کفر کو چھپائے رکھے۔ یعنی اس کے دل میں کفر و شرک کا شر مخفی ہوں، جیسا کہ دور نبوت میں پائے جانے والے منافقین کا کفر تھا۔ اس عمل کو نفاق اس لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ ایسا شخص اسلام میں ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جاتا ہے۔ نفاق کفر ہی کی ایک قسم ہے۔ امام بغوی کفر نفاق کے بارے میں کہتے ہیں:

"وَأَمَّا كُفْرُ النِّفَاقِ فَهُوَ أَنَّ يُقِرَّ بِاللِّسَانِ وَلَا يَعْتَقِدَ بِالْقَلْبِ، وَجَمِيعُ هَذِهِ الْأَنْوَاعِ سَوَاءٌ فِي أَنَّ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى بِوَاحِدٍ مِنْهَا لَا يُغْفَرُ لَهُ"[3]۔

"جہاں تک کفر نفاق کا تعلق ہے، تو یہ زبان سے اقرار اور دل سے ایمان نہ لانے پر مشتمل ہے اور یہ سب انواع یکساں ہیں کہ جو بھی شخص ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی اللہ سے ملے گا، اس کی بخشش نہیں ہو گی۔"

نفاق کی اقسام

نفاق ایک خطرناک مرض ہے، اس کی تمام جوانب سے علماء نے بحث کیا ہے اور اس کی خطرات کو آشکارا کرتے رہے ہیں، ابو محمد مصری لکھتے ہیں:

" قسم العلماء النفاق إلى قسمين :

١ – اعتقادي . وهو إبطان الكفر ، وإظهار الإسلام . وهذا مخرج من الملة . وإذا ثبت على صاحبه وأظهره ، واستتيب فلم يتب حكم بردته .

٢ – عملي . وشعبه كثيرة جداً ، منها ما ذكره الله في سورة التوبة وسورة المنافقين وغيرهما ، وذكرها النبي

١۔ سورہ التوبہ: ٦٧۔

٢۔ علی محمد، نوار البیان، فی حل لغات القرآن، (اہور: مکتبہ سید احمد شہید ل)، ۴/ ۳۰۳

٣۔ التفسیر البغوی، ١/ ٦۴

ﷺ في أحاديثه.ويكون أشد المنافقين أكثرهم اتصافاً بها، ويزيد النفاق وينقص بحسب الاتصاف بهذه الصفات" (۱)

علماء نے نفاق کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ نفاق اعتقادی اور نفاق عملی۔ اعتقادی نفاق کفر چھپا کر رکھنا اور اسلام کا اظہار کرنا۔ یہ نفاق بندے کو اسلام سے خارج کر تا ہے۔ جب کسی شخص سے صادر ہو جائے اور توبہ نہ کریں، تو اس پر مرتد کا حکم لاگو ہو گا۔

عملی نفاق کے بہت سارے شعبے ہیں، ان میں سے کچھ سورت توبی اور کچھ سورتِ منافقین وغیرہ اور احادیث بنویہ میں میں ذکر ہیں۔ سخت ترین منافق وہی ہو گا، جس میں یہ صفات کثرت سے پایا جائے۔ اسی طرح نفاق ان صفات کے حساب سے بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

اسی طرح نفاق اعتقادی کو نفاق اکبر یعنی کفر بھی کہا جاتا ہے اور عملی نفاق کو نفاق اصغر بھی کہا جاتا ہے۔

امام حافظ ابن کثیرؒ نفاق اور اس کے اقسام کے بارے میں فرماتے ہیں:

''النِّفَاقُ هُوَ إِظْهَارُ الْخَيْرِ وَإِسْرَارُ الشَّرِّ، وَهُوَ أَنْوَاعٌ اعْتِقَادِيٌّ وَهُوَ الَّذِي يَخْلُدُ صَاحِبُهُ فِي النَّارِ وَعَمَلِيٌّ وَهُوَ مِنْ أَكْبَرِ الذُّنُوبِ كَمَا سَيَأْتِي تَفْصِيلُهُ''(۲)

''نفاق اس رویے کا نام ہے جس میں خیر کو ظاہر کرنے کا اظہار کیا جاتا ہے اور شر کو چھپایا جاتا ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں ایک قسم اعتقادی ہے یہ وہ قسم ہے جس کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور ایک قسم کا نفاق عملی نفاق ہے جس کا تعلق کبیرہ گناہوں سے ہیں''۔

امام حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وَالنِّفَاقُ لُغَةً مُخَالَفَةُ الْبَاطِنِ لِلظَّاهِرِ فَإِنْ كَانَ فِي اعْتِقَادِ الْإِيمَانِ فَهُوَ نِفَاقُ الْكُفْرِ وَإِلَّا فَهُوَ نِفَاقُ الْعَمَلِ وَيَدْخُلُ فِيهِ الْفِعْلُ وَالتَّرْكُ وَتَتَفَاوَتُ مَرَاتِبُهُ"(۳)۔

''لغوی طور پر نفاق ظاہر اور باطن کے تضاد کو کہتے ہیں۔ اگر یہ تضاد عقیدہء ایمان میں پایا جائے، تو یہ نفاقِ کفر (نفاق اکبر) ہے۔ اگر نفاق اکبر نہ ہو تو یہ نفاق عملی ہے۔ نفاق عمل کا تعلق کسی کام کے کرنے، چھوڑنے سے ہو تا ہے اور اس نفاق کے کئی درجات ہیں''۔

اعتقادی نفاق (نفاق اکبر)

اصطلاح شریعت میں اعتقادی نفاق یا نفاق اکبر سے مراد یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر اپنے اعمال واقوال سے خود کو مسلمان ظاہر کرے، لیکن اس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ اپنے طور وطریق سے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرے جس

۱۔ أرشيف ملتقى أهل التفسير... مع خالص شكرى.أبو محمد المصرى www.aldahereyah.net،٤\٢١٤٩.

۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۱/۱۷۶

۳۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، فتح الباری، الاہور: المکتبہ سلفیۃ، ۱/۸۹

طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دور میں مدینہ کے منافقین اسلامی حکومت کے خوف سے اور بعض دنیاوی فوائد کی وجہ سے اپنا کفر چھپاتے تھے اور اہل ایمان کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان کرتے تھے۔ قرآن پاک میں ان لوگوں کے بارے میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ یہ مومن نہیں [1] بلکہ منافق ہیں اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہیں۔ جہاں وہ ساری عمر رہیں گے۔ وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں یہ سزا پائیں گے [2]۔ قرآن مجید میں ان مسلمانوں میں سے ہونے کی نفی کی ہے، جن کے متعلق سورت توبہ اور دیگر سورتوں میں واضح احکامات ذکر ہیں، جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَحۡلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنَّهُمۡ لَمِنكُمۡ وَمَا هُم مِّنكُمۡ وَلَٰكِنَّهُمۡ قَوۡمٞ يَفۡرَقُونَ﴾ [3]

"اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل میں یہ ڈرپوک لوگ ہیں"۔

قرآن مجید نے منافقوں کے بارے میں صاف صاف بیان فرمایا ہے کہ یہ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں اور یہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔ منافقین دوزخ کے سب سے آخری والے حصہ میں سزا پائیں گے۔ اعتقادی نفاق جو نفاق کی بدترین قسم ہے۔ ظاہراً اقرار و اطاعت کے ساتھ دل میں یقین نہ ہو، تو اس کو قرآن کی اصطلاح میں نفاق کا نام دیا ہے۔ نفاق کو ظاہری کفر سے زیادہ سخت گناہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں منافقین کو کفار سے بدترین کہا ہے۔ [4]

منافقین کا خدا کے قدرت سے انکار

منافقین کی بہت بری عادت تھی کہ وہ خدا کے قدرت سے انکار کرتے تھے۔ بدگمانی کی باتیں کرتے تھے اصل میں منافقین ہر بات کو دل میں چھپا کر رکھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کے دھندوں کو واضح کر دیتا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَطَآئِفَةٞ قَدۡ أَهَمَّتۡهُمۡ أَنفُسُهُمۡ يَظُنُّونَ بِٱللَّهِ غَيۡرَ ٱلۡحَقِّ ظَنَّ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلۡأَمۡرِ مِن شَيۡءٖۗ قُلۡ إِنَّ ٱلۡأَمۡرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِۗ يُخۡفُونَ فِيٓ أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبۡدُونَ لَكَۖ يَقُولُونَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلۡأَمۡرِ شَيۡءٞ مَّا قُتِلۡنَا هَٰهُنَاۗ قُل لَّوۡ كُنتُمۡ فِي بُيُوتِكُمۡ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقَتۡلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمۡۖ وَلِيَبۡتَلِيَ ٱللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمۡ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمۡۚ وَٱللَّهُ عَلِيمُۢ

۱۔ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ () يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورہ البقرۃ:۸-۹)

۲۔ ﴿إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ فِي ٱلدَّرۡكِ ٱلۡأَسۡفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيرًا﴾ (سورہ النساء:۱۴۵)

"بے شک منافقین جہنم کے زیریں ترین اور بدترین حصے میں ہونگے۔ ناممکن ہے، کہ آپ ان کا کوئی مددگار پائیں"۔

۳۔ التوبہ:۵۶

۴۔ دیکھئے: تفسیر حقانی، سورہ النساء:۱۴۵

بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَلَّوۡاْ مِنكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡتَقَى ٱلۡجَمۡعَانِ إِنَّمَا ٱسۡتَزَلَّهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُواْۖ وَلَقَدۡ عَفَا ٱللَّهُ عَنۡهُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٞ ﴾ (۱)

"ہاں کچھ وہ لوگ بھی تھے کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناحق جہالت بھری بدگمانیاں کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے، کہہ دیجئے کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ لوگ اپنے دلوں کے بھید آپ کو نہیں بتاتے، کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ آپ کہہ دیجئے گو تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا، وہ تو مقتل کی طرف چل کھڑے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سینوں کے اندر کی چیز کا آزمانا اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اس کو پاک کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید سے آگاہ ہے۔ تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی، جس دن دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے پر آ گئے، لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تحمل والا ہے"۔

عبدالحق حقانی صاحب آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

اللہ پاک نے مسلمانوں پر دکھ کے بعد چین و سکون کی کیفیت طاری کی۔ حضرت ابو طلحہ کہتے ہیں کہ نیند کی کیفیت یہ تھی۔ کہ میرے ہاتھ سے تلوار بار بار گر پڑتی تھی۔ اس نیند کے بعد اہل اسلام کی ساری تھکاوٹ دور ہو گئی۔ پھر جب ان لوگوں نے دوبارہ حملہ کیا۔ تو مشرکین بھاگ گئے۔ اور جو منافق تھے۔ ان کو اپنی جانوں کی فکر میں نیند نہیں آئی اور وہ جو جاہل تھے۔ وہ اللہ سے بدگمانیاں کر رہے تھے۔ کہ اگر ہمیں کوئی اختیار ہوتا یا ہمارا کہنا مان کر نبی ﷺ مدینہ سے باہر جا کر نہ لڑتے مدینہ کے اندر ہی لڑتے۔ تو ہم نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جن کے تقدیر میں جدھر موت لکھی ہوتی ہے۔ ادھر جا کر اس نے مرنا ہو گا۔ اگر وہ گھر بیٹھے بھی تو ان کو موت آ جاتی۔ ان باتوں سے تو اللہ صرف ان کو آزمارہا تھا، کہ ان کے دلوں میں منافقت ہے یا ایمان۔ اس امتحان کا اللہ کو کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اللہ دلوں کی باتوں سے بھی باخبر ہے۔ (۲)

بعض منفقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَقَالُواْ لِإِخۡوَٰنِهِمۡ إِذَا ضَرَبُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ أَوۡ كَانُواْ غُزّٗى لَّوۡ كَانُواْ عِندَنَا مَا مَاتُواْ وَمَا قُتِلُواْ لِيَجۡعَلَ ٱللَّهُ ذَٰلِكَ حَسۡرَةٗ فِي قُلُوبِهِمۡۗ وَٱللَّهُ يُحۡيِۦ وَيُمِيتُۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ ﴾ (۳)

۱۔ سورہ آل عمران: ۱۵۴-۱۵۵

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/ ۱۸۳-۱۸۴

۳۔ سورہ آل عمران: ۱۵۶

”اے مسلمانوں ایمان لاؤ، ان کفار کی طرح نہ بنو، جو سفر یا جہاد میں اپنے بھائیوں سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر وہ ہم سے نہ جاتے ادھر رہتے۔ تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے۔ (یہ وہ الفاظ ہیں جو وہ کہتے ہیں) تو خدا اس معاملے کو ان کے دلوں میں ندامت پیدا کرتا ہے، جلاتا ہے اور مار ڈالتا ہے۔ وہی خدا ہے، خدا اس کو خوب دیکھتا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو۔“

کا الذین کفروا سے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ہمنوا منافقین مراد ہیں۔ اس مبارک آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کفار و منافقین کے طور طریقے اختیار کرنے سے منع کرتا ہے کہ تم ایسے کمزور اعتقاد اور سازو سامان پر بھروسہ کرنے والے نہ بنو جیسا کہ خدا کے قدرت کے انکار کرنے والے لوگ۔ جو اپنے دینی یا نسبی بھائیوں سے ان لوگوں کے بارے میں جو تجارت یا جہاد کے لیے سفر پر جاتے۔ پھر اس دوران اللہ کی رضا سے ان کو موت آ جاتی۔ تو کہتے ہیں اگر یہ لوگ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے۔ ان فضول باتوں سے صرف ان کے دل میں پشیمانی اور افسوس پیدا ہوتا ہے۔ جو روحانی عذاب اور فائدہ نہ دینے والی چیز ہے۔ اس سے ان کی مصیبت میں اور اضافہ ہو گیا۔ موت کا دن مقرر ہے اللہ ہی مارتا ہے۔ ہر جگہ اللہ موت کی سبب پیدا کر سکتا ہے۔ اور قتل کے موقع پر اللہ بچا بھی سکتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب نظر آ رہا ہے۔ [1]

منافقین کے دلوں میں چھپا کفر

منافقین ظاہر میں حق کا دعویٰ کرتے تھے جبکہ ان کے اندر کفر تھا۔ وہ ہر وقت نبی کریم ﷺ کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا سوچتے رہتے تھے تو ان کی اس منافقت کو اللہ نے ظاہر کرنا تھا۔ اس حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ قَـٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدْفَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَـٰكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَـٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴾ [2]

”اور اس لیے بھی کہ خدا کو ایمانداروں اور منافقوں کو معلوم کرنا تھا۔ ان کو حکم دیا گیا کہ دشمنوں سے اللہ کی راہ میں لڑنے اور ان کو دفع کرنے آؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لڑائی جانتے، تو تمہارے ساتھ نہیں چلتے اس دن وہ ایمان سے زیادہ کفر کے نزدیک تھے، جو ان کے دلوں میں نہیں وہ کہتے ہیں جو یہ دل میں چھپائے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے“۔

آیت کریمہ میں اللہ جل جلالہ مومنین و منافقوں کی کیفیت کو واضح فرما کر ان کا امتحان لے رہا تھا۔ الذین نافقو سے مراد عبد للہ بن ابی اور ان کے ساتھی جو واقعہ احد سے پہلے ذلیل ہوئے تھے۔ جب نبی ﷺ جنگ کے لیے نکلے تو

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/۱۸۵

۲۔ سورہ آل عمران: ۱۶۷

عبد اللہ بن ابی سمیت تین سو لشکر کے ساتھ واپس چلنے لگا تو حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن حزام انصاری نے اسے سمجھایا کہ تو ہمیشہ سے اسلام کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ آج مشکل پڑنے پر چھوڑ کر جارہے ہو اب اللہ کی راہ میں لڑو اگر لڑنا نہیں ہے، تو شہر مدینہ اور مسلمان بھائیوں کی گھروں کی دفاع کرو، عبد اللہ بن ابی نے مومنین سے کہا مجھے لڑنا نہیں آتا، تو انہوں بطور طنزیہ جواب دیا کہ جب میں نے مشورہ دیا آپ لوگوں نے کیوں نہیں مانا، جن لوگوں کے مشورہ کو آپ لوگوں نے ترجیح دی ابھی وہی لوگ لڑیں، تو اس پر اللہ فرماتا ہے کہ منافقین اس دن حق کی بنسبت کفر کے بہت نزدیک تھے، کیونکہ ان کے بھاگنے سے کفر کو مدد ملی اور وہ صرف زبان سے مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن ان لوگوں نے دلوں میں کفر کو چھپا رکھا تھا۔ حالانکہ اللہ کو سب معلوم ہے۔[1]

منافقین مسلمانوں کے ساتھ بالکل مخلص نہیں تھیں۔ وہ ہر وقت اس سوچ میں ہوتے تھیں کہ کس طرح اہل ایمان کو پریشان کیا جائے۔ وہ ہر وقت ان میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ لِإِخْوَٰنِهِمْ وَقَعَدُوا۟ لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا۟ ۗ قُلْ فَٱدْرَءُوا۟ عَنْ أَنفُسِكُمُ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴾[2]

"یہ وہ لوگ ہیں، جو خود بھی بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی بابت کہا کہ اگر وہ بھی ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے کہہ دیجئے! کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی جانوں سے موت کو ہٹا دو"۔

آیت کریمہ میں لِإِخْوَٰنِهِمْ سے مراد شہداء احد جو ان کے نسبی بھائی تھے اور نہ کہ دینی بھائی مراد ہیں۔ اس مقام پر منافقوں کا تذکیرہ ہوا ہے جو جنگ سے واپس چلے تھے۔ منافقین کے دماغ میں ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ ہر وقت مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں لڑنے سے منع کرتے تھے اور وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے۔ تو قتل نہیں کیے جاتے کیونکہ وہ موت سے نفرت اور زندگی سے محبت کرتے تھے۔ پھر جب ان کو اس کیفیت سے اور قوت مل جاتی۔ تو ان کو گھر میں چھپ کر بیٹھنے میں مزہ آتا تھا۔ ان کی اس بات پر اللہ نے ان کو جواب دیا کہ اگر تم حق پر ہو تو گھر بیٹھ کر اپنے آپ کو موت سے بچالو کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے وہ چاہے گھر میں ہو یا لڑائی میں وہ ضرور مرے گا۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱشْتَرَوُا۟ ٱلْكُفْرَ بِٱلْإِيمَٰنِ لَن يَضُرُّوا۟ ٱللَّهَ شَيْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾[4]

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/۱۹۰

۲۔ سورہ آل عمران: ۱۶۸

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/۱۹۱

۴۔ سورہ آل عمران: ۱۷۷

"جو لوگ ایمان کے جگہ کفر خریدتے ہیں، وہ اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے"۔

مولانا عبد الحق حقانی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس مقام پر ان منافقین کا ذکر کیا جا رہا ہے جو لوگ فطرت کی طرف سے دی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر اس کے بدلے میں کفر اختیار کرتے ہیں۔ یعنی ایمان کو کفر سے تبدیل کرتے ہیں اور ایمان کو بیچ کر کفر خریدتے ہیں۔ کیا یہ منافقین بھی اللہ سے مغفرت کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ ان کے مرنے کے بعد ان کو بہت بڑا آگ والا عذاب ملے گا۔[1]

حضرت محمد ﷺ سے منافقین کا اعراض

حضور ﷺ کے دور کے منافقین، مشرکین اور یہود نصاریٰ سب اس کوشش میں تھے کہ کس طرح سے اسلام کو اور نبی کریم ﷺ کو نقصان پہنچائیں، تاہم نبی کریم ﷺ بہت رحمدل اور مشفق انسان تھے منافقین کی راہ راست پر نہ آنے سے آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ ان کے ایمان لانے کے لیے افسردہ رہتے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[2]

"کفر میں آگے بڑھنے والے لوگ تجھے غمناک نہ کریں یقین مانو یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے لیے آخرت کا کوئی حصہ عطا نہ کرے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے"۔

آیت سے ظاہر ہوتا ہے یہ منافقین منکرین آخرت ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ وہ ایسے بدبختوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے کہ وہ خود ایسا نہیں چاہتے اور زبردستی کسی کو نعمت ہدایت اور اس کے ثمرات سے نوازنا اللہ پاک کی سنت اور اس کے دستور کی خلاف ہے کہ یہ اس کی شان عدل و انصاف کے منافی اور عقل و نقل کے تقاضوں کے معارض و متصادم ہے۔ بہر کیف وہ آخرت میں محروم کے محروم ہی رہیں[3]۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود پیچھے رہنا پسند کیا کرتے تھے اللہ اور اس کے نبی ان کو آگے لانا چاہتے تھے تاہم وہ ایسا نہیں کرنا چاہتے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/۱۹۵

۲۔ سورہ آل عمران: ۱۷۶

۳۔ مدنی، مولانا، اسحاق، تفسیر مدنی کبیر، سورہ آل عمران آیت: ۱۷۶

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴾[1]

"ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام اور رسول (ﷺ) کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رکے جاتے ہیں"۔

تفسیر حقانی کی تفسیر کے مطابق:

اس آیت قرآنی میں مدینہ کے کچھ اہل کتاب کچھ قبیلہ انصار کے منافقین کا ذکر ہوا ہے جو ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے لیکن جب کوئی معاملہ پیش آتا۔ یا کوئی جھگڑا ہو جاتا تو کعب بن اشرف یہودی یا رشوت خوروں کو فیصلہ کے لیے منتخب کرتے اور جو کوئی ان سے کہتا کہ فیصلہ کرنے کے لیے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی طرف چلو ہمیں خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق فیصلہ منظور کرنا چاہیے تو اپنی چھپی ہوئی خیانت کی وجہ سے رسول ﷺ کے پاس جانے سے انکار کرنے لگتے تھے۔[2]

دنیا کے معاملات اور فائدے کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں مقدم سمجھنا منافقت ہے دورنگی اور دغلاپن اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافق کے کلمہ پڑھنے کا بھی اعتبار نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک منافقت بہت بری چیز ہے۔ منافق ظاہری طور پر زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن دل سے ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کی ایمان کی گواہی کو رد کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُنَٰفِقُونَ قَالُواْ نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُۥ وَٱللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَكَٰذِبُونَ ﴾[3]

"تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں"۔

آیت کی تفسیر کے مطابق منافق جب نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لاتے تو نبی کریم ﷺ کی نبی ہونے پر قسم اٹھا کر گواہی دیتے تھے لیکن دل سے رسول ﷺ کی نبوت کے انکاری تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قسم کھا کر گواہی دے رہے ہیں کہ منافق اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ ان کے زبان کا کوئی اعتبار نہیں۔[4]

۱۔ سورہ النساء:۶۱

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/۲۵۳

۳۔ سورہ المنافقون:۱

۴۔ حقانی، تفسیر حقانی ۷/۱۴۴-۱۴۵

منافقین کے شکوک و شبہات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں منافقین کے دوغلا پن کا ذکر جگہ جگہ کیا ہے۔ ان کے شکوک و شبہات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ معاشرے سے فوائد حاصل کرنے کے لیے ان کا یہ طرز عمل خاص ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِذَا لَقُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ إِلَىٰ شَيَـٰطِينِهِمْ قَالُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴾ (۱)

"اور جب وہ مومنوں کے پاس پہنچیں گے، تو کہیں گے۔ کہ ہم اہل ایمان ہو گئے، اور جب وہ اپنے شیطان بھائیوں کے ساتھ تنہا ہوں گے، تو کہیں گے ہم تو حقیقت میں آپ کے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے دل لگی کیا کرتے ہیں"۔

اس آیت میں منافقین کی دوغلا پن کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہ خوشامدی منافقین جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اہلِ ایمان میں سے ہیں حالانکہ ان کے دل میں بالکل ایمان نہیں ہوتا تھا۔ ان کا جن پر اعتماد ہوتا تھا یہاں انہیں شیاطین سے تعبیر کیا ہے جو ان کے سردار تھے۔ جب ان کے پاس جاتے تھے۔ تو کہتے تھے۔ کہ ہم تو دل سے آپ کے ساتھی ہے ہم تو صرف اہل ایمان کو بطور دل لگی کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، مسلمان تو سادے لوح ہیں وہ ہماری منافقین کی بات کو سچ سمجھ کر ہمیں اپنی راز کی باتیں بتادیتے ہیں اور ان کے فائدے میں ہمیں شامل کر دیتے ہیں لیکن اللہ کہتا ہے کہ ان منافقین کو مسلمانوں سے کوئی دل لگی نہیں۔ یہ صرف ان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ خدا ان سے دل لگی کر رہا ہے کہ ان کو اس حالت میں بھی ڈھیل دی ہے۔ جس کا نتیجہ اس فانی دنیا میں بھی برا ہو گا۔ اور قیامت میں بھی سخت عذاب ہو گا۔ (۲)

اسی طرح ان کے سرکشی اور منصوبہ سازی کے حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا۟ مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ ٱلَّذِى تَقُولُ ۖ وَٱللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴾ (۳)

"اور کہتے ہیں کہ سر تسلیم خم ہے۔ پھر جب باہر نکلتے ہیں آپ کے پاس سے تورات بھر مشورہ کرتا ہے، ایک گروہ ان میں سے اپنے قول کے بالکل برعکس اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ پس آپ ان سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں"۔

۱۔ سورہ البقرہ:۱۴

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۲/۱۰۳-۱۰۴

۳۔ سورہ النساء:۸۱

تفسیر حقانی میں آیت کی تفسیر میں لکھا گیا ہے:

اس مقام پر منافقوں کی ٹیڑھا پن اور مکاری کو گفتگو بنایا گیا ہے۔ کہ جب منافقین رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتے تو کہا کرتے کہ جو کچھ تونے کہا طَاعَةٌ ہم نے قبول کر لیا۔ ہمارا کام آپ کی اطاعت کرنا ہے لیکن وہی منافق آپ ﷺ کی مجلس سے باہر نکل کر تو جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہوا ہوتا تھا اس کے برعکس باتیں اور منصوبے بناتے تھے۔ اللہ ان کے مشوروں کو جو رات کو کیا کرتے تھے۔ ان کے نامہ اعمال میں ڈال رہا ہے اللہ ان کی ہر حرکت سے واقف ہے اور ان کو سزا دے گا۔ اللہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو نصیحت فرماتا ہے کہ ان سے درگزر کر اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔ ان کے منصوبے اور سازشیں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ (۱)

﴿ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴾ (۲)

"اور (اس دن) یہ منافق فریاد کریں گے۔ اور یہ کہا کرتے ہونگے، کہ ہم تو آپ کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے کہیں گے، بے شک لیکن تم نے خود کو خرابی میں ڈال دیا تھا، اور (ہم پر مصیبت کے آنے کا) انتظار کرتے تھے۔ اور شک میں پڑ گئے، (ان بیجا) آرزوؤں ہی نے تم کو فریب میں ڈال رکھا تھا، اس وقت تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا، اور تم کو فریب دینے والے نے اللہ سے غافل کر دیا تھا"۔

اس آیت کریمہ میں منافق کے قیامت والے شامتِ اعمال کا ذکر ہے۔ وہ مسلمانوں سے پکار کر بولیں گے کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے تھے؟ ہم آپ کے ساتھ روزہ نہیں رکھتے تھے؟ زکواۃ اور حج ادا نہیں کرتے تھے؟ اب آپ نے کیوں ہمیں چھوڑ دیا؟ مسلمان جواب دیں گے۔ ہاں آپ ہمارے ساتھ تھے۔ مگر تمہارے دل میں نفاق تھا آپ لوگ جو کچھ کرتے تھے۔ صرف دکھاوے کے لیے کرتے تھے اور تم لوگ دنیا کی محبت میں مبتلا تھے۔ اس لیے آپ لوگوں نے خود کو کفر میں ڈال رکھا تھا جو ایک فتنہ تھا اور تم اسلام کے دشمن تھے۔ ہر وقت اس انتظار میں ہوتے تھے کہ کب اسلام کو شکست ہو گی کہ ہم مزے اڑائیں۔ آپ شک میں پڑ گئے انہی خوائشات نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا۔ کہ ایسا مال ہو اولاد ہو رات دن اسی فکر میں تھے اور شیطان نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ (۳)

منافقین کولاحق مہلک بیماری

بعض منافقین کو نفاق کی عجیب بیماری لگی ہوئی تھی جو ان کے دلوں میں االلہ کے دین اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے

۱۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۳/ ۲۶۲

۲۔ سورہ الحدید: ۱۴

۳۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۷/ ۴۷-۴۸

بارے میں طرح طرح کے برے خیالات بغض وحسد کی وجہ سے لاحق ہوتی تھی۔ ان خیالات کا اظہار آپس میں بھی کرتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ پر طنز کرتے اور آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے۔ آخر کار بعض منافقین اس خطرناک مرض کو لیے ہوئے موت کی منہ میں چلے گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا۟ يَكْذِبُونَ ﴾ (۱)

"ان کے دلوں میں بیماری ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے"۔

اس مقام پر منافقین کی مرض کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو دراصل مرض جسمانی نہیں، بلکہ روحانی اور نفاق کا مرض تھا۔ مرض کا لفظ قرآن میں دو معنی میں مستعمل ہے: ایک حسد اور کینہ کے معنی میں۔ دوم نفاق کے معنی میں۔ کسی مقام پر یہ لفظ نفاق واضح طور پر حسد اور بغض کی معنی میں استعمال ہوا ہے جبکہ کچھ مقامات پر یہ اکیلا استعمال ہوا ہے وہاں یا تو دونوں معانی اس کے اندر جمع ہیں یا قرینہ اس کے دونوں معانی میں سے کسی ایک معنی کا تعین کرتا ہے۔ اس واضح علامت سے مراد حسد ہے یہاں حسد کے بڑھانے کے فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اگر کوئی انسان اپنے قلب کو ایمان اور اسلام کی رونق افروز بنانے کے بجائے اس کو بغض وحسد کی تربیت کی جگہ بنالیتا ہے۔ تو انسان کے اعمال میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا آخری نتیجہ تباہی اور موت ہوتا ہے۔ (۲)

منافقین کو جو روحانی بیماری لاحق تھی، اس کی وجہ سے ان کے اندر خوف اور احساس محرومی پیدا ہوئی تھی۔ منافقین ہر وقت ایسے کاموں کے درپے نظر آتے جس میں ان کو کوئی فائدہ نظر آتا۔ ایمان اور ایقان کے فائدہ سے وہ محروم تھے جس کی بنیاد پر آخروی کامیابی یقینی ہو جاتی ہے لیکن منافقین کو اس میں ظاہرا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا اس لیے ان کے ذہنوں میں اس کی اہمیت نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی طرف متوجہ کرکے کہ توکل کرنا بھی کوئی چیز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ يَقُولُ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰٓؤُلَآءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (۳)

"یاد کرو! جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں تو اللہ عزیز و حکیم ہے"۔

۱۔ سورہ البقرہ:۱۰

۲۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ۱/۱۱۹

۳۔ سورہ الانفال:۴۹

منافقینِ مدینہ شک و نفاق کے مرض میں مبتلا تھے وہ مسلمانوں سے حسد رکھتے تھے۔ جب جنگِ بدر میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی تو کہنے لگے کہ مومنوں کو ان کے دین نے غرور یعنی دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ صرف تین سو تیرہ افراد بہادر قریش جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی ان سے مقابلہ کرنے چلے ہیں تو یہ ان کا بھول اور دھوکہ ہے۔ اللہ تعالی نے ان کے اس حسد پر مبنی شک کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے کہ مسلمانوں کو غرور نہیں، اللہ کی ذات پر توکل ہے اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، ان کو اللہ کے سوا کسی کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔[1]

منافقین سے دوستی کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو منافقین کی دوستی سے منع کیا ہے۔ اس ممانعت کی کئی وجوہات ہیں، جن کا تذکرہ کئی مقامات پر قرآن مجید میں کیا گیا ہے، ان میں سے چند کا تذکرہ درج ذیل آیت میں کیا گیا ہے:

﴿هَٰٓأَنتُمْ أُوْلَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ﴾[2]

"دیکھو تم تو منافین سے دلی محبت رکھتے ہو اور وہ تم کو پسند نہیں کرتے اور تم ساری کتب پر یقین رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملاقات کرتے ہیں، تو آپ کو کہتے ہیں کہ ہم بھی اہل ایمان ہے، جب کہ تنہائی میں تم پر غصہ کے مارے انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دو اپنے غصہ میں مر جاؤ۔ بے شک جو کچھ دل میں ہے، خدا کو وہ اچھی طرح معلوم ہے"۔

اس آیت میں مسلمانوں کی منافقین کے ساتھ دوستی اور محبت سے چند وجوہات کے بنا پر منع کیا گیا ہے: تمھیں ضرر پہنچانے میں کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ ہر وقت تمھیں نقصان پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ جب مسلمانوں پر کوئی تکلیف و مصیبت آتا ہے تو ان کو دلی خوشی ہوتی ہیں۔ ان کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کے مقابلے میں ان کے دل کا بغض و عداوت تمہارے لیے اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ تم ان سے دل لگاتے ہو لیکن وہ تم سے خلوص نہیں رکھتے۔ تم خدا کی کتاب پر پوری طور پر دل سے یقین رکھتے ہو وہ صرف ظاہری طور پر یقین رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ منافقین مومنین کے سامنے ظاہراً اظہار ایمان کرتے ہیں لیکن درپردہ مسلمانوں پر شدید غصہ کا اظہار کرتے ہیں لہٰذا ان سے دوستی رکھنا عقل کے خلاف ہے۔[3]

۱۔ دیکھئے: تفسیر حقانی، ۴/۲۲۵

۲۔ سورہ آل عمران: ۱۱۹

۳۔ دیکھئے: تفسیر حقانی ۳/۱۷۱

قرآن حکیم نے منافقین کی ایک ایک دماغی کیفیت کو قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے کہ منافقین مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں وہ آپس میں ہم خیال ہے لیکن مسلمانوں کے ساتھ بالکل مخلص نہیں۔ مسلمان ان منافقین کے بارے میں کسی دھوکے میں نہ رہیں۔ اپنی بھرپور احتیاط کے بعد ان کے نفاق کا علاج پرہیز گاری اور صبر بتایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾ [۱]

"تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں ہاں! اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں۔ تم اگر صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے"۔

عبد الحق حقانی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں

منافقین کی ایک اور برائی پر اس آیت میں گفتگو بیان ہوئی ہے اور وہ یہ کہ اگر مومنین کو کوئی خوشی ملتی تو وہ اس خوشی پر ناخوش ہوتے اگر تکلیف میں دیکھتے ہیں تو ان کے مصیبت اور تکلیف پر خوشی مناتیں۔ بھلا ایسے لوگوں کی دوستی کی کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ ان سے دور رہنا بہتر ہے۔ ہاں اگر تمہیں کوئی تکلیف یا سختی پیش آئیں، تو اس پر صبر کرنا۔ [۲]

منافقین کا خداع (دھوکہ بازی)

منافقین کا خیال ہے کہ ہم اپنے اس دوغلے طرزِ عمل سے اللہ، رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیں گے لیکن ان کو نہیں معلوم کہ یہ طرزِ عمل خود ہمارے فائدہ کا نہیں، بلکہ نقصان کا سبب ہے کیونکہ وہ خود کو ظاہری طور پر مومن ظاہر کر کے اندرون میں دل ایمان سے خالی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ [۳]

"وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں"۔

آیت مبارکہ میں ان منافقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو صرف زبان سے اسلام کا ظہور کر کے اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود کو دھوکہ دے رہے ہیں ان کو اس

۱۔ سورہ آل عمران:۱۲۰

۲۔ تفسیر حقانی،۳/۱۷۱-۱۷۲

۳۔ سورہ البقرہ:۹

بات کا علم نہیں کہ خدا تو غیب کا علم جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ مومنوں کو آگاہ کرتا رہے گا۔اللہ تعالیٰ کو منافقین کے دھوکہ سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے اس کا اثر تو الٹا ان پر پڑ رہا ہے وہ اس دنیا میں بھی گمراہ ورسوا ہوئیں اور قیامت کے دن بھی شدید عذاب کا سامنا کریں گے۔ اور ان کو یہ سمجھ نہیں ہے کہ خدا کو کون دھوکہ دے سکتا ہے اس کا الٹا وبال ہم پر ہی پڑے گا۔[1]

اللہ تعالیٰ منافقین کی کچھ اور مکروہ صفات اور طرز اعمال کے بارے میں سورہ النساء میں اللہ تعالی یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمۡ وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذۡكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلٗا﴾[2]

"بیشک منافق اللہ سے چال بازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں، تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں"۔

تفسیر حقانی کے مطابق:

منافقین ایمان اور ظاہری عبادت کو خلوص اور اور ثواب کی امید رکھ کر نہیں کرتے، بلکہ صرف اور صرف مسلمانوں میں شامل ہونے کے لیے اور دنیا کو دکھانے کے لیے کرتے ہیں۔ وہ اللہ کو دھوکہ دینے کا سوچ رہے ہیں، لیکن وہ خود کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں۔ منافقین کو ثوابِ آخرت کی امید ہے ہی نہیں، اس لیے ظاہری نماز کو بھی سستی سے اور تنگ دلی سے ادا کرتے تھے محض دکھاور کے لیے باجماعت نماز اور خشوع وخضوع سے سروکار نہیں ان کے دل میں ریاکاری کے سوا کچھ نہیں تھا۔[3]

منافقین کی اصل حقیقت

منافقین کے نفاق کا اصل حقیقت ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ان کفر کو تشت از بام کیا اور فرمایا:

﴿ وَمَا مَنَعَهُمۡ أَن تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقَٰتُهُمۡ إِلَّآ أَنَّهُمۡ كَفَرُواْ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأۡتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمۡ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمۡ كَٰرِهُونَ ﴾[4]

۱۔ تفسیر حقانی، ۹۸/۲

۲۔ سورہ النساء: ۱۴۲

۳۔ تفسیر حقانی، ۲۹۵/۳-۲۹۶

۴۔ سورہ التوبہ: ۵۴

”کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں“۔

اس آیت کریمہ کے مطابق اگر مشرک اہل ایمان بن جائیں، نماز پڑھیں، اور زکوٰۃ ادا کر دیں، تو ان کو امن مل سکتا ہے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں گے۔ باقی ان کے اندرونی معاملات اللہ کے سپرد ہیں۔ ان تینوں امور میں بھی یہ منافقین اس کسوٹی تک نہیں پہنچے۔ اللہ اور رسول کے ماننے والے نہیں تھے۔ جو خیرات اللہ کی رضا کے لیے دیتے اس خیرات کو بھی نقصان اور جرمانہ سمجھ کر ادا کرتے۔ پھر ایسے لوگوں سے ایسے صدقات کو کیوں قبول کیا جائیں؟ ایسا صدقہ آخرت میں تو ان منافقین کو کوئی فائدہ نہیں دے گا بلکہ نقصان ضرور دے گا۔(۱)

اسی طرح جن منافقین کا وطیرہ ہی نفاق کا بنا ہوا ہو اور سازی عنصر ان کے دل و دماغ کا حصہ بن کر رہ گیا ہو، خواہ منینہ سے بہر کے ہیں یا مدینہ کے اندر، ان کے بارے میں اللہ سخت فیصلہ یوں سنایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ ٱلْأَعْرَابِ مُنَٰفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ ٱلْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا۟ عَلَى ٱلنِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴾ (۲)

”اور اکثر تمہارے ارد گرد کے گنوار منافق ہیں۔ اور مدینہ کے بعض لوگ منافقت میں مبتلا ہیں۔ تو ان کو نہیں جانتا، ہم کو وہ معلوم ہیں، ان کو ہم دو بار عذاب دیں گے۔ پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا“۔

آیتِ مذکورہ میں منافقین کے دوغلے پن کا ذکر ہے جو مدینہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ ان کا میل جول رہتا تھا۔ وہ منافقت میں راسخ ہو چکے تھے اور منافقت میں اتنے تیز تھے کہ ہر کام مسلمانوں کی طرح ہو بہو کرتے۔ ہر کام میں مسلمانوں کے ہاں میں ہاں ملاتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ کو ان منافقین کے بارے میں علم نہیں، میں ان کو جانتا ہوں۔ مدینہ کے منافق قبیلہ اوس اور خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور ارد گرد کے قبیلہ مزینہ، جہینہ، اشجع اور غفار میں سے تھے۔ اللہ فرماتا ہے۔ کہ میں ان کو دو گنا عذاب دوں گا۔ کیونکہ یہ کافروں سے بڑھ کر ہیں۔(۳)

۱۔ دیکھئے: عبد الرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، ۲/۲۲۳

۲۔ سورہ التوبہ: ۱۰۱

۳۔ دیکھئے: تفسیر حقانی، ۴/۲۶۴

منافقین کا انجام

اسلام اور مسلمانوں کے حق میں جن منافقین کا رویہ اور طرزِ عمل کافروں سے زیادہ خطرناک تھا ان کے بارے میں اللہ نے سخت وعیدیں سنائی ہیں کہ یہ کفار سے بھی بدترین لوگ ہیں جس طرح ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، ان منافقین کا بھی جہنم ہوگا جو بدترین قرار گاہ ہے قرآن حکیم کا اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْمُنَٰفِقَٰتِ وَٱلْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ ٱللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴾ (۱)

"اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے، منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا۔ جہاں وہ ہمہ وقت رہیں گے۔ ان کے لیے جہنم ہی بس ہے اور اللہ نے ان پر پھٹکار کر دی، انہیں ابدی سزا ملے گی"۔

منافق مردوں، منافق عورتوں اور کفار سے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ کر رکھا ہے کہ جس طرح سے انہوں نے دنیا میں خدا اور اس کے رسول سے دغابازی کا طرز اپنار کھا تھا، اسی طرز کے ساتھ وہ جہنم میں پہنچ جائیں گے ان کو اپنے کیے کی سزا ملے گی۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ کو مقرر فرما کر جہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ (۲)

منافقین جس مال اور اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر دغابازی کا یہ دھندہ کر رہے تھے، ان کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کا یہ مال اور اولاد قطعاً ان کے کام نہیں آئے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّن تُغْنِىَ عَنْهُمْ أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُهُم مِّنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ (۳)

"ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ تو جہنمی ہیں، ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے"۔

عبدالحق حقانی صاحب آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیت کریمہ کی تفسیر کی رو سے منافقین کے مال اور اولاد آخرت میں ان کے کام نہیں آئے گی۔ اس مال اور اولاد کی وجہ سے وہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ملتے اور ان سے دوستی کرتے تھے۔ وہ دنیا میں مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے جس کی پاداش میں وہ تکلیف دہ عذاب میں ہمیشہ ٹھہریں گے اور کبھی بھی اس سے نہیں نکلیں گے۔ (۴)

مذکورہ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ نفاق سب سے بڑا جرم ہے اس لیے اللہ نے اس کا ٹھکانہ جہنم رکھا ہے نفاق کرنے والوں کو کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

۱۔ سورہ التوبہ:۶۸

۲۔ دیکھئے تفسیر حقانی، ۴/۲۵۴

۳۔ سورہ المجادلہ:۱۷

۴۔ دیکھئے: تفسیر حقانی، ۷/۷۰

منافقین سے جہاد کا حکم

منافقین کے ساتھ مذکورہ دورنگی پر مبنی طرز عمل کے بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سخت رویہ اپنانے کا حکم دیا اور شدت کے ساتھ پیش آنے حکم صادر فرمایا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَـٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَـٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ﴾ (۱)

"اے نبی! کفار اور منافقون سے لڑو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور جہنم بری جگہ ان کا ٹھکانہ ہے"۔

عبد الحق حقانی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے پہلے آیت میں توبہ خالص کا حکم دیا گیا تھا تا کہ منافقین اس طرح اپنی اصلاح کر لیں اور توبہ واستغفار کی طرف آجائیں مگر وہ اپنے خباثتوں سے باز نہیں آئیں تو پھر اللہ تعالی نے کفار و منافقین سے جہاد اوران کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم دیا۔ جہاد میں زبانی نصیحت اور دلیل وحجت سے کام لینا بھی شامل ہیں۔ اگر اس سے بھی بات نہ بن جائے اور وہ مخالفت کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ تو پھر تلوار سے بھی کام لے سکتے ہیں۔ جہاد کا لفظ کفار کے لیے اور واغلظ منافقوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ منافقوں سے جہاد نہیں کیا گیا کیونکہ وہ ظاہری طور مسلمان تھے اور جو اس بغض سے باز نہیں آئیں ان کا منزل دوزخ ہے۔ (۲)

۱۔ سورہ التحریم:۹

۲۔ دیکھئے: تفسیر حقانی، ۷/ ۱۸۲

مبحث دوم

نِفاقِ عملی اور صورتیں

عملی نفاق:(نفاق اصغر)

عملی نفاق یا نفاق اصغر سے مراد وہ نفاق ہے کہ انسان کے قلب میں ایمان کا نور موجود ہوتا ہے وہ اسلام کو سچا دین بھی مانتا ہے اور توحید کی تصدیق بھی کرتا ہے مگر ان کا عمل اور اخلاق اس کے خلاف ہوتا ہے۔

عبد الحمید سواتی عملی نفاق کے بارے میں لکھتے ہیں:

"منافقوں کی دوسری قسم عملی منافق ہیں۔ ان کو اخلاقی منافق بھی کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایسے منافق کی نشانیاں یہ بتائیں کہ بات کریں تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے، تو خلاف کرے اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے یہ عملی منافق ہیں"۔[1]

ایسے منافقین کے کئی اوصاف گنائے گئے ہیں، ان میں سے ایک صفت درج ذیل آیت میں ذکر کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ﴾[2]

"اور جب وہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں، تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں"۔

عملی نفاق کی صورتیں

عملی نفاق کی مختلف صورتیں ہیں، لیکن یہاں چند صورتوں کو پیش کیا گیا ہے:

غیر اللہ کی قسم اٹھانا

اللہ کی قسم کے سوا کسی کی بھی قسم اٹھانا اسلام میں جائز نہیں ہے ایسا کرنے والا فعل نفاق کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ﴾[3]

"قسم ہے روز قیامت کی"۔

۱۔ سواتی، معالم القران، ۵/ ۴۱۰-۴۱۱

۲۔ سورہ النساء: ۱۴۲

۳۔ سورہ القیامہ: ۱

تفسیر ترجمان القرآن کے مطابق قرآن پاک میں نفس انسانی کی تین صفات مذکور ہیں: ایک وہ جو انسان کو برائی پر اکساتا ہے۔ اس کا نام نفس امارہ ہے۔ دوسرا وہ جو نفس غلط کام کرنے پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ اس کا نام نفس لوامہ ہے۔ تیسرا وہ جو صحیح راہ اختیار کرنے پر اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اس کا نام، نفس مطمئنہ ہے۔ یہاں پر اللہ تعالی نے قیامت کے دن اور نفس لوامہ کی قسم کھا کر جو بات بیان کی ہے وہ مذکور نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالی دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ایسا کرنے پر قادر ہے"۔(۱)

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اور جس چیز کی چاہتا ہے، قسم اٹھا سکتا ہے، بندے کو یہ سزاوار نہیں کہ وہ غیر اللہ کا قسم کھائے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

"مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ" ۔(۲)

"جو شخص اللہ تعالی کے سوا کسی اور چیز کی قسم اٹھاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس نے شرک کیا ہے"۔

قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ اول تو قسم اٹھانا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے لیکن کسی ضرورت اور مجبوری کے تحت صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور صفاتی نام ہی کی قسم اٹھایا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ آج کل لوگ کسی کو یقین دلانے کے لیے خانہ کعبہ، ماں باپ، اولاد، بھائی کسی پیر کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ اللہ رب العزت کے قسم علاوہ کسی کی قسم کھانا اللہ کے ساتھ شرک ہے ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کسی غیر اللہ کی قسم اٹھائے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے کلام میں جتنا ممکن ہو سکے قسمیں اٹھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ لہذا منافقین کا یہ طرزِ عمل کہ جو غیر اللہ کا قسم اٹھاتے تھے، شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ ان کو اس چیز کا کوئی خیال نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، بس دوسروں کو اپنی غلط باتوں کو صحیح منوانے کی فکر تھی، اس کے لیے وہ قسم اٹھاتے تھے۔

جان بوجھ کر نماز نہ پڑھنا

اسلام کے قبول کرنے کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔ قرآن حکیم میں نماز کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں نماز مسلمان کی پہچان تھی۔ جو نماز کو نہیں پڑھتا تھا۔ اس کو مسلمان اچھا تصور نہیں کرتے تھے۔ نماز کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے حضور ﷺ نماز کو قصداً ترک کرنے والے کو کافر(۳) قرار دیتا ہے۔ اگر اس نے قصداً یہ فعل کیا ہو۔ علماء کے نزدیک صلاۃ کا انکار کر کے چھوڑنے والا بالاتفاق کافر ہے اور اقرار کر کے چھوڑنے والے کے بارے میں اختلاف

۱۔ دیکھئے: آزاد، ابوالکلام، تفسیر ترجمان القرآن، تفسیر، سورتِ قیامہ۔

۲۔ أبوداود، سلیمان بن الأشعث، سنن، دار الکتاب العربي. بیروت، س ن، حدیث: ۳۲۵۳، ۳/ ۲۱۷

۳۔ «وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ »(ابن ماجة،حديث: ٤٠٣٤)

ہے۔ جس طرح صلاۃ بندے کو فلاح وکامیابی کی بلندی پر لے جاتی ہے۔ اس طرح نماز چھوڑنے سے مسلمان شرک اور کفر تک جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[1]

"خدا کی طرف لوٹ جاؤ، خدا سے ڈرو، نماز پڑھتے رہو، اور مشرکوں میں شامل نہ ہو۔"

تفسیر حقانی کے مطابق آیت کریمہ میں نماز نہ پڑھنے والے کو مشرک کہا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ رحیم و کریم ہے۔ اسی کی طرف متوجہ رہتے رہو، اسی سے خوف میں رہو۔ اگر تم اس سے نہیں ڈروگے، تو تمہیں سزا دی جائے گی۔ نماز پڑھا کرو اور اس جماعت میں داخل نہ ہونا، جو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یعنی شرک سے دور رہو۔[2]

حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

"مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ فَقَدْ كَفَرَ"[3]۔

"جس نے قصداً نماز چھوڑدی۔ تو اس نے گویا کفر اختیار کیا"۔

ایک اور حدیث میں ذکر ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ" ۔[4]

"درحقیقت مسلمان ہونے والوں اور ہمارے مابین نماز ایک عہد ہے، پس جس نے نماز ترک کردی، گویا وہ کافر ہوگیا"۔

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز چھوڑنے سے انسان کفر کا مرتکب ہوتا ہے مسلمان اور مومن کے درمیان جو فرق ہے وہ نماز کا ہے۔ اسی لیے کسی شرعی عذر کے بغیر جان بوجھ کر نماز چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

مسلمان کو کافر کہنا

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کو شرعی ثبوت کے بغیر کافر کہنا کبیرہ گناہ اور حرام ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا كَفَّرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا »[5]

۱۔ سورہ الروم:۳۱

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی،۶/۵۸

۳۔ ابن حبان، ابو حاتم، الصحیح،۴:۳۲۳، رقم حدیث:۱۴۶۳

۴۔ ایضاً۴:۳۰۵، رقم:۱۴۵۴

۵۔ مسلم، باب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ قَالَ لأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ، حدیث: ۹۱-

"جو انسان اپنے مومن بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے ایک کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے (مطلب یا کہنے والا کافر ہو گیا یا جس آدمی کو اس نے کافر کہا)"۔

غیر اللہ کو پکارنا

اللہ کے سوا کوئی کسی کو نہ فائدہ اور نہ ہی ضرر پہنچا سکتا ہے۔ خدا کے سوا کسی مخلوق اور مردہ کو پکارنا شرک ہے۔ جو نہ سننے کی حس رکھتا ہے اور نہ ہی جواب دینے کے قابل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ (۱)

"اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہو گا"۔

اس آیت مبارکہ میں یہی بات ذکر کی گئی ہے۔ کہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ مانگو اور نہ ہی کسی کو اللہ کے سوا پکارو۔ اللہ کے سوا کوئی آپ سے مصیبت دور نہیں کر سکتا۔ نہ ہی اللہ کے حکم کے بغیر ایک پتہ تک ہل سکتا ہے۔ اگر تو نے کسی اور کو اللہ کے سوا پکارا، تو تو نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا، حالانکہ شرک کو اللہ نے قرآن حکیم میں بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ (۲)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس ضمن میں فرمایا:

«وَاعْلَمْ أَنَّ الأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ» (۳)

"آگاہ رہو! اگر تمام امت جمع ہو جائے، آپ کو نفع پہنچانے کے لیے، تو آپ کو نفع نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس چیز کے جو اللہ نے تیرے نصیب میں لکھا ہو۔"

قرآن وحدیث کے تعلیمات سے واضح ہوا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ جو اللہ نے انسان کے مقدر میں لکھا ہو، وہی ہو گا۔ نہ کوئی کسی کو رزق دے سکتا ہے نہ ہی اولاد۔ دینے والی ذات صرف رب العالمین کی ہے، جو اللہ کے سوا کسی سے مانگتا ہے یا اللہ کے سوا اپنی تکلیف دور کرنے کے لیے کسی اور کو پکارتا ہے، وہ اصل میں شرک کے مرتکب ٹھہرتا ہے، شرک کے مرتکب کے لیے اللہ کے ہاں کوئی معافی نہیں ہے۔ چاہیے کہ صرف اللہ کی ذات سے مانگا جائے، اور اسی کو پکارا جائے۔ قبروں پر جا کر سجدے نہ کریں، نہ کسی مردے سے مانگیں کیونکہ یہ سب غیر اللہ سے استعانت ہے، جو حرام اور ممنوع ہیں۔

۱۔ سورہ یونس:۱۰۶

۲۔ حقانی، تفسیر حقانی، ۴/۳۰۱

۳۔ الترمذی، السنن، باب ، حدیث: ۲۵۱۶ -

منافقین کی وعدہ خلافی

جھوٹ بول کر وعدہ خلافی کرنا، اپنے وعدہ سے مکر جانا منافقین کی علامتیں بتائی گئی ہیں۔ کیونکہ یہ ایسی ظاہری علامات ہیں، جس زبان سے انسان بے وزن اور بے وقعت ہو جائے۔ جس پر انسان بھروسہ کر سکتا ہو، اس پر اللہ تعالی کا بھی اعتماد نہیں۔ اس لیے مومن کی صفت وعدہ وفا بتایا گیا ہے اور جو وعدہ کا خیال نہیں کرتا، بلکہ کسی کو دھوکہ دینا چاہتا ہو، اس کے بدلے اللہ اس کے اندر نفاق کی بیماری پیدا کرے گا۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴾ (۱)

"پس اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، اللہ سے ملنے کے دنوں تک، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کیا اور کیونکہ وہ جھوٹ بولتے رہے"۔

تفسیر حقانی میں لکھا ہے:

مفسرین کے مطابق اس آیت کریمہ میں بعض منافقوں کی اللہ سے وعدہ خلافی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ثعلبۃ بن حاطب، جس نے آپ ﷺ سے دعا کرائی تھی کہ اللہ مجھے مال دے گا، تو میں اللہ کی راستے میں خیرات کروں گا اور نیکیاں کماؤں گا حضور ﷺ نے اس کے لیے دعا کی اور اللہ نے اُسے اتنا مال عطا کیا کہ اس کی بھیڑ بکریاں مدینہ کے جنگل میں نہ سما سکیں، تو وہ اسے دور لے گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے جمعہ کا نماز تک چھوڑ دیا اور وصولی زکواۃ تک سے مکر گئے، جس پر یہ آیت اتری۔ جب اس کو پتہ چلا کہ میرے بارے میں آیات نازل ہوئی ہیں، تو شرمندہ ہو کر زکواۃ لے کر حاضر ہوا لیکن حضور ﷺ نے اس کی زکواۃ مسترد کر دیا اور بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے قبول نہیں کی۔ (۲)

اس آیت میں مذکور واقعہ سے معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی کا وبال کس قدر بڑا ہے، جس نے معاشرہ میں ایک شخص کو مردود قرار دیا اور اس کا ساکھ ختم ہوا اور منافق ٹھہرا۔ جھوٹ اور وعدہ خلافی منافقین کا شیوہ بتایا گیا ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

۱۔ سورہ التوبہ: ۷۷

۲۔ دیکھئے: تفسیر حقانی، ۴/ ۲۵۶

الغرض

قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں کفر نفاق کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ نفاق جو کفر کی ایک بد ترین صورت ہے، اس بنا پر منافق کو ایک کافر سے بھی سخت عذاب دی جائے گی۔ یہ نفاق اس قدر اللہ کو شدید ناپسند عمل ہے کہ اللہ تعالی ایسے شخص کے لیے اپنے پیغمبر کے دعاوں کو بھی قبول نہیں کرے گا۔ ایسے اعتقادی نفاق میں مبتلا شخص کو جہنم کے سب سے آخری حصے میں ڈالا جائے گا، بد ترین جگہ ہے۔

خلاصہ بحث

قرآن کریم کی اصطلاح (کَفَرَ) (ک،ف،ر) کا مادہ جس کا لغوی معنی ڈھانکنا، چھپانا، ناشکری، انکار، ایمان کی ضد، بے اعتقادی، بے دینی، اور ناسپاسی کے ہیں۔ کفر کی اصطلاحی مفہوم میں جن چیزوں پر یقین کرنا لازمی ہے ان میں سے کسی ایک چیز کا رد کرنا کفر ہے۔ اسلامی اصطلاح میں کفر کا لفظ ایمان کے بالمقابل (یعنی متضاد) استعمال کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کفر کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں کفر لفظ ناشکری کی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں شرک کو بھی کفر کہا گیا ہے۔ شرک کو قرآن میں سب سے بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے فرشتوں سے انکار، نبوت سے انکار، قرآنی آیات سے انکار، رسولوں سے انکار، غرض ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا کفر ہے۔

الحاد بھی کفر کی ایک قسم ہے۔ الحاد کا لفظ عموماً لامذہبیت، انکار وانحراف، اصل مطلوب ومقصود راستہ سے ہٹنا، خدا کے وجود کے عدم یقین کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے وہ لوگ جو صاف طور پر مذہب کی ضرورت، رسالت ونبوت اور روز آخرت میں سے کسی ایک کا یا تینوں کا انکار کرے۔ وہ ملحدین کہلاتے ہیں۔ اسی طرح قران مجید کی اپنی رائے کے مطابق تفسیر یا تشریح کرنا کفر بھی ہو سکتا ہے۔ اور گمراہی بھی۔ بڑھتے ہوئے الحاد کی بہت سارے اسباب ووجوہات ہیں جس میں مسلمان کا دینی علماء سے دوری، عصری تعلیم کو دینی تعلیم پر ترجیح دینا، بچوں کی تربیت اسلامی طرز کے مطابق نہیں کرنا، کسی مصیبت کے آنے پر صبر وبرداشت نہیں کرنا۔ مال ومتاع کی شوقین زکواۃ ادا کرنے سے انکار کرنا، اسلام کے نام پر دہشتگردی کرنا۔ اگر دیکھا جائے تو ان سارے مسائل کا حل اور اس کے اصول صرف قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔

کفر کی بہت سے اقسام ہیں۔ کفر کی پہلی قسم کفر تکذیب: اللہ کے قول کو ماننے سے انکار کرنا اور انبیاء کے متعلق یہ ایمان رکھنا کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں کفر تکذیب ہے۔ کفر کی دوسری قسم کفر گمان وشک: اللہ کے کلام کی تصدیق کے باوجود اس میں شک اور گمان سے کام لینا کفر گمان ہے۔ کفر کی تیسری قسم کفر اعراض: اسلام، حق اور انبیاء کو اہمیت نہ دینا بلکہ اپنی بات قائم رہنا کفر اعراض ہے۔ کفر کی چوتھی قسم کفر تکبر: تکبر کرتے ہوئے اللہ کے احکامات میں سے کسی ایک حکم کو ٹکرا دینا کفر تکبر ہے۔ کفر کی پانچویں قسم کفر نفاق: نفاق کفر کی ایک بدترین صورت ہے۔ جو لوگوں کے ظاہر اور باطن میں تضاد کو کہتے ہیں۔

کفر کی اقسام کا قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آگئی کہ دنیا وآخرت میں کامیابی کے لیے ضروری چیز اللہ کے تمام احکامات پر ایمان لانا، کسی چیز کو جھوٹ نہیں سمجھنا، قرآن، دین، آخرت، انبیاء کے بارے میں کسی بھی قسم کا شک نہ کرنا، تکبر کر کے اللہ کے کسی حکم کو نہیں ٹکرانا، اسلام، حق اور انبیاء کی ہر بات کو اہمیت دینا۔ کیونکہ جو بھی ان احکامات میں سے کسی ایک احکام کو ضد، تعصب، ہٹ دھرمی، حسد، عداوت یا کسی بھی وجہ سے جھٹلا کر سرکشی کا رویہ اپنائے گا تو وہ ایمان کے دائرے سے نکل کر کفر کی طرف جائے گا۔

نتائج بحث(Findings)

کفر والحاد کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ لغوی اعتبار سے لفظ کفر چھپانا، ناشکری، انکار، خدا کو نہ ماننا، سچے دین سے انکار، بے دینی، بد اعتقادی کا معنی دیتا ہے، جبکہ الحاد سیدھی راستے سے کتر جانے، حق دین سے پھر جانے، ملحد ہو جانے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو جوڑنے کا معنی دیتا ہے۔

۲۔ اصطلاحی طور پر ہر وہ قول و فعل جو ایمان کے منافی ہو کفر کہلاتا ہے، جبکہ الحاد ظاہر میں قرآن مجید اور اس کی آیات پر ایمان و تصدیق کا دعویٰ کرے، مگر ان کے معانی ایسے بنائے، جو قرآن و سنت کے نصوص اور جمہور اُمت کے عقیدہ کے منافی ہوں۔

۳۔ قدیم اور جدید علماء کرام اور مفسرین کے نزدیک کفر کا لفظ کئی ایک گناہوں پر بولا جاتا ہے، جن میں شرک باللہ، نبوت کا انکار وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ الحاد اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ظلم کرنا، الفاظ کو غیر مناسب جگہوں پر ڈالنا اور حق سے روگردانی کرنے کے ہیں۔

کفر کی اقسام:

۴۔ کفر کی پہلی قسم کفر تکذیب: اللہ تعالیٰ کے قول کو ماننے سے انکار کرنا اور انبیاء کے متعلق یہ ایمان رکھنا کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں کفر تکذیب کہلاتا ہے۔

۵۔ کفر کی دوسری قسم کفر گمان یا کفر شک: قرآن، دین اور انبیاء کی ذات و صفات کے بارے میں گمان اور شک کرنا، اللہ اور اس کے احکامات پر شک کرنا کفر گمان کہلاتا ہے۔

۶۔ کفر کی تیسری قسم کفر تکبر: تکبر کرتے ہوئے اللہ کے احکامات میں سے کسی ایک حکم کو ٹکرا دینا کفر تکبر کہلاتا ہے۔

۷۔ کفر کی چوتھی قسم کفر اعراض: اسلام یا حق کی کوئی بات پیش کی جائے اس پر غور نہ کرنا۔ بلکہ اپنی بات پر قائم رہنا حضرات انبیاء کو کسی قسم کی اہمیت نہ دینا چاہے وہ قلبی ہو عملی۔ کفر اعراض کہلاتا ہے۔

۸۔ کفر کی پانچویں قسم کفر نفاق: لوگوں کے ظاہر اور باطن میں تضاد کو کہتے ہیں زبان پر کچھ اور ہو دل میں کچھ اور ہو۔

نفاق کی اقسام:

نفاق کی دو اقسام ہیں۔

i. **نفاقِ اعتقادی:** کفر کو دل میں چھپا کر رکھنا اور بظاہر اسلام کا اظہار کرنا۔ اس قسم کا کفر بندے کو دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے۔

ii. **نفاقِ عملی:** کفر کا یہ قسم بندے کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ لیکن فاعل گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

سفارشات

مقالے کے اختتام پر مقالہ نگار جن سفارشات کو عملی جامہ پہنانا اہم اور ضروری سمجھتی ہے، وہ عموماً مسلمانوں کے لیے اور خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کے لیے اہم ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے کفر و شرک اور الحاد کے بہت سارے مسائل موجود ہیں، جو حل طلب ہیں۔ پاکستان میں رہنے والے مسلمان مختلف فرقوں میں منقسم ہیں۔ اکثر و بیشتر فساد اور جھگڑے اسی فرقہ پرستی کے نام پر ہوتے ہیں۔ ان جیسے مسائل کا حل قرآن کے تعلیمات اوراصولوں سے تلاش کرنا ممکن ہے۔ انہی مقاصد کے اصولوں کے لیے اس مقالہ تحقیق سے حاصل شدہ نتائج کی روشنی میں چند سفارشات درج ذیل ہیں:

۱۔ کفر کے متضاد ایمان ،شکر، وغیرہ اورمترادف الفاظ جیسے ناشکری، فسق ،کفران نعمت، بے دینی وغیرہ ہیں۔ ان متقابلات پر مفسرین کی آراء کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ الحاد کے مترادف الفاظ مثلاً عدول، انحراف وغیرہ پر قدیم اور جدید مفسرین کی آراء کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۔ کفر والحاد حدیث مبارکہ اور شروحات حدیث کی روشنی میں موضوع بحث بنایا جاسکتا ہے۔

۴۔ کفر والحاد کے موضوع پر لکھے گئے تمام مقالہ جات کے نتائج و سفارشات کو کتابی شکل دے کر جزءِ نصاب کے طور پر پڑھایا جائے۔

۵۔ کفر والحاد کے خطرات سے بچنے اور سدباب کے لیے اساتذہ و معلمین کو یونیورسٹی پروفیسروں کی نگرانی میں ورک شاپ کرایا جائے۔

۶۔ کفر والحاد کے سدباب کے لیے جامعات وکلیات میں بچوں کی راہنمائی کے لیے ان موضوعات پر لکچرز اور سیمینارز کا اہتمام کیا جانا چاہئیے

فہرستِ آیات

نمبر شمار	آیت / طرف آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۔	اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ -------	سورۃ البقرہ	۶	۹،۴۲
۲۔	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ---------	سورۃ البقرہ	۸	۱۴۸
۳۔	يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ --------	سورۃ البقرہ	۹	۱۴۸،۱۵۸
۴۔	فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا --------	سورۃ البقرہ	۱۰	۱۵۶
۵۔	وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ --------	سورۃ البقرہ	۱۴	۱۵۴
۶۔	اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ -------	سورۃ البقرہ	۳۴	۱۲۴
۷۔	وَ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ	سورۃ البقرہ	۴۱	۷
۸۔	وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ-----------	سورۃ البقرہ	۵۷	۹۴
۹۔	ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ --------	سورۃ البقرہ	۶۱	۷۲
۱۰۔	بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ -------	سورۃ البقرہ	۹۰	۷۵
۱۱۔	مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ -------	سورۃ البقرہ	۹۸	۷۰
۱۲۔	اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْاَلُوْا رَسُوْلَكُمْ --------	سورۃ البقرہ	۱۰۸	۳۸
۱۳۔	وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ	سورۃ البقرہ	۱۵۲	۴۴،۹
۱۴۔	فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي ------	سورۃ البقرہ	۱۵۲	۹
۱۵۔	وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ -------	سورۃ البقرہ	۱۶۳	۵۵
۱۶۔	لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ -------	سورۃ البقرہ	۱۷۷	۶۹
۱۷۔	وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ -------	سورۃ البقرہ	۲۰۶	۱۳۵
۱۸۔	آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ -------	سورۃ البقرہ	۲۸۵	۷۱
۱۹۔	كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ -------	سورۃ آل عمران	۱۱	۱۰۵
۲۰۔	إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُ	سورۃ آل عمران	۱۹	۲۵
۲۱۔	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ -------	سورۃ آل عمران	۲۳	۱۳۸
۲۲۔	قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ -------	سورۃ آل عمران	۶۴	۳۳
۲۳۔	فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ -------	سورۃ آل عمران	۲۵	۱۱۸
۲۴۔	إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ -------	سورۃ آل عمران	۵۹	۱۱۹
۲۵۔	ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن -----	سورۃ آل عمران	۶۰	۱۱۶
۲۶۔	يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ -------	سورۃ آل عمران	۷۰	۷۳
۲۷۔	يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ -------	سورۃ آل عمران	۷۱	۱۱۴
۲۸۔	وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ -------	سورۃ آل عمران	۷۵	۱۱۰
۲۹۔	وَإِنَّ مِنْهُم لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ -------	سورۃ آل عمران	۷۸	۱۱۱

۳۰۔	وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا -------	سورۃ آل عمران	۸۰	۷۰
۳۱۔	كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ -------	سورۃ آل عمران	۸۶	۱۱۴
۳۲۔	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ -------	سورۃ آل عمران	۹۰	۳۹
۳۳۔	يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ -------	سورۃ آل عمران	۱۰۶	۳۹
۳۴۔	هَا أَنْتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ -------	سورۃ آل عمران	۱۱۹	۱۵۷
۳۵۔	إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ -------	سورۃ آل عمران	۱۲۰	۱۵۸
۳۶۔	ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ --إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ	سورۃ آل عمران	۱۵۴-۱۵۵	۱۴۹
۳۷۔	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا -------	سورۃ آل عمران	۱۵۶	۱۴۹
۳۸۔	وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا -------	سورۃ آل عمران	۱۶۷	۱۵۰
۳۹۔	الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا -------	سورۃ آل عمران	۱۶۸	۱۵۱
۴۰۔	قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ -----------	سورۃ آل عمران	۶۴	۳۲
۴۱۔	وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ -------	سورۃ آل عمران	۱۷۶	۱۵۲
۴۲۔	إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ -------	سورۃ آل عمران	۱۷۷	۱۵۱
۴۳۔	وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا -------	سورۃ آل عمران	۱۷۸	۱۲۰
۴۴۔	فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ -------	سورۃ آل عمران	۱۸۴	۱۱۲
۴۵۔	لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا -------	سورۃ آل عمران	۱۸۸	۱۰۸
۴۶۔	وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ -------	سورۃ النساء	۳۶	۵۰
۴۷۔	يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ -------	سورۃ النساء	۴۶	۱۶
۴۸۔	إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ -------	سورۃ النساء	۴۸	۴۹
۴۹۔	إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ -------	سورۃ النساء	۴۸	۵۸
۵۰۔	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ -------	سورۃ النساء	۶۰	۷۶
۵۱۔	وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ -------	سورۃ النساء	۶۱	۱۵۳
۵۲۔	وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ -------------	سورۃ النساء	۶۴	۱۲۷
۵۳۔	وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ -------	سورۃ النساء	۸۱	۱۵۴
۵۴۔	إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا -------	سورۃ النساء	۱۱۷	۵۵
۵۵۔	وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ -------	سورۃ النساء	۱۳۱	۴۵
۵۶۔	فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى-------	سورۃ النساء	۱۳۵	۱۶
۵۷۔	إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ -------	سورۃ النساء	۱۴۰	۱۶
۵۸۔	وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ -------	سورۃ النساء	۱۴۰	۷۲
۵۹۔	إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ -------	سورۃ النساء	۱۴۲	۱۶۳
۶۰۔	إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ -------	سورۃ النساء	۱۴۵	۱۴۶،۱۴۸
۶۱۔	وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ -------	سورۃ النساء	۱۴۲	۱۶۰
۶۲۔	يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ -------	سورۃ النساء	۱۷۰	۶۸

۶۳۔	يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ -------	سورۃالنساء	۱۷۱	۲۳
۶۴۔	فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ -------	سورۃالنساء	۱۷۳	۱۲۵
۶۵۔	وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ -------	سورۃالمائدۃ	۵	۴۱
۶۶۔	لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ -------	سورۃالمائدۃ	۱۷	۵۱
۶۷۔	وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ -------	سورۃالمائدۃ	۴۸	۶۲
۶۸۔	لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ -------	سورۃالمائدۃ	۷۲	۵۹
۶۹۔	قَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ -------	سورۃالمائدۃ	۷۳	۵۲
۷۰۔	قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ -------	سورۃالمائدۃ	۷۷	۲۳
۷۱۔	وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَٱحۡذَرُواْۚ ---------	سورۃالمائدۃ	۹۲	۷۴
۷۲۔	قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ -------	سورۃالمائدۃ	۱۰۰	۵۲
۷۳۔	وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ---------	سورۃالمائدۃ	۱۰۴	۷۸
۷۴۔	وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا -------	سورۃالأنعام	۲۱	۱۰۸
۷۵۔	وَلَوْ تَرَى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ -------	سورۃالانعام	۲۷	۱۰۶
۷۶۔	قَدْ نَعْلَمُ اِنَّه لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ -------	سورۃالانعام	۳۳	۱۰۶
۷۷۔	بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ -------	سورۃالانعام	۴۱	۵۶
۷۸۔	أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ -------	سورۃالأنعام	۸۹	۶۳
۷۹۔	وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا -------	سورۃالأنعام	۹۳	۶۷
۸۰۔	وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ -------	سورۃالأنعام	۱۰۰	۵۱
۸۱۔	وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَى -------	سورۃالأنعام	۱۲۴	۶۷
۸۲۔	فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا -------	سورۃالاعراف	۱۹۰	۵۴
۸۳۔	وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا -------	سورۃالاعراف	۳۶	۱۰۷
۸۴۔	سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيَاتِیَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ -------	سورۃالاعراف	۱۴۶	۱۳۱
۸۵۔	وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ-------	سورہالاعراف	۱۶۰	۹۴
۸۶۔	وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى -------	سورۃالاعراف	۱۸۰	۹۵
۸۷۔	فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا -------	سورۃالأعراف	۱۹۰	۵۲
۸۸۔	اِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ -------	سورۃالانفال	۴۹	۱۵۶
۸۹۔	لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ -------	سورۃالتوبہ	۲۲	۴۰
۹۰۔	وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ -------	سورۃالتوبہ	۵۴	۱۵۹،۷۵
۹۱۔	وَيَحۡلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنَّهُمۡ -------	سورۃالتوبہ	۵۶	۱۴۸
۹۲۔	إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ	سورۃالتوبہ	۶۷	۱۴۶
۹۳۔	وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ -------	سورۃالتوبہ	۶۸	۱۶۱
۹۴۔	فَلَمَّآ اٰتَاهُمْ مِّنْ فَضْلِه بَخِلُوْا بِه -------	سورۃالتوبہ	۷۶	۱۴۱
۹۵۔	فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ -------	سورۃالتوبہ	۷۷	۱۶۷

۹۶۔	اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ -------	سورۃالتوبہ	۸۰	۷۴
۹۷۔	الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا -------	سورۃالتوبہ	۹۷	۶۳
۹۸۔	وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ -------	سورۃالتوبہ	۱۰۱	۱۶۰
۹۹۔	إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا -------	سورۃیونس	۷	۲۰
۱۰۰۔	أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ -------	سورۃیونس	۳۸	۱۰۰
۱۰۱۔	قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ -------	سورۃیونس	۶۹	۱۰۸
۱۰۲۔	مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ -------	سورۃیونس	۷۰	۱۰۸
۱۰۳۔	فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ -------	سورۃیونس	۹۴	۱۱۷
۱۰۴۔	قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي -------	سورۃیونس	۱۰۴	۱۲۱
۱۰۵۔	وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ -------	سورۃیونس	۱۰۶	۱۶۶
۱۰۶۔	وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا -------	سورۃھود	۱۸	۱۰۹
۱۰۷۔	إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا -------	سورۃیوسف	۲	۹۸
۱۰۸۔	وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا-------	سورۃیوسف	۱۷	۳۷
۱۰۹۔	وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ -------	سورۃابراھیم	۴	۹۹
۱۱۰۔	لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ -------	سورۃإبراھیم	۷	۴۴
۱۱۱۔	مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ -------	سورۃإبراھیم	۱۸	۶۱
۱۱۲۔	وَقَالَ ٱلشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِيَ ٱلْأَمْرُ -------	سورۃابراھیم	۲۲	۵۷
۱۱۳۔	وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ	سورۃابراھیم	۳۴	۱۴۱
۱۱۴۔	اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ -------	سورۃالنحل	۲۲	۱۲۷
۱۱۵۔	فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا -------	سورۃالنحل	۲۹	۱۳۶
۱۱۶۔	ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ -------	سورۃالنحل	۵۴	۵۴
۱۱۷۔	وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا -------	سورۃالنحل	۶۱	۶۰
۱۱۸۔	لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ	سورۃالنحل	۱۰۳	۹۲
۱۱۹۔	وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ -------	سورۃالنحل	۱۰۳	۷۳
۱۲۰۔	وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ -------	سورۃالاسراء	۶۴	۵۶
۱۲۱۔	ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا -------	سورۃالاسراء	۹۸	۷۷
۱۲۲۔	قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ -------	سورۃالاسراء	۱۱۰	۹۶
۱۲۳۔	وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ -------	سورۃالکھف	۲۷	۹۱
۱۲۴۔	وَكَانَ لَه ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِه -------	سورۃالکھف	۳۴	۱۳۳
۱۲۵۔	قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا	سورۃالکھف	۳۵	۱۱۶
۱۲۶۔	اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى	سورۃطٰہ	۸	۹۷
۱۲۷۔	مَّنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّه يَحْمِلُ -------	سورۃطٰہ	۱۰۰	۱۳۹

۱۲۸۔	فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ	سورۃ الانبیاء	۹۴	۵
۱۲۹۔	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ -------	سورۃ الحج	۲۵	۹۴
۱۳۰۔	إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا -------	سورۃ الحج	۳۸	۴۷
۱۳۱۔	لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ -------	سورۃ الحج	۶۷	۶۴
۱۳۲۔	اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ -------	سورۃ الحج	۷۵	۶۸
۱۳۳۔	أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا --------	سورہ المومنون	۳۵۔۳۷	۸۱
۱۳۴۔	وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ------	سورۃ النور	۴۷	۱۴۰
۱۳۵۔	وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ -------	سورہ النور	۴۸	۱۴۰
۱۳۶۔	قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ -------	سورۃ النور	۵۴	۱۴۰
۱۳۷۔	وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ -------	سورۃ النور	۵۵	۱۰
۱۳۸۔	وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ -------	سورۃ الفرقان	۵	۹۹
۱۳۹۔	وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا -------	سورۃ الفرقان	۲۱	۱۲۶
۱۴۰۔	وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا -------	سورۃ الفرقان	۶۷	۲۲
۱۴۱۔	وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ -------	سورۃ الشعراء	۵	۱۳۸
۱۴۲۔	وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ -------	سورۃ الشعراء	۱۹	۹
۱۴۳۔	تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ -------	سورۃ الشعراء	۹۷-۹۸	۵۸
۱۴۴۔	وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ -------	سورۃ النمل	۱۴	۳۸
۱۴۵۔	بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ -------	سورۃ النمل	۶۶	۱۱۹
۱۴۶۔	قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ	سورۃ النمل	۶۲	۱۴۳
۱۴۷۔	إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ -------	سورۃ القصص	۷۶	۱۳۴
۱۴۸۔	فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا -------	سورۃ الروم	۳۰	۳۲
۱۴۹۔	مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ -------	سورۃ الروم	۳۱	۱۶۵
۱۵۰۔	وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا -------	سورۃ لقمان	۷	۱۲۹
۱۵۱۔	و لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ -------	سورۃ لقمان	۱۲	۴۳
۱۵۲۔	إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ -------	سورۃ لقمان	۱۳	۹۳
۱۵۳۔	وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا -------	سورۃ لقمان	۱۸	۱۳۵
۱۵۴۔	وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ اِلَيْنَا -------	سورۃ لقمان	۲۳	۴۰
۱۵۵۔	وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ -------	سورۃ لقمان	۳۲	۴۷
۱۵۶۔	وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ -------	سورۃ السجدہ	۲۲	۱۳۷،۱۳۹
۱۵۷۔	قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا -------	سورۃ السجدۃ	۲۹	۴۱
۱۵۸۔	وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ -------	سورۃ سباء	۵	۸۲

۱۵۹۔	أَفْتَرَى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ -------	سورۃسباء	۸	۸۳
۱۶۰۔	فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ -------	سورۃسباء	۱۶	۱۴۲
۱۶۱۔	فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ -------	سورۃسباء	۱۹	۴۸
۱۶۲۔	وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ -------	سورۃفاطر	۴	۸۴
۱۶۳۔	وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ -------	سورۃفاطر	۲۵	۱۱۳
۱۶۴۔	لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ	سورۃیس	۷	۸۳
۱۶۵۔	فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَالقلم,بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ	سورۃص	۵	۸۶
۱۶۶۔	وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا -------	سورۃص	۱۶	۸۶
۱۶۷۔	إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ -------	سورۃالزمر	۷	۴۶
۱۶۸۔	لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ -------	سورۃالزمر	۵۳	۲۷
۱۶۹۔	أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ -------	سورۃالزمر	۵۸	۷۹
۱۷۰۔	بَلَى قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا -------	سورۃالزمر	۵۹	۱۲۸،۱۱
۱۷۱۔	وَقَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ -------	سورۃغافر	۲۷	۱۲۸
۱۷۲۔	الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللّٰهِ -------	سورۃغافر	۳۵	۱۲۹
۱۷۳۔	وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ -------	سورۃغافر	۶۰	۱۲۶
۱۷۴۔	كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا ------	سورۃغافر	۶۳	۸۰
۱۷۵۔	وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ -------	سورۃفصلت	۵	۸۰
۱۷۶۔	فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ -------	سورۃفصلت	۱۵	۱۳۰
۱۷۷۔	إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا -------	سورۃفصلت	۴۰	۹۳
۱۷۸۔	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ -------	سورۃفصلت	۴۵	۱۱۷
۱۷۹۔	لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ------	سورۃالشوری	۱۱	۵۳
۱۸۰۔	يَسْمَعُ اٰيَاتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ------	سورۃالجاثیہ	۸	۱۲۹
۱۸۱۔	ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ -------	سورۃالجاثیہ	۱۸	۶۵
۱۸۲۔	وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا -------	سورۃالجاثیہ	۲۴	۱۹
۱۸۳۔	وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيَاتِ رَبِّه --------	سورۃالاحقاف	۳	۱۳۷
۱۸۴۔	أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ -------	سورۃالأحقاف	۸	۱۲۹
۱۸۵۔	قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي---------	سورۃالاحقاف	۹	۷۷
۱۸۶۔	وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ-------	سورۃالاحقاف	۲۰	۱۳۱
۱۸۷۔	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ -------	سورۃمحمد	۲۴	۹۵
۱۸۸۔	اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِه -------	سورۃالطور	۳۰	۸۴
۱۸۹۔	أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ------	سورۃالطور	۳۵	۸۲
۱۹۰۔	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ ------	سورۃالقمر	۹	۱۱۳

۱۹۱ـ	اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ -------	سورۃالواقعۃ	۲۵-۲۶	۸۷
۱۹۲ـ	لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا -------	سورۃالمجادلہ	۱۷	۱۶۱
۱۹۳ـ	يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ -------	سورۃالحدید	۱۴	۱۵۵
۱۹۴ـ	اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُه -------	سورۃالحدید	۲۰	۸،۴
۱۹۵ـ	وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ----------	سورۃالحشر	۷	۱۴۱
۱۹۶ـ	هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ -------	سورۃالحشر	۲۴	۹۷
۱۹۷ـ	فَقَالَ إِنْ هَذَا -------	سورۃمدثر	۲۴	۱۰۰
۱۹۸ـ	لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ	سورۃالقیامہ	۱	۱۶۳
۱۹۹ـ	إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ -------	سورۃالانسان	۳	۴۸،۹
۲۰۰ـ	زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا -------	سورۃالتغابن	۷	۸۵
۲۰۱ـ	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ -------	سورۃالتحریم	۶	۲۸
۲۰۲ـ	مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ -------	سورۃالتحریم	۶	۶۹
۲۰۳ـ	يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ -------	سورۃالتحریم	۹	۱۶۲
۲۰۴ـ	إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا -------	سورۃالملک	۷	۷۹
۲۰۵ـ	فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَا-------	سورۃالقلم	۵	۸۵
۲۰۶ـ	بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ-------	سورۃالقلم	۶	۸۵
۲۰۷ـ	وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ -------	سورۃنوح	۷	۱۳۳
۲۰۸ـ	قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ -------	سورۃالجن	۲۲	۹۱
۲۰۹ـ	اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ -------	سورۃالمنافقون	۱	۱۵۳
۲۱۰ـ	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ -------	سورۃالمنافقون	۵	۱۳۲
۲۱۱ـ	فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى------	سورہالنازعات	۲۴	۱۲۳
۲۱۲ـ	بَلْ تُؤْثِرُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا---------	سورۃالاعلیٰ	۱۶ـ۱۷	۳۲
۲۱۳ـ	أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى ٱلْإِبِلِ ---------	سورۃالغاشیہ	۱۷ـــ۲۱	۳۱

فہرستِ احادیث

نمبر شمار	متنِ حدیث	مصدرِ حدیث	صفحہ نمبر
۱۔	إِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ -------	ابن ماجہ	۲۱
۲۔	إيَّاكم والشُّحَّ، فإنما هَلَكَ مَن كان قَبلَكم بالشُّحِّ -------	اَبو داود	۲۲
۳۔	إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِى بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ -------	ابن حبان	۱۶۵
۴۔	إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً-------	صحیح مسلم	۹۵
۵۔	«إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ-------	ترمذی	۱۲۶
۶۔	إِذا كَفَّرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ-------	صحیح مسلم	۱۶۴
۷۔	التحدث بنعم الله شكر و تركها--------	شعب الایمان	۴۴
۸۔	ذكر نعم الله شكر -------	شعب الایمان	۳۷
۹۔	شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ-------	ابن ماجہ	۲۰
۱۰۔	صَبْرًا يَا آلَ يَاسِرٍ--------	الحاکم	۴۷
۱۱۔	عَن أسود بن أبي أَصْرَم الْمحَاربِي قَالَ: قلت يَا رَسُول الله أوصني -------	الجامع الصحیح	۲۰
۱۲۔	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلَّهِ الأَسْمَاءُ الْحُسْنَى -------	ابن ابو حاتم	۸۶
۱۳۔	عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة -------	ترمذی	۱۱۵
۱۴۔	عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ-------	صحیح مسلم	۱۲۴
۱۵۔	قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي، قَالَ: " هَلْ تَمْلِكُ لِسَانَكَ؟	الجامع الصحیح	۲۴
۱۶۔	قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ ،	الجامع الصحیح	۲۷
۱۷۔	قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ------	صحیح مسلم	۸۶
۱۸۔	كل مولود يولد على الفطرة -------	صحیح البخاری	۲۸
۱۹۔	لاَ تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ	ابو داؤد	۲۳
۲۰۔	مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَةٌ فِي الإِسْلَامِ -------	ابن عبد البر	۲۱
۲۱۔	مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ -------	ابو داؤد	۱۶۴
۲۲۔	مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ -------	ابو حاتم	۱۶۵
۲۳۔	وقد زاد ابوالقاسم في حديثه لَايَشْكُرُ اللهَ -------	شعب الایمان	۳۷
۲۴۔	وَرَأَيْتُ النَّارَ، فَلَمِ ارَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ-------	البخاری	۴۶
۲۵۔	واعلم ان الامة لو اجتمعت -------	ترمذی	۱۶۶
۲۷۔	وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا--------	ابن ماجہ	۱۶۴
۲۸۔	يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ--------	صحیح مسلم	۱۰۹
۲۹۔	يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ:الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي-------	ابن ماجہ	۱۲۵

فہرستِ اعلام

۱۔	ابن فارس	۴
۲۔	راغب اصفہانی	۴
۳۔	الجرجانی	۵
۴۔	ابن منظور	۵
۵۔	علی تھانوی	۸
۶۔	اسرار احمد	۷۳
۷۔	ابن کثیر	۳۹
۸۔	سید قطب	۵۱
۹۔	الماوردی	۱۱
۱۰۔	فیروزآبادی	۶

فہرست مصادر و مراجع

- ❖ القرآن الحکیم

عربی مصادر

۱۔ ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقالیس اللغہ (دار الفکر:۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹)

۲۔ الجرجانی، علی بن محمد السید الشریف، معجم التعریفات (القاھرہ: دار الفضیلۃ)

۳۔ الزبیدی، محمد بن محمد بن محمد، تاج العروس من جواھر القاموس (دار لھدایہ)

۴۔ ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار صادر ۱۹۵۵ء)

۵۔ المنجد (عربی، اردو مترجم: عصمت ابو سلیم)، (لاہور: مکتبہ دانیال)

۶۔ اابو سلیم، المنجد (عربی، اردو: مترجم عصمت ابو سلیم)، (لاہور: مکتبہ دانیال)،

۷۔ الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبیب البصري البغدادي واالكتاب لنكت والعيون

۸۔ ابن کثیر، مفسر، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۶ء۔

۹۔ امام طبرانی، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ۳۶۰ھ۔

۱۰۔ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبي، جامع بیان العلم وفضلہ، تحقیق: أبي الأشبال الزهيري، دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية۔

۱۱۔ الطبري، محمد بن جرير بن يزيد، جامع البيان في تأويل آی القرآن، مؤسسة الرسالة

۱۲۔ أبو الطيب محمد صديق خان، فتح البيان في مقاصد القرآن، (المكتبة العصريَّة للطبَاعة والنّشْر، صَيدَا-بَيروت ۱۴۱۲-۱۹۹۲م)

۱۳۔ أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن، دار الكتاب العربي-بيروت، وزارة الأوقاف المصرية وأشاروا إلى جمعية المكنز الإسلامي

۱۴۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ضیاء القرآن پبلیکیشنز) کتاب الایمان، باب کفران العشیر وکفران دون کفر

۱۵۔ ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم، (:مكتبة نزار مصطفى الباز - المملكة العربية السعود الثالثة - ۱۴۱۹ھ: ۳۲۷ھ)

۱۶۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ، محمد بن یزید القزوینی، مکتبہ المعاطبی

۱۷۔ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبی، جامع بیان العلم وفضلہ، دار ابن جوزی (المملکۃ العربیہ السعودیہ) ۱۹۹۴م

۱۸۔ احمد امین، فجر الاسلام، (بیروت: دار الکتاب العربی) ۱۹۷۱ء

۱۹۔ الحاکم، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ) ۱۹۹۰م

۲۰۔ ترمذی، سنن ترمذی،، کتاب الایمان

۲۱۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن (الدراسات والبحوث: نزار مصطفی الباز)

۲۲۔ سنن ابن ماجة، أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، مكتبة أبي المعاطي

۲۳۔ سنن أبو داود، سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني المحقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللي دار الرسالة العالمية۔

۲۴۔ البیھقیی، احمد بن الحسین، شعب الایمان، (مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض الطبعتہ الاولی) ۱۴۲۳، ۲۰۰۳م

۲۵۔ صھیب عبد الجبار، الجامع الصحیح وللسانی، ۲۰۱۴

۲۶۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز

۲۷۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، فتح الباری، المکتبہ سلفیۃ

۲۸۔ عبد اللہ بن عباس، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (جمعہ: مجد الدین أبو طاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، (دار الکتب العلمیۃ- لبنان)

۲۹۔ محمد متولی الشعراوی، تفسیر الشعراوی الخواطر، (مطابع أخبار الیوم)

اردو مصادر

۱۔ امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، (اردو ترجمہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہ فیروزپوری)، لاہور

۲۔ ابوعبد اللہ محمد بن احمد قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، (مترجم: پیر محمد کرم شاہ الازہری) (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

۳۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن) پاکستان

۴۔ ابوسلیم، المنجد (عربی، اردو: مترجم عصمت ابوسلیم)، (لاہور: مکتبہ دانیال)،

۵۔ اشرف علی تھانوی، موسوعتہ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (بیروت: مکتبہ لبنان، ۱۴۲۳ء)

۶۔ ابو محمد ستار، مسئلہ ایمان اور کفر، اریب پبلیکیشنز، ۲۰۱۲

۷۔ ابومسعود حسن علوی، لغۃ القرآن، (راولپنڈی: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ۱۹۹۷ء)

۸۔ حافظ مبشر حسین، انسان اور کفر، مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ۲۰۰۸ء

۹۔ حافظ، مبشر حسین، الحاد جدید کے مغربی اور مسلم معاشروں پر اثرات، کراچی: دار التحقیق برائے علم و دانش، ۲۰۱۷۔

۱۰ خواجہ عبد الحمید، جامع اللغات، (بی-اے) اردو سائنس بورڈ، لاہور: ۲۹۹ اپر مال، طبع اوّل، ۱۹۸۹ء)،

۱۱۔ ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور

۱۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، (کراچی: دارالعلوم نعیمیہ، ۲۰۰۰ء)

۱۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ترجمان القرآن)

۱۴۔ سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن (مترجم: سید معروف شاہ شیرازی)، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور

۱۵۔ سید علی اکبر قرشی، قاموس قرآن، (اردو مترجم: سید محمد سعید موسوی، دارالتراث القرآنیہ، ۱۴۲۹ھ)

۱۶۔ عبدالحمید سواتی، معالم العرفان فی دروس القرآن، (گوجرانولہ: مکتبہ دروس القرآن)

۱۷۔ عبدالرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، مکتبہ السلام: لاہور، ۱۴۲۶ھ)

۱۸۔ علی محمد، انوار البیان فی حل لغات القرآن، (مکتبہ سید احمد شہید لاہور)

۱۹۔ عبدالحفیظ بلیاوی مصباح اللغات، لاہور،

۲۰۔ فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو جامع، راولپنڈی، لاہور، کراچی فیروز سنز، ۲۰۰۴)،

۲۱۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، بلوچستان بک ڈپو

۲۲۔ کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، (لاہور ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

۲۳۔ لوئیس معلوف، المنجد (مترجم: عبدالحفیظ بلیاوی)، (لاہور: مکتبہ قدسیہ، ۲۰۰۹)، ۷۵۷

۲۴۔ مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، (کراچی: ادارۃ المعارف، ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ اپریل ۲۰۰۸ء)،

۲۵۔ مفتی تقی عثمانی، معارف القرآن، (کراچی: دارالعلوم ۱۴۶۹ھ)

۲۶۔ مولانا عبدالرشید نعمانی، لغات القرآن، (دارالاشاعت: کراچی، ۱۹۹۴ء)

۲۷۔ محی الدین ابوالکلام احمد آزاد، ترجمان القرآن، (لاہور: اسلامی اکیڈمی)

۲۸۔ مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ۲۰۱۷ء

۲۹۔ مولانا محمد عبدالحق حقانی، تفسیر حقانی (لاہور: الفیصل، ۲۰۰۹)،

۳۰۔ محمد دین جوہر، الحاد ایک تعارف، دارالمعارف ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور، ۲۰۱۷ء

۳۱۔ مفتی تقی عثمانی، معارف القرآن، (کراچی: دارالعلوم ۱۴۶۹ھ)

۳۲۔ محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن، ۱۹۹۵ء)

۳۳۔ نورالحسن مرحوم، نور اللغات، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۸۹ء)

۳۴۔ وحید الدین خان، تذکیر القرآن (نئی دہلی: مکتبہ الرسالہ، ۲۰۰۲ء)

ریسرچ پیپرز:

۱۔ شہباز عباسی، احمد رضا، الحاد: تعارف اور تاریخ۔ ایک تحقیقی جائزہ، نور معرفت، اسلام آباد، جلد ۱۳ شمارہ: ۱ مسلسل شمارہ: ۵۵ جنوری تا مارچ ۲۰۲۲ء

English books

1.Simon Black Burn, Oxford Dictionary (London, Oxford University Press,2008),35

Websites

1. Al-Milal: Journal of Religion and Thought

2. https://ilhaad.com

3. http://www.mktaba.org

4. www.kitabasunnat.com

5. www.almaktabatulwaqifiya.com

6. www.maktabashamila.com

7. www.almaktabanoor.com